شیعہ مذہب

المعروف

عقائدِ جعفریہ

جلد اول

محققِ اسلام شیخ الحدیث علامہ

محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ شیرازیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

قَالَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

قَدْ خَذَلَتْنَا شِيعَتُنَا

تحقیق ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کر دیا

{شیعوں کی معتبر کتاب مقتل ابی مخلف، ص ۴۳
ناسخ التواریخ حالات سید الشہداء، ص ۱۴۷ ج ۲}

عقائدِ جعفریہ

(جلد اول)

باب اول	اللہ، انبیاء، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اہل بیت کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں
باب دوم	آئمہ اہل بیت کی شیعوں پر پھٹکار
باب سوم	بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ
محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ ○ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج ○ لاہور ○ پاکستان فون 7227228

نام کتاب —— عقائد جعفریہ (جلد اول)

مصنف —— محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ
بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت —— راجہ محمد صدیق کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ

ہدیہ ——

نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرۂ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ ○ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج۔ لاہور ○ پاکستان فون 7227228

نقوش حیات

محقق اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

تعلیم: حفظ قرآن 1952ء ، درس نظامی 1960ء ، فاضل عربی 1961ء

1- جامعہ کا قیام: 1963ء میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج، لاہور قائم کیا جو اس وقت پاکستان میں اہل سنت کی معروف دینی درسگاہوں میں سے ایک ہے۔

2- آپ نے اپنے دور کے نامور علماء سے اکتساب فیض کیا، امام اہل سنت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب حزب الاحناف رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ الحدثین محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ، استاد العلماء حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، استاد اساتذہ حضرت مولانا حافظ محمد نواز صاحب کیلانی مدظلہ العالی

3- دور طالب علمی میں آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم روحانی خانقاہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے زیب سجادہ سید السادات حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ جس نے آپ کی زندگی میں ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔

4- علوم اسلامیہ کی تکمیل کے ساتھ ہی آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اسی شوق نے علوم اسلامیہ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ رسولیہ کا روپ دھار لیا جو آج وطن عزیز کی صف اول کے اداروں میں شامل ہے۔

5- آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو صرف تدریس کے شعبے تک محدود نہیں رکھا بلکہ تصنیف و تالیف کے شعبہ میں وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا جس کی مثال ماضی قریب سے ماضی بعید دور تک کہیں نظر نہیں آتی۔ بلاشبہ آپ کی تصانیف مستقبل کے مورخ کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ صحابہ کرام، امہات المومنین اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان پر فرقہ ہائے باطلہ کی طرف سے دیئے گئے الزامات کا اس قدر مضبوط دلائل سے محاسبہ کیا کہ جن کو پڑھتے ہوئے قارئین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ کی اس تحقیق کا ذخیرہ آٹھ ہزار سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ خدمت حدیث کے حوالے سے موطا امام محمد کی شرح کئی ہزار صفحات کے لگ بھگ عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہوگی۔

وصال: 28 صفر 1418ھ بمطابق 14 جولائی 1996ء

فہرست مضامین عقائد جعفریہ

حصہ اوّل

باب اوّل

اللہ، انبیاء، صحابہ، اور، ائمہ اہل بیت کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں

باب اوّل:

شیعہ حضرات کی گستاخیاں

فصل اوّل

اللہ تعالےٰ کی شان میں ان کی گستاخیاں :-

گستاخی نمبر ۱:-

شیعہ حضرات کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو "بداء" یعنی مغالطہ لاحق ہوتا رہتا ہے۔ اور رسالہ "اعلام الہدیٰ فی تحقیق البداء" میں "بداء" کا معنی یوں لکھا ہوا ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ:-

يُقَالُ بَدَأَ لَهُ إِذَا ظَهَرَ لَهُ رَأْىٌ مُخَالِفٌ لِلرَّاْيِ الْاَوَّلِ وَهُوَ الَّذِىْ حَقَّقَهُ الشَّيْخُ فِى الْعِدَّةِ وَاَبُو الْفَتْحِ اَلْكَرَاجِكِىُّ فِى كَنْزِ الْفَوَائِدِ وَ الَّذِىْ حَقَّقَهُ الْمُرْتَضٰى فِى الذَّرِيْعَةِ وَ يُشْعِرُ بِهٖ كَلَامُ الطَّبْرَسِىْ وَهُوَ اَنَّ مَعْنٰى قَوْلِنَا بَدَا لَهُ تَعَالٰى اَنَّهُ

ظَهَرَ لَهٗ مِنَ الْاَمْرِ مَا لَمْ يَكُنْ ظَاهِرًا۔
(تحفہ اثنا عشریہ اردو ص ۲۸۷ عقیدہ نمبر ۱۷
مطبوعہ دار الاشاعت کراچی طبع جدید)

ترجمہ:۔

جب پہلی رائے کے مخالف رائے ذہن میں آئے۔ اس وقت کہا کرتے ہیں۔ بدا لہ۔ شیخ نے "عدۃ الاصول" میں اور ابو الفتح کراجکی نے کنز الفوائد میں یہی معنی تحقیق کیے ہیں۔ اور جو اس کا معنی مرتضیٰ نے "الذریعہ" میں تحقیق کیا۔ جس کی طرف طبرسی کا کلام بھی مشعر ہے۔ وہ یہ کہ "بدا لہ تعالیٰ" کا یہ معنی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا امر ظاہر ہو گیا۔ جو پہلے اس پر ظاہر نہ تھا۔
اس کی تائید علامہ طبرسی شیعی نے "تفسیر مجمع البیان" کے ان الفاظ سے کی ہے۔

مجمع البیان:۔

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ الآية (سورۃ الانعام) بَدَا يَبْدُوْا بَدُوًّا اِذَا ظَهَرَ وَ فُلَانٌ ذُوْ بَدَوَاتٍ اِذَا بَدَا لَهُ الرَّاْيُ وَبَدَا لِيْ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ بَدَاءٌ وَ اِبْدَاءٌ لَا يَجُوْزُ عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ لِاَنَّهُ الْعَالِمُ بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ لَمْ يَزَلْ وَ لَا يَزَالُ۔
(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزء چہارم ص ۲۸۹ مطبوعہ تہران)

ترجمہ

جب کوئی چیز ظاہر ہو۔ تو بدا، بدو، بدوا بولتے ہیں۔ اور جب کسی شخص کو ایک رائے کے بعد دوسری رائے ظاہر ہو جائے۔ تو ایسے شخص کو "ذو بدوات" کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کا استعمال اس طرح بھی آیا ہے "بدا لی فی ھذا الامر بداء" اور "بداء" کا اطلاق و استعمال اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جائز نہیں۔ کیونکہ وہ تمام معلومات کا ازلاً ابداً عالم ہے۔

"علامہ طبرسی" نے "بداء" کے معنی کی تائید کر دی ہے۔ کہ اس کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے۔ جب کسی کو اپنی سابقہ رائے کے بعد ایک نئی رائے ظاہر ہو جائے اس کے ساتھ علامہ موصوف نے اس لفظ کے ساتھ اللہ کا متصف ہونا ناجائز قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا اطلاق یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ اس کی معلومات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ آج کچھ اور کل کچھ اور۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ازلاً ابداً عالم جمیع معلومات ہے۔ لہٰذا اس کو اس صفت سے متصف کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اشیاء کے عواقب و انجام سے جاہل ہو۔

لیکن "علامہ طبرسی" کا اللہ تعالیٰ کے متعلق "بداء" کے اطلاق کو ناجائز کہنا "ائمہ معصومین" کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور اس سلسلہ میں نقول شیعہ جو ائمہ معصومین نے نصوص قطعیہ فرمائیں۔ ان کی مخالفت ہے۔ اور اس بارے میں اہل تشیع کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ جب کسی مجتہد یا عالم و فقیہ کی رائے ائمہ معصومین کے خلاف ہو۔ تو وہ مردود اور باطل ہو گی۔

لہٰذا کسی ایک آدھ شیعہ کا اس عقیدہ میں آئمہ معصومین کی نصوص صریحہ کے

خلاف لکھنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

لہذا شیعہ حضرات کا عقیدہ صحیحہ (ان کے نزدیک) یہی ہے۔ کہ ائمہ اہلبیت نے جو "بداء" کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے۔ یہی صحیح ہے۔ اور یہی عقیدہ اہل تشیع ہے اب میں ائمہ اہل بیت سے اس عقیدہ کی بابت ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

(ائمہ اہل بیت سے اللہ تعالیٰ کے بداء پر روایات۔)

روایت نمبر (۱):۔

شیعہ مجتہد "علامہ یعقوب کلینی" نے اپنی مشہور کتاب "اصول کافی" میں (جو کہ امام غائب کی مصدقہ ہے) یوں نقل کیا ہے۔

اصول کافی:۔

مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِیْسٰی عَنِ الحجال عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ ثَعْلَبَۃَ عَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اعین عَنْ اَحَدِهِمَا عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِثْلَ الْبَدْءِ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ اَبِیْ عُمَیْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَا عُظِّمَ بِمِثْلِ الْبَدَاءِ۔

(اصول کافی جلد اول ص۱۴۶ کتاب التوحید
باب البداء طبع جدید مطبوعہ تہران۔ (طبع
قدیم مطبوعہ نولکشور ص۸۴)

ترجمہ:۔

زرارہ بن اعین کا بیان ہے۔ کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک نے فرمایا۔ کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہیں کی گئی۔ جیسا کہ "بداء" کے ساتھ کی گئی۔ اور ابن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے۔ کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ کی ایسی تعظیم نہیں کی گئی۔ جیسی "بداء" کے ساتھ کی گئی۔

روایت دوم :۔

اصول کافی :۔

عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الرَّيَّانِ بْنِ الصَّلْتِ قَالَ سَمِعْتُ الرِّضَا يَقُوْلُ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا قَطُّ اِلَّا بِتَحْرِيْمِ الْخَمْرِ وَاَنْ يُّقِرَّ لِلّٰهِ بِالْبَدَآءِ۔

(اصول کافی جلد اول ص۱۴۸ کتاب التوحید باب البداء طبع جدید تہران۔ ص۸۶ طبع قدیم نولکشور)

ترجمہ:

ریان بن صلت کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام رضا سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا۔ جس نے شراب کی حرمت نہ کی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے "بداء" کا اقرار نہ کیا ہو۔

روایت سوم :-

اصول کافی :-

بعض اصحابنا عن ابن جمهور عن ابیه عن ابن محبوب عن ابن رئاب عن عبد الرحمٰن ابن الحجاج وعن محمد بن سنان عن المفضل بن عمر جمیعا عن ابی عبد الله علیه السلام قَالَ یُبْعَثُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ اُمَّةً وَّاحِدَةً عَلَیْهَا بَهَآءُ الْمُلُوْكِ وَ سِیْمَا الْاَنْبِیَآءِ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ قَالَ بِالْبَدَآءِ ۔

(۱۔ اصول کافی جلد اول باب مولد النبی علیہ السلام ووفاتہ طبع قدیم مطبوعہ نولکشور

(۲۔ مطبوعہ تہران طبع جدید جلد اوّل ص ۴۴۷)

ترجمہ

(بحذف اسناد) امام جعفر صادق نے فرمایا کہ عبد المطلب تنہا ایک امت میں اٹھایا جائے گا جس پر بادشاہوں کا سا جلال اور پیغمبروں کے سے نشان ہوں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں۔ جو مسئلہ بداء کے قائل ہوئے۔

جب امام جعفر نے بداء کا قول کیا تو کئی شیعہ ان سے برگشتہ ہو گئے

روایت چہارم:-

فرق الشیعہ:-

لَمَّا اَشَارَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اِلٰی اِمَامَۃِ ابْنِہٖ اِسْمٰعِیْلَ ثُمَّ مَاتَ اِسْمٰعِیْلُ فِیْ حَیَاۃِ اَبِیْہِ رَجَعُوْا عَنْ اِمَامَۃِ جَعْفَرَ وَقَالُوْا کَذَبَنَا وَلَمْ یَکُنْ اِمَامًا لِاَنَّ الْاِمَامَ لَا یَکْذِبُ وَلَا یَقُوْلُ اِلَّا مَا یَکُوْنُ وَحَکَمُوْا عَلٰی جَعْفَرَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ بَدَا لَہٗ فِیْ اِمَامَۃِ اِسْمٰعِیْلَ فَاَنْکَرُوا الْبَدَاءَ وَالْمَشِیْئَۃَ مِنَ اللّٰہِ وَقَالُوْا ھٰذَا بَاطِلٌ لَا یَجُوْزُ۔

(فرق الشیعہ ص ۶۴ مصنفہ علامہ نوبختی شیعہ طبع نجف ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ:-

جب امام جعفر نے (اپنے بعد) اپنے بیٹے اسماعیل کی امامت کی

طرف اشارہ (کہ میرے بعد اسماعیل ہوگا۔) اور پھر ان کی زندگی ہی میں اسماعیل کا انتقال ہوگیا۔ تو امام جعفر کے پیروکاران سے برگشتہ ہوگئے اور کہا کہ جعفر نے ہم سے جھوٹ بولا ہے یہ امام نہیں ہے کیونکہ امام تو جھوٹ نہیں بولتا بلکہ وہی کچھ کہتا ہے جو بعد میں واقع ہونا ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ جعفر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسماعیل کی امامت میں بداء ہوگیا ہے۔ (مغالطہ لاحق ہوگیا ہے۔) چنانچہ یہ لوگ اللہ کے بداء اور مشیت کے منکر ہوگئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ (نعوذ باللہ) باطل اور غیر جائز ہے۔

یاد رہے اس روایت کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ امام جعفر نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے بیٹے اسماعیل کو امامت میں اپنا جانشین بنایا تھا اور چونکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام کا تقرر اللہ کی طرف سے منصوص ہوتا ہے اس لیے امام جعفر کو (بقول شیعہ) یہ فکر لاحق ہوا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اگر جعفر کے بعد اللہ نے اس کے بیٹے اسماعیل کو امام بنایا تھا تو وہ اس کی زندگی میں فوت کیوں ہوگیا؟ اس لیے امام جعفر نے کہا کہ اللہ نے ہی اسماعیل کو میرے بعد امام بنایا تھا مگر اس میں اللہ کو بداء یعنی مغالطہ ہوگیا ہے۔ لہٰذا میرے بعد موسیٰ رضا یعنی میرا دوسرا بیٹا امام ہوگا۔

اس روایت میں صاف صاف موجود ہے کہ جب امام جعفر نے بداء کا قول کیا تو ان کے بعض پیروکاران سے منحرف ہوگئے اور بداء کا انکار کیا۔ ثابت ہوا۔ شیعیت سے نکلنے والے بداء کے منکر ہوئے۔ مگر امام جعفر اور ان کے مضبوط پیروکاروں کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ کو بداء یعنی مغالطہ ہو جاتا ہے۔

ناظرین! یہ بداء کا قصہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ تاریخ نے خود کو دہرایا اور امام نقی نے امامت کے لیے اپنے بیٹے ابو جعفر کو اپنا جانشین مقرر کیا مگر وہ امام نقی کی زندگی ہی میں فوت ہوگئے۔ چنانچہ امام نقی نے پھر اپنے دوسرے بیٹے حسن عسکری

کو امام بنایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو بداء ہو گیا ہے۔
چنانچہ دیکھیے روایت پنجم از اصول کافی۔
روایت ۵ ملا خلیل قزوینی، نے صافی شرح اصول کافی میں اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے یوں لکھا ہے۔

چوں بداء در اصل لغت بمعنی پشیمانی است استعارہ لفظ بداء در فعل الٰہی از پیش خود خالی از جرأتے نیست پس پیش از عبدالمطلب کسی استعارہ لفظ نکردہ بود۔ چوں آدمی در وقت اضطراب و کمال خوف معذور می باشد در جرأت۔ در گفتگو عبدالمطلب ایں جرأت کردہ و بعد از او مستمر شد مانند مضمون کہ وحی شدہ باشد۔ و بیان معنی بداء شد در باب بست و چہارم کتاب التوحید از یں تقریر ظاہر شد کہ منافاتی نیست بیان ایں حدیث و احادیث باب مذکورہ کہ دلالت می کند بر آنکہ ہیچ مبعوث نشدہ مگر باقرار بہ بداء۔

(صافی شرح اصول کافی باب مولد النبی ص ۱۶۲)

ترجمہ: جب کہ لغت کے اعتبار سے "بداء" کے حقیقی معنی پشیمانی کے ہیں۔ اس لیے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے فعل میں اس لفظ کو بطور استعارہ استعمال کرنا جرأت سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے عبدالمطلب سے پہلے بطور استعارہ اسے اللہ کے لیے کسی نے استعمال نہ کیا تھا جب آدمی پر خوف کا غلبہ ہو۔ اور پریشانی میں گھرایا ہوا ہو۔ تو جرأت میں معذور رہتا ہے۔ گفتگو میں عبدالمطلب نے یہ جرأت (ایسی حالت میں ہی) کی۔ اور اس کے استعمال کرنے کے بعد لوگوں میں عادت جاریہ بن گئی۔ گویا ایسا کہ وحی ہوا ہو۔ "بداء" کے معنی کتاب التوحید کے چوبیسویں باب میں بیان ہو چکے ہیں۔

اس تقریر سے ظاہر ہوا۔ کہ اس حدیث اور دیگر احادیث میں جو باب مذکور میں وارد ہوئیں۔ کوئی منافات نہیں۔ وہ اس طرح کہ دیگر احادیث اس مضمون کے اثبات میں تھیں۔ کہ اللہ کا ہر ایک پیغمبر اقرار بالبداء کے ساتھ مبعوث ہوا۔ اور اس حدیث میں "بداء" کے بطور استعارہ ذات الٰہی کے افعال پر اطلاق کا مضمون ہے۔ جو پہلے مضمون سے مطابقت رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام:۔

"بداء" کا معنی آئمہ معصومین اور آئمہ مجتہدین شیعہ نے یہی کیا ہے۔ کہ "ایک چیز یا رائے کا ظاہر ہو جانا جو پہلے ظاہر نہ تھی۔" اور جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی۔ تو اس سے مراد یہ ہو گی۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایک چیز کا پہلے علم نہ تھا پھر اس پر ظاہر ہو گیا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ آئمہ معصومین کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے "بداء" کا عقیدہ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے عبد المطلب کو امت کا درجہ اسی وجہ سے دیا۔ کہ سب سے پہلے انہوں اللہ تعالیٰ کے لیے بطور استعارہ اس لفظ کو استعمال کیا۔

صاحب شرح اصول کافی نے اس لفظ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ حقیقت میں اس کا معنی پشیمانی کی نسبت کرنا اللہ کی طرف بڑے دل گردے کی بات ہے۔ اس لیے یہ جرأت سب سے پہلے عبد المطلب نے کی۔ لہٰذا اس جرأت رندانہ کی وجہ سے وہ کل قیامت کو جلال شاہانہ اور نشاناتِ انبیاء کے ساتھ آئیں "۔

حاصل یہ ہوا۔ کہ لفظ "بداء" کا اللہ تعالیٰ کے لیے واقعہ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ بلکہ آئمہ معصومین نے تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کو کبھی ایسا بداء نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا

اصول کافی:۔

عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِیْ هَاشِمٍ الْجَعْفَرِیِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِی الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا مَضٰى ابْنُهٗ أَبُوْ جَعْفَرٍ إِنِّیْ لَأُفَكِّرُ فِیْ نَفْسِیْ أُرِيْدُ أَنْ أَقُوْلَ كَأَنَّهُمَا أَعْنِیْ أَبَا جَعْفَرٍ وَ أَبَا مُحَمَّدٍ فِیْ هٰذَا الْوَقْتِ كَأَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰى وَ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ إِنَّ قِصَّتَهُمَا كَقِصَّتِهِمَا إِذْ كَانَ أَبُوْ مُحَمَّدٍ الْمُرْجٰى بَعْدَ أَبِیْ جَعْفَرٍ فَأَقْبَلَ عَلَیَّ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ أَنْ أَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ يَا أَبَا هَاشِمٍ بَدَا لِلّٰهِ فِیْ أَبِیْ مُحَمَّدٍ بَعْدَ أَبِیْ جَعْفَرٍ مَا لَمْ يَكُنْ يُعْرَفُ لَهٗ كَمَا بَدَا لَهٗ فِیْ مُوْسٰى بَعْدَ مَضِیِّ إِسْمٰعِيْلَ مَا كُشِفَ بِهٖ عَنْ حَالِهٖ وَ هُوَ كَمَا حَدَّثَتْكَ نَفْسُكَ وَ إِنْ كَرِهَ الْمُبْطِلُوْنَ وَ أَبُوْ مُحَمَّدٍ ابْنِیَ الْخَلَفُ مِنْ

بَعْدِیْ عِنْدَہٗ عِلْمُ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْہِ وَمَعَہٗ آلَۃُ الْاِمَامَۃِ۔

(اصول کافی جلد اول ص۲۰۴ کتاب الحجۃ

باب الاشارۃ و النص علی ابی محمد

علیہما السلام طبع قدیم لکھنو۔ اصول کافی

جلد اول ص۳۲۷ طبع جدید تہران)

ترجمہ:۔

راوی کہتا ہے۔ کہ میں امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر کے مرنے کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے دل میں یہ خیال تھا۔ کہ فرزندان امام نقی ابو جعفر اور امام حسن عسکری کا واقعہ اس وقت بالکل ویسا ہی ہے۔ جیسا امام موسیٰ کاظم اور اسماعیل فرزندان امام جعفر صادق کا تھا اور جو قصہ خوردی و بزرگی کا وہاں تھا۔ وہی یہاں ہے۔ (یعنی جس طرح اسماعیل، امام موسیٰ کاظم سے عمر میں بڑے تھے اسی طرح ابو جعفر، امام حسن عسکری سے بڑے ہیں) کیونکہ ابو جعفر کے بعد امام حسن عسکری امام ہوئے۔ پھر امام نقی علیہ السلام قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں مجھ سے فرمانے لگے۔ اے ابو ہاشم خدا نے ابو جعفر کے بعد اپنا حکم ظاہر کیا۔ ابو محمد (حسن عسکری) کے بارہ میں جس کی لوگوں کو معرفت نہ تھی۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ میں نے تم سے بیان کیا۔ اگرچہ باطل پرست اس کو پسند نہ کریں۔ ابو محمد میرا بیٹا ہے۔ میرے بعد میرا جانشین ہے۔ اس کے پاس وہ تمام علم ہے۔ جس کی طرف احتیاج ہوتی ہے اس کے پاس سامانِ امامت ہے۔

(اصول کافی مترجم جلد اول ترجمہ ظفر حسن عسکری ص۳۸۵ مطبوعہ کراچی

اعتقادات صدوق:-

واتا قول صادق علیہ السلام کہ فرمود کہ ہیچ بدائی نشدہ برائے خدا مثل
بدائے کہ شدہ برائے اودر بارۂ اسمٰعیل پسر من۔
(اعتقادات صدوق ص۲۸ باب دہم
در بداء مطبوعہ تہران)

ترجمہ:- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کبھی ایسا "بداء"
نہیں ہوا۔ جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا۔

خلاصہ کلام:-

مذکورہ روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ
کے لیے "بداء" کا عقیدہ (ائمہ معصومین کی حدیث کی رو سے) لازمی اور انتہائی
ضروری ہے۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی۔ کہ "بداء" کی علت غائی
مسئلہ امامت ہے۔

اہل تشیع کے ہاں مقامِ امامت، صحابیت و نبوت اور رسالت سے بھی اہم ہے

امام کی شان اہل تشیع کے ہاں تمام مراتب ولایت، صحابیت، نبوت
اور رسالت سے اعلیٰ و افضل ہے۔ جس کی تفصیل ہم عنقریب پیش کر رہے ہیں۔
بلکہ ان لوگوں نے امام کے لیے ایک مرتبہ متعین کر لیا ہے۔ کہ اس کی زد میں خالق

جائے یا مخلوق اس کی سلامتی ناممکن ہے۔ اسی لیے ان کے تمام عقائد کی بنیاد مسئلہ امامت پر ہے۔ مثلاً۔

۱۔ بدا ۔ ۲ کفر انبیاء (معاذ اللہ۔ ۳۔ ارتداد صحابہ۔ ۴۔ کفر امہات المؤمنین
۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہونے کا انکار۔ ۶۔ تقیہ۔ ۷۔ متعہ۔
اس کی تفصیل یوں سمجھئے۔ کہ امامت میں پس وپیش کی وجہ سے "بدا" کا مسئلہ لازمی وضروری ہوا۔

جیسا کہ اس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق بعض مرتبہ بعض اشیاء سے جاہل اور بے خبر و بے علم ہونے کا عقیدہ اس لیے ایجاد ہوا کہ مسئلہ امامت میں کمی بیشی کا معاملہ حل ہو جائے۔ حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام پر کفر کا الزام اس لیے دھرا گیا کہ ان میں آئمہ کے ساتھ حسد تھا۔

خلفائے ثلاثہ پر غصب خلافت کا الزام بھی اس لیے تھوپا اور ان پر تبرہ بازی بھی اسی لیے کی گئی شیخین کی صاحبزادیاں ہونے کی وجہ سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر تبرہ بازی بھی اسی مقصد کے لیے کی گئی۔ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا انکار بھی اسی درخت بد کی ایک شاخ ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کر بیٹھے۔ اور پھر ان کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ اس کی کو کھ سے تقیہ کا عقیدہ پیدا ہوا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چونکہ متعہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ اس کا عام اعلان مختلف بلاد اسلامیہ میں چونکہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے پہنچایا اس لیے فاروق اعظم کی مخالفت کرتے ہوئے "متعہ" کے حق

ہونے اور اس کے ”فضائل و کمالات“ کا عقیدہ معرض وجود میں آیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ان تمام باطل عقائد اور مردود نظریات کی اساس صرف مسئلہ امامت پر ہے۔

گستاخی ۲:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفات بمقابلہ صفاتِ باری تعالیٰ

مناقب آل ابی طالب:۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَفْسِهٖ (وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ) وَفِيْهِ (وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا) وَقَالَ لِنَفْسِهٖ (هُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ) وَفِيْهِ (وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ) وَ قَالَ لِنَفْسِهٖ (لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ) وَفِيْهِ (اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ) وَقَالَ لِنَفْسِهٖ (وَهُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ) وَفِيْهِ (قُلْ اِنَّمَا اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ) قَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ بِكَ وُعِظَتْ قُرَيْشٌ وَقَالَ لِنَفْسِهٖ (قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ) وَفِيْهِ (وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا) وَ قَالَ لِنَفْسِهٖ (يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ) وَفِيْهِ (عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا

وَيَتِيمًا) الخ

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب
جلد سوم ص ۲۳۸ باب النکت واللطائف
مطبوعہ قم چیابان طبع جدید)

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت "العلی" بیان کی۔ اور حضرت علی رض کو بھی (علی) کہا۔ اللہ نے اپنے کو "کھانا کھلانے والا" کہا۔ اور یہی صفت حضرت علی کو بھی عطا فرمائی۔ اللہ نے اپنے لیے "نہ نیند اور نہ اونگھ" آنے کی صفت بیان فرمائی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے "شب بیداری کرنے والا کہا" اللہ نے خود کو "واحد" اور ادھر علی کو "واحد" کہا۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قریش کو تمہاری وجہ سے نصیحت حاصل ہوئی۔ اللہ نے اپنے آپ کو "مالک الملک" کہا۔ اور حضرت علی کو "ملک کبیر" کا مالک فرمایا۔ اللہ نے اپنے لیے "یحبہم ویحبونہ" کہا۔ اور حضرت علی کو "علی حبہ مسکینا" کہا۔

خلاصہ کلام:-

"ابن شہر آشوب" جو شیعہ قبیلہ کا ایک بہت بڑا اور بلند پایہ مجتہد ہے۔ اس نے اس مقام پر پوری پوری کوشش کی۔ کہ قرآن پاک میں جو صفات جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ذکر فرمائیں۔
۱ وہ تمام صفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کی جائیں۔ اور اسطرح

اللہ اور اس کے ایک بندے کے درمیان صفات میں مساوات و برابری دکھائی جائے۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں کیا گستاخی ہو سکتی ہے۔ کہ اُسے اور اس کے بندے کو ایک کر دیا جائے۔

یاد رہے۔ کہ جتنی آیات "ابن شہر آشوب" نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کسی نہ کسی صفت کو ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہیں۔ ان آیات کا حضرت علی رضی کے بارے میں ہونا صرف "ابن شہر آشوب" کا اپنا اجتہاد ہے۔ ورنہ یہ تمام آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر نازل نہیں ہوئیں۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ ان آیات سے جو مفہوم اس مجتہد نے نکالا۔ وہ اسی کا خاصہ ہے۔ اس طرح اس مصنف نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی۔ اور تفسیر بالرائے کرنے والے کے لیے متفقہ قانون ہے۔ کہ ایسا شخص عند الشرع مسلمان نہیں۔

گستاخی ۲۷:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ "شریکِ خدا" ہیں۔

جلاء العیون:-

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي بَعْضِ خُطَبِهٖ اَنَا عِنْدِيْ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَنَا ذُو الْقَرْنَيْنِ الْمَذْكُوْرُ فِيْ صُحُفِ الْاُوْلٰى اَنَا صَاحِبُ خَاتَمِ سُلَيْمَانَ اَنَا وَ اِلَيَّ الْحِسَابُ اَنَا صَاحِبُ الصِّرَاطِ وَالْمَوْقِفِ اَنَا قَاسِمُ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ اَنَا اٰدَمُ الْاَوَّلُ اَنَا نُوْحُ الْاَوَّلُ اَنَا

أيَتُ الْجَبَّارِ أَنَا حَقِيقَةُ الْأَسْرَارِ أَنَا مُورِقُ الْأَشْجَارِ
أَنَا مُولِغُ الْاَثْمَارِ أَنَا مُفَجِّرُ الْعُيُونِ
أَنَا مُجْرِى الْأَنْهَارِ أَنَا خَازِنُ الْعِلْمِ أَنَا
طُورُ الْحِلْمِ أَنَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا
عَيْنُ الْيَقِيْنِ أَنَا حُجَّةُ اللهِ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ الخ

(جلاء العیون جلد دوم اردو ص ۱۶۰-۱۶۱ مترجمہ
ظہور الحسن کوثر بریلوی مطبوعہ شیعہ جنرل بک
ایجنسی انصاف پریس لاہور)

ترجمہ:

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ میں وہ ہوں جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد رسول اللہ میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں۔ جس کا ذکر صحف اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت ونار ہوں۔ میں اول آدم ہوں میں اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں۔ میں اسرار کی حقیقت ہوں میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں۔ میں سرچشمۂ یقین ہوں۔ میں زمینوں اور آسمانوں میں حجت خدا ہوں۔

میں متزلزل کرنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں۔

میں قیامت ہوں۔ ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں۔ جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مُردوں کو نکالنے والا ہوں۔ (زندہ کرنے والا ہوں) میں یوم النشور کا مالک ہوں میں نوح کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں حکیم کا بھید ہوں۔ میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حی ہوں جسے موت نہیں میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جسے امر مخلوق تفویض کیا گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ (جلاء العیون جلد دوم ص ۶۱)

تنبیہ:۔

یہ خطبہ جو ہم نے "سید ظہور الحسن شیعی ملتانی" کی کتاب جلاء العیون اردو سے نقل کیا ہے۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ شمار کیا گیا ہے۔ اگر کوئی صاحب علم وصاحب انصاف اس خطبہ کو محض سرسری نظر سے ہی دیکھے۔ تو اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا کوئی مشکل نہ ہوگا۔ کہ اگر یہ خطبہ بالفرض محال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تو آپ اس میں مذکور دعاوی کی بنا پر دوسرے خدا بن بیٹھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات من وعن انہوں نے اپنے لیے لازم قرار دیں۔ نہ ان میں کوئی تاویل کی گئی۔ نہ ہی ان میں حقیقت ومجاز کا سہارا لیا گیا۔ اور اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے کو اس کی

صفات میں مثل اور مساوی جاننا شرک صریح ہے۔ اور شرک ہی ایک ایسا عظیم گناہ ہے۔ جو ناقابلِ معافی ہے۔ کل قیامت کو اللہ چاہے گا۔ تو بقیہ تمام گناہ معاف کر دے گا۔ لیکن شرک قطعاً قابل معافی نہیں ہو گا۔

یاد رکھیئے۔ یہ خطبہ اور اس قسم کے دیگر خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قطعاً نہیں ہو سکتے۔

بلکہ یہ شیعہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دیئے ہیں "باب العلم" رضی اللہ عنہ اس قسم کے کلام سے حاشا وکلا اپنے قلم و زبان کو گندا نہیں کر سکتے۔

گستاخی ۴:۔

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت کیلئے آپ کا خلیفہ ہے

مناقب آل ابی طالب:۔

وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيفَتَانِ فِي الْخَبَرِ اَنَّ النَّبِيَّ بَكَى عِنْدَ مَوْتِهِ فَجَاءَ جِبْرَئِيْلُ وَقَالَ لِمَ تَبْكِي قَالَ لِاُمَّتِي مَنْ لَهُمْ فَرَجَعَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اَنَا خَلِيفَتُكَ فِي اُمَّتِكَ وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَنْتَ تُبَلِّغُ عَنِّیْ رِسَالَاتِیْ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَا بَلَّغْتَ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ تُبَلِّغُ عَنِّیْ تَاوِیْلَ الْکِتَابِ۔ انتھٰی

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب جلد سوم ص ۲۶۸ مطبوعہ قم خیابان طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خلیفہ تھے۔ حدیث میں وارد ہے۔ کہ بوقت انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے۔ جبرائیل نے حاضر ہو کر رونے کا سبب پوچھا۔ فرمایا۔ رونا اس بات کا ہے۔ کہ میری امت کا کون ہوگا؟ جبرئیل اللہ کی بارگاہ میں گئے۔ واپس آکر کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں تمہارا تمہاری امت میں خلیفہ ہوں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ تو میری رسالت کو پہنچائے گا۔؟ عرض کی حضور! آپ نے نہیں پہنچائی۔ فرمایا۔ کیوں نہیں۔ لیکن تیرے ذمہ میری طرف سے کتاب (قرآن) کی تاویل کی تبلیغ کرنا ہے۔

خلاصہ کلام:۔

"علامہ ابن شہر آشوب شیعی" نے اس کتاب میں واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خلیفہ تھے۔ ایک خود اللہ تعالیٰ اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ اب قابل غور یہ امر ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرات کا یہی پیٹنا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک ہی خلیفہ ہے۔ اور وہ

"خلیفہ بلافصل" حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن یہاں مبہم الفاظ میں "ابن شہر آشوب" نے آپ کے دو خلیفہ ذکر کیے۔ اب یہاں دو احتمال پیدا ہوتے ہیں۔

احتمال اول:۔

یہ کہ کیا دونوں خلیفہ بیک وقت خلیفہ بنے۔ اگر ایسا ہی مانو۔ تو دونوں کے ذمہ کیا کیا کام تھے۔ ہاں ایک خلیفہ کا کام تو "ابن شہر آشوب" نے ذکر کر دیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کی تاویلات بتلانے کے لیے خلیفہ بنے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ذمہ کون سا کام لگاؤ گے؟

اسی صورت میں اگر یہ کہو۔ کہ بظاہر نام کے اعتبار سے دو خلیفہ ہیں حقیقت میں ایک ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے مراد کوئی الگ خلیفہ نہیں۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی دو مختلف اعتبار ہیں۔ تو یہ مذہب وہی ہے۔ جو بانیٔ مذہب شیعہ "عبد اللہ بن سبا" یہودی کا تھا۔ "رجال کشی" کی عبارت ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:۔

وَذَكَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَ وَالٰى عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰى يَهُوْدِيَّتِهٖ فِيْ يُوْشَعَ ابْنِ نُوْنٍ وَصِيِّ مُوْسٰى بِالْغُلُوِّ۔ فَقَالَ فِيْ اِسْلَامِهٖ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ اَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ

وَ اَظْهَرَ الْبَرَاءَةَ مِنْ اَعْدَائِهِ وَ كَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ وَ كَفَّرَهُمْ فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اِنَّ اَصْلَ الشِّيْعَةِ وَالرِّفْضِ مَاخُوْذٌ مِّنَ الْيَهُوْدِيَّةِ۔

(رجال کشی مطبوعہ کربلا ص ۱۰۱ تذکرہ عبداللہ ابن سبا)

ترجمہ:

بعض اہل علم نے ذکر کیا۔ کہ "عبداللہ بن سبا" پہلے یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گہرا دوست بن گیا۔ یہودی ہوتے ہوئے یہ حضرت یوشع بن نون خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلو سے کام لیا کرتا تھا اور جب اسلام لایا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مبالغہ آمیز باتیں کیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق امامت کے فرض ہونے کا قول کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفوں اور دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا۔ آپ کے مخالفین کو بے حجاب کیا۔ اور ان کے کفر کو واضح کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ کے مخالف کہتے ہیں کہ رفض و شیعیت دراصل یہودیت کا دوسرا نام ہے۔

مذہب شیعہ میں مبالغہ آرائی کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی نے ڈالی

صاحب رجال کشی نے واضح کر دیا۔ کہ مذہب شیعہ میں مبالغہ آرائی کی بنیاد، "عبداللہ بن سبا" تھا۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا

دعوای کیا۔ جیسا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسے ذکر کیا ہے۔

رجال کشی:۔

سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَبَا اِنَّہٗ اِدَّعٰی الرَّبُوْبِیَّۃَ فِیْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَکَانَ وَاللّٰہِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَبْدَ اللّٰہِ طَائِعًا اَلْوَیْلُ لِمَنْ کَذَبَ عَلَیْنَا وَاِنَّ قَوْمًا یَقُوْلُوْنَ فِیْنَا مَالَا نَقُوْلُہٗ فِیْ اَنْفُسِنَا نَتَبَرَّأُ اِلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ نَتَبَرَّأُ اِلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ۔

(رجال کشی مطبوعہ کربلا ص ۱۰۰)

ترجمہ:۔

ابان بن عثمان کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ "عبداللہ بن سبا"، پر لعنت کرے۔ کیونکہ اس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ربوبیت کا دعوای کیا تھا۔ حالانکہ خدا کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے فرمانبردار بندے تھے۔ جھوٹے کے لیے دوزخ۔ کچھ لوگ ہمارے بارے میں ایسی، مبالغہ آمیز باتیں کرتے ہیں۔ جو ہم نے خود اپنے متعلق نہیں کہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں بیزاری چاہتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ اگر شیعہ حضرات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بننے کا یہ معنی کریں۔ کہ

اس سے مراد حضرت علی ہی ہیں۔ تو ان کی یہ مراد بے جا نہیں۔ کیونکہ ایسا ان کی کتب میں موجود و مذکور ہے۔ بانی مذہب شیعہ "عبداللہ بن سبا" کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس روایت سے یہی مذہب ثابت ہوا۔ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رب مانتا تھا۔ جیسا کہ اس کی مکمل تفصیل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ اور یہی تو شرک صریح ہے جس کی معافی نہیں ہوگی۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں اس بات کی بھی وضاحت فرما دی۔ کہ ہمارے شیعوں میں بھی ایک ایسی قوم ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا مانتی جاتی ہے۔ چاہے وہ ہمارے ہی ہیں۔ اس غلط عقیدے کی بنا پر ہم ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ان سے بیزاری طلب کرتے ہیں۔ یہ لعنت اور بیزاری اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی (معاذ اللہ) اپنے متعلق رب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے متواضع اور فرمانبردار بندے تھے۔

احتمال ثانی :۔

دوسرا احتمال یہ ہے۔ کہ ان دونوں کی خلافت یکے بعد دیگرے تھی۔ اگر ایسے ہی معاملہ تھا۔ تو پہلے کون خلیفہ بنا پھر اس کے بعد دوسرا کون تھا؟

اگر اللہ تعالےٰ کو خلیفہ اول مانا جائے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول مانا جائے تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کو .... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ثانی ماننا پڑے گا۔ بہر صورت یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور صریح کفر ہے۔

لہذا شیعہ حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اللہ تعالیٰ کو قرار دے کر اللہ رب العزت کی توہین کی ہے۔

گستاخی ۵:-

اللہ تعالیٰ تیس سالہ نوجوان کی طرح ہے

اصول کافی:-

مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمٰعِیْلَ عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ بَکْرِ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدِ الْخَزَّازِ وَ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَا دَخَلْنَا عَلٰی اَبِی الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ فَحَکَیْنَا لَہٗ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ فِیْ صُوْرَۃِ الشَّابِّ الْمُوَفَّقِ فِیْ سِنِّ اَبْنَاءِ ثَلَاثِیْنَ سَنَۃً وَّ قُلْنَا اِنَّ هِشَامَ بْنَ سَالِمٍ وَ صَاحِبَ الطَّاقِ وَ الْمَیْثَمِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ اَجْوَفُ اِلَی السُّرَّۃِ وَ الْبَقِیَّۃُ صَمَدٌ فَخَرَّ سَاجِدًا لِلّٰہِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَکَ مَا عَرَفُوْکَ وَ لَا وَحَّدُوْکَ فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ وَصَفُوْکَ سُبْحَانَکَ لَوْ عَرَفُوْکَ لَوَصَفُوْکَ بِمَا وَصَفْتَ بِہٖ نَفْسَکَ سُبْحَانَکَ کَیْفَ طَاوَعَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ یُّشَبِّهُوْکَ بِغَیْرِکَ اَللّٰهُمَّ لَا اَصِفُکَ اِلَّا بِمَا وَصَفْتَ بِہٖ نَفْسَکَ وَ لَا اُشَبِّهُکَ

بِخَلْقِكَ اَنْتَ اَهْلٌ لِكُلِّ خَيْرٍ فَلَا تَجْعَلْنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

(۱۔اصول کافی جلد اوّل ص۴۹ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

(۲۔اصول کافی جلد اوّل ص۱۰۱ تا ۱۰۲ مطبوعہ تہران طبع جدید کتاب التوحید باب النہی عن الصفۃ بغیر ما وصفت بہ۔)

ترجمہ:۔

ابراہیم بن محمد خزاز اور محمد بن الحسین کہتے ہیں۔ کہ ہم دونوں امام رضا رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور ہم نے بیان کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب اللہ تعالیٰ کو ایک تیس سالہ نوجوان کی صورت میں دیکھا۔ اور ہم نے کہا۔ کہ ہشام بن سالم، صاحب الطاق اور میثمی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس اللہ کا دھڑ ناف تک خالی تھا۔ اور اس سے نیچے قدموں تک سخت اور ٹھوس تھا۔ یہ سن کر امام رضا سجدہ میں گر گئے۔ پھر کہا۔ اللہ تو پاک ہے۔ ان لوگوں نے نہ تجھے پہنچانا۔ نہ تیری توحید جانی۔ اسی وجہ سے انہوں نے تجھے ایسی صفات سے یاد کیا۔ تو پاک ہے۔ اگر تجھے جان لیتے۔ تو تیری ایسی صفات بیان کرتے۔ جو تو نے اپنے متعلق خود بیان کی ہیں۔ تو پاک ہے۔ ان کے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ تجھے کسی دوسری چیز کے ساتھ مشابہت دے بیٹھے۔ اے اللہ! میں تیری وہی صفات کہوں گا۔ جو تو نے اپنے متعلق خود کہی ہیں۔ اور مخلوقات میں سے کسی سے تجھے مشابہت نہ دوں گا۔ تو ہر چیز کا

مستحق ہے۔ مجھے ظالموں کی قوم میں سے نہ کرنا۔

تنبیہ:۔

اہل علم حضرات غور فرمائیں۔ کہ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی ہے۔ اور خاص کر ان کے گروہ ہشام بن سالم، صاحب الطاق اور میثمی تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں انتہا کو پہنچ گئے۔ اسے تیس سال نوجوان ثابت کرنے کے بعد اس کا آدھا دھڑ اندر سے خالی اور بقیہ سخت اور مضبوط ثابت کیا۔ تو یہ عقیدہ ایسا شرکیہ اور کفریہ عقیدہ ہے۔ کہ ہر آدمی اسے سن کر کانپ اٹھتا ہے۔ کیوں نہ کانپے۔ جب یہی خرافات امام رضا کے سامنے بیان ہوئیں۔ تو انہوں نے خوف خدا اور عذاب خدا کے ڈر سے فوراً سجدہ کیا۔ اور اللہ کی تقدیس و تنزیہ بیان فرمائی۔ اور فرمایا ان لوگوں کو چونکہ تیری معرفت حاصل نہیں۔

اس لیے انہوں نے تیرے ایسے اوصاف بیان کیے۔ جو تو نے خود اپنے لیے بیان نہیں فرمائے۔

ان لوگوں نے تجھے غیر کے مشابہ بنا دیا۔ حالانکہ تو مخلوقات میں سے کسی کے مشابہ نہیں۔ میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔

حاصل کلام:۔

یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک نہیں (کئی)، گستاخانہ عقائد ہیں۔

جن کی وجہ سے ایسے عقائد کے معتقد دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اس لیے ان میں سے جن لوگوں کے اللہ کے متعلق یہی عقائد و نظریات ہیں۔
جو ہم نے ذکر کیے۔

تو وہ اولین فرصت میں توبہ کر کے پھر سے مسلمان ہوں۔ ورنہ نام کے "مومن"
ہونے سے کیا حاصل ؟ جب کہ عقائد شرکیہ اور کفریہ ہیں۔

فصل دوم

"حضرات انبیاء کرام کی شان میں گستاخیاں"

گستاخی نمبر(۱):-

امامت و ولایتِ اہل بیت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس کر دیا

حیات القلوب:-

بسند معتبر از امیر المومنین منقول است کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولایت را بر اہل سماں ہا و زمین پس قبول کرد ہر کہ قبول کرد و انکار کرد ہر کہ انکار کرد چنانچہ باید قبول نکرد یونس تا آنکہ خدا او را در شکم ماہی حبس کرد تا قبول کرد چنانچہ شرط قبول بود۔

(حیاۃ القلوب جلد اول ص۴۵۹ مطبوعہ تہران طبع جدید در بیان قصہ یونس علیہ السلام)

ترجمہ:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ منقول ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری ولایت کو آسمانوں اور زمین والوں پر پیش کیا۔ تو جس نے قبول کرنا تھا۔ قبول کیا۔ اور جس نے انکار کرنا تھا۔ انکار کر دیا۔ لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے جس طرح قبول کرنا چاہیئے تھا۔ قبول نہ کیا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ پھر انہوں نے بھی قبول کر لیا۔ جیسا کہ قبول کرنے کی شرط تھی۔

گستاخی نمبر(۲):۔

پنج تن پاک کے حسد کی وجہ سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال دیا۔

پچوں سر بالا کردند۔ دیدند نام محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و امامان بعد ایشاں (صلوات اللہ علیہم اجمعین) را کہ بر ساق عرش نوشتہ بود بنوری از انوار خداوند جبار گفتند پروردگارا چہ بسیار گرامیند اہل ایں منزلت بر تو وچہ بسیار محبوبند نزد تو وچہ بسیار شریف و بزرگ اند در درگاہ تو حق تعالیٰ فرمود.........

اے آدم واے حوا نظر مکنید بسوئے نورہا و حجتہائے من بدیدۂ حسد پس شمارا پائین میفرستم از جوارِ خود و بر شما میفرستم خواری خود را... پس نظر کردند بسوئے ایشاں بدیدۂ حسد و بایں سبب خدا ایشاں را

بخود گذاشت ویاری و توفیق خود از ایشاں برداشت۔

(حیات القلوب جلد اول ص۴۹ دربیان
ترک اولیٰ از آدم مطبوعہ تہران۔طبع جدید

ترجمہ:-

(اللہ تعالیٰ نے جب آدم و حوا کو پیدا فرما کر جنت میں رہنے کا حکم دیا تو)
جب انہوں نے جنت میں سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ تو عرش کے پائے پر
محمد، علی، فاطمہ، حسن و حسین اور ان کے بعد آنے والے آئمہ کے نام لکھے دیکھے۔
اللہ نے یہ تمام نام اپنے نور سے لکھے تھے۔ عرض کی۔ اے اللہ! ان
ناموں والے کتنے گراں قدر ہیں۔ اور تیری بارگاہ میں کس قدر محبوب
اور بزرگ ہیں۔

اللہ نے فرمایا........اے آدم و حوا! میرے ان انوار کی
طرف حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا۔ ورنہ اس بلند مقام سے اور اپنے
قرب سے محروم کر دوں گا۔ اور تم پر اپنی ذلت اور رسوائی اتاروں
گا۔۔۔ پھر انہوں نے ان انوار کو بنظر حسد دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان
سے اپنا قرب چھین لیا۔ اور اپنی عنایات کرم ان سے اٹھالیں۔

گستاخی نمبر (۱۳):-

شیعہ اصول کفر میں سے ایک اصول کفر آدم علیہ السلام میں تھا معاذ اللہ

اصول کافی:-

(بَابٌ فِیْ اُصُوْلِ الْکُفْرِ وَاَرْکَانِہٖ) اَلْحُسَیْنُ بْنُ

مُحَمَّد عن احمد بن اسحاق عن بکر بن محمد عن اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُصُوْلُ الْكُفْرِ ثَلَاثَةٌ اَلْحِرْصُ وَ الْاِسْتِكْبَارُ وَ الْحَسَدُ۔ فَاَمَّا الْحِرْصُ فَاِنَّ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ نُهِيَ عَنِ الشَّجَرَةِ حَمَلَهُ الْحِرْصُ عَلٰى اَنْ اَكَلَ مِنْهَا وَ اَمَّا الْاِسْتِكْبَارُ فَاِبْلِيْسُ حَيْثُ اُمِرَ بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ فَاَبٰى وَ اَمَّا الْحَسَدُ فَابْنَا اٰدَمَ حَيْثُ قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۸۹ کتاب الایمان والکفر باب فی اصول الکفر الخ مطبوعہ تہران طبع جدید ۱ ص ۵۱ طبع قدیم، نولکشور)

ترجمہ:

امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کفر کے اصول تین ہیں۔ حرص۔ تکبر کرنا اور حسد۔ بہرحال حرص تو جب آدم علیہ السلام کو درخت سے منع کیا گیا تو حرص نے ہی انہیں اس کے کھانے پر مجبور کیا۔ تکبر کرنا تو ابلیس کو جب حکم دیا گیا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو اسی مرض نے اُسے انکار (پر مجبور) کیا۔ اور حسد تو آدم کے دونوں بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو اسی حسد کی بنا پر قتل کر دیا۔

ایک طرف بالاتفاق انبیائے کرام معصوم اور دوسری طرف کفر کے مرتکب؟

شیعہ اور سنی اس بات پر متفق ہیں۔ کہ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود شیعہ حضرات انبیائے کرام کی عصمت کے اس وقت قائل ہوتے ہیں جب وہ "ولایت علی" کا تہہ دل سے اقرار کریں۔ اگر کسی نے "ولایت علی" کا اقرار نہ کیا۔ تو اس کی اُسے سزا دی جاتی ہے۔ جس طرح حضرت آدم و یونس علیہما السلام کو دی گئی۔ بلکہ حضرت آدم نے تو اس غلطی کی سزا بھگتی۔ کہ انہوں نے محمد، علی، فاطمہ، حسن و حسین اور ائمہ اہل بیت کے انوار کو حسد کی نگاہ سے دیکھا۔ اور حسد چونکہ کفر کے اصول میں سے ایک اصل ہے۔

لہٰذا اس اصل کے ارتکاب کے بعد حضرت آدم (معاذ اللہ) کفر کے مرتکب ہوئے۔ اور انہیں اس کی سزا دی گئی۔ جس طرح شیطان ایک دوسرے "اصل کفر" یعنی تکبر کرنے کی پاداش میں مردود ہوا۔ پھر آدم علیہ السلام نے دوسرا "اصل کفر" یعنی حرص بھی اپنایا اور درخت کا پھل اسی حرص نے کھلایا تو گویا شیطان مردود نے ایک "اصل کفر" کیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نے دو "اصول کفر" یعنی حسد اور حرص اپنائے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات نے حضرت آدم کو (معاذ اللہ) شیطان سے بھی گیا گزرا ثابت کر دیا۔ کیونکہ شیطان نے ایک اصل کا ارتکاب کیا۔ اور ابو البشر آدم علیہ السلام دو اصول کے مرتکب ہوئے۔ اس کے علاوہ انتہائی افسوس کی یہ بات ہے۔ کہ ان لوگوں نے "مرتبہ امامت" کچھ ایسا رفیع اور بلند و بالا گھڑ لیا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے کوئی نبی اس کی اہمیت

کے اقرار کے بغیر مقام نبوت پر فائز نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس جرم کی اس کو سزا دی جاتی ہے۔

اور پھر ان عقل کے اندھوں کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ کبھی والدین بھی اپنی اولاد کے حسن و جمال کو دیکھ کر "حسد" کرتے ہیں؟ اور اولاد کا بلند مرتبہ اور خوش خلقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی؟

تو معلوم ہوا۔ کہ یہ سب کچھ ان کا خانہ ساز قصہ ہے۔ ورنہ ائمہ اہل بیت نے تو یہ فتویٰ دے دیا ہے۔ جو ان کی کتب میں مذکور ہے۔ کہ جو ہمیں نبی کہے اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔

رجال کشی:۔

مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِيَاءُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَمَنْ شَكَّ فِيْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔

(رجال کشی مطبوعہ کربلا ص ۲۵۵ تذکرہ ابو الخطاب)

ترجمہ:۔

جو ہمیں نبی کہے اس پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے۔ اس پر بھی اللہ کی لعنت۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس بارے کا فیصلہ ہی فرما دیا۔ کہ امامت کا مرتبہ و شان نبوت کے مرتبہ کے ہم پلہ نہیں

چہ جائیکہ نبوت سے زیادہ افضل ہو۔ اسی لیے تو امام موصوف نے اس شخص پر لعنتِ خدا کا ذکر کیا۔ جو انہیں (ائمہ اہل بیت کو) مقام نبوت اور مرتبہ

نبوت پر سرفراز ہوئے اور فرمایا یہ مسئلہ اٹل ہے۔ اس میں شک لانے والا بھی لعنتی ہے۔

گستاخی نمبر(۴):۔

ائمہ اہل بیت کی ولایت کو تمام انبیاء کرام پر پیش کیا گیا جنہوں نے اس سے توقف کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے عذاب میں مبتلا کیا

انوار نعمانیہ:۔

اَلثَّانِیْ مَارَوَاہُ اَبُوْ حَمْزَۃَ الثُّمَالِیْ قَالَ دَخَلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَلٰی زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ وَقَالَ لَهٗ یَا ابْنَ الْحُسَیْنِ اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ اِنَّ یُوْنُسَ ابْنَ مَتّٰی اِنَّمَا لَقِیَ مَا لَقِیَ لِاَنَّهٗ عُرِضَتْ عَلَیْهِ وِلَایَۃُ جَدِّیْ فَتَوَقَّفَ عِنْدَهَا فَقَالَ بَلٰی ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ قَالَ فَاَرِنِیْ اٰیَۃَ ذٰلِکَ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ فَاَمَرَ بِشَدِّ عَیْنَیْهِ بِعِصَابَۃٍ وَعَیْنَیَّ بِعِصَابَۃٍ ثُمَّ اَمَرَ بَعْدَ سَاعَۃٍ بِفَتْحِ اَعْیُنِنَا فَاِذَا نَحْنُ عَلٰی شَاطِئِ بَحْرٍ تَضْطَرِبُ اَمْوَاجُهٗ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ یَا سَیِّدِیْ دَمِیْ فِیْ رَقَبَتِکَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ نَفْسِیْ ثُمَّ

قَالَ يَا أَيُّهَا الْحُوْتُ قَالَ فَاطَّلَعَ الْحُوْتُ رَأْسَهُ
مِنَ الْبَحْرِ مِثْلَ الْجَبَلِ الْعَظِيْمِ وَهُوَ يَقُوْلُ لَبَّيْكَ
لَبَّيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ فَقَالَ مَنْ أَنْتَ فَقَالَ أَنَا
حُوْتُ يُوْنُسَ يَا سَيِّدِيْ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ
نَبِيًّا مِنْ اٰدَمَ إِلٰى أَنْ صَارَ جَدُّكَ مُحَمَّدٌ
إِلَّا وَقَدْ عُرِضَ عَلَيْهِ وَلَايَتُكُمْ أَهْلَ
الْبَيْتِ فَمَنْ قَبِلَهَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَخَلَّصَ
وَمَنْ تَوَقَّفَ عَنْهَا وَتَتَعْتَعَ فِيْ حَمْلِهَا لَقِيَ مَا لَقِيَ
اٰدَمُ مِنَ الْمُصِيْبَةِ وَمَا لَقِيَ نُوْحٌ مِنَ
الْغَرَقِ وَمَا لَقِيَ إِبْرَاهِيْمُ مِنَ النَّارِ
وَمَا لَقِيَ يُوْسُفُ مِنَ الْجُبِّ وَمَا لَقِيَ
أَيُّوْبُ مِنَ الْبَلَاءِ وَمَا لَقِيَ دَاوُدُ مِنَ
الْخَطِيْئَةِ إِلٰى أَنْ بَعَثَ اللّٰهُ يُوْنُسَ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنْ يَا يُوْنُسُ تَوَلَّ
أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيًّا وَالْأَئِمَّةَ الرَّاشِدِيْنَ
مِنْ صُلْبِهِ فَقَالَ كَيْفَ أَتَوَلّٰى مَنْ لَمْ أَرَهُ
وَلَمْ أَعْرِفْهُ وَذَهَبَ مُغَاضِبًا
فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ الْتَقِمِيْ يُوْنُسَ
وَلَا تُوْهِنِيْ لَهُ عَظْمًا فَمَكَثَ فِيْ
بَطْنِيْ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا يَطُوْفُ مَعِيَ
الْبِحَارَ فِيْ ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ يُنَادِيْ لَا إِلٰهَ
إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ

اِلَّا لِذٰلِكَ وَقَدْ قَبِلْتُ وَلَايَةَ عَلِيِّ
ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةِ الرَّاشِدِيْنَ
مِنْ وُلْدِهٖ فَقَالَ اَنْ اَمْرَ يُدِ لَا يَبْتَلِكُمْ
اَمْرِيْ رَبِّيْ وَقَدْ قَدَّكَ عَلٰى سَاحِلِ
الْبَحْرِ ذَالِ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ اِرْجِعِيْ
اَيَّتُهَا الْحُوْتُ اِلٰى ذِكْرِكَ فَرَجَعَ الْحُوْتُ
وَاسْتَتَرَ الْمَاءَ

(انوار نعمانیہ ص ۸ مطبوعہ ایران طبع قدیم۔
بحث تعداد حروف اسم اعظم)

ترجمہ:۔

ابو حمزہ ثمالی نے کہا۔ کہ ایک دفعہ عبداللہ بن عمر، امام زین العابدین کے پاس تشریف لائے، اور کہا۔ اے ابن الحسین! تم یہ کہتے ہو۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے عذاب میں اس لیے مبتلا کیے گئے۔ کہ انہیں تمہارے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت پیش کی گئی تو انہوں نے توقف کیا۔ (کیا یہ درست ہے؟) امام زین العابدین نے فرمایا۔ تمہاری ماں تمہیں گم پائے۔ یہ بات حق ہے۔ اس پر ابن عمر نے کہا۔ آپ مجھے اس بارے میں کوئی نشانی دکھلائیں۔ امام زین العابدین نے کہا کہ میری اور اپنی آنکھیں پٹی سے باندھ لو۔ جب باندھ دیں ایک ساعت کے بعد فرمایا۔ کھول دو۔ جب کھولا تو دیکھا۔ کہ ہم تو ٹھاٹھیں مارتے دریا (سمندر) کے کنارے کھڑے ہیں۔ ابن عمر نے کہا۔ اے سیدی! میرا خون آپ کی گردن پر ہے۔ یہ کلمہ اپنے دل میں کہا۔ پھر امام زین العابدین

نے مچھلی کو بُلایا۔ تو فوراً ایک مچھلی نے پانی میں سے پہاڑ کی طرح سر نکالا۔ اور کہنے لگی۔ اے اللہ کے ولی! میں آگئی ہوں۔ میں حاضر ہوں امام زین العابدین نے کہا۔ تو کون ہے۔ کہنے لگی وہی مچھلی ہوں۔ جس نے یونس کو نگلا تھا۔ آدم سے لے کر تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ آپ کے جد امجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا۔ ان تمام پر اللہ تعالیٰ نے تم اہل بیت کی ولائت پیش کی جس نے وہ قبول کر لی۔ سلامتی میں رہا۔ اور جس نے اس کے قبول کرنے میں توقف کیا۔ تو اُسے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پریشانی، نوح علیہ السلام کو ڈوبنے کا خطرہ، ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود سے واسطہ، یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں گرنا، ایوب علیہ السلام کو تکالیف کا سامنا، داؤد علیہ السلام کو غلطی اور گناہ سے واسطہ پڑنا۔ یہاں تک کہ یونس علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی کی کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت اور ائمہ راشدین جو اس کی پشت سے آنے والے ہیں۔ ان کی ولایت کا اقرار کرو۔ تو انہوں نے کہا۔ یا اللہ! میں نے جسے دیکھا نہیں۔ جسے جانتا نہیں اس سے کیسے دوستی کروں۔ غصہ ہو کر چل پڑے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے (مچھلی) کو کہا۔ یونس کو نگل جا۔ لیکن اس کی ہڈیاں نہ ٹوٹنے پائیں۔ میں نے نگل لیا۔ وہ چالیس دن میرے پیٹ میں رہے۔ میں انہیں تین اندھیروں میں مختلف سمندروں میں لیئے پھرتی رہی۔ وہ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین، پڑھتے رہے۔ اور جب یہ کہا۔ کہ میں نے حضرت علی اور ائمہ راشدین کی ولایت کو قبول کیا۔ تو اللہ نے مجھے حکم دیا۔ اُسے اُگل دو۔ میں نے سمندر کے کنارے اُگل دیا۔

اس کے بعد امام زین العابدین نے اس مچھلی کو چلے جانے کا حکم دیا۔ مچھلی پانی پر چلی گئی۔ اور پانی برابر ہو گیا۔ انتہی۔

یعنی ان تمام انبیاء کرام کو جو مصائب درپیش آئے۔ ان کا ایک ہی سبب تھا۔ کہ انہوں نے ولایت علی اور ولایت آل علی کے ماننے میں توقف کیا۔ جب مصیبت پڑی۔ تو پھر اس کا اقرار کر کے رہائی حاصل کی۔ ورنہ ان کا توقف ناقابل معافی جرم تھا۔ جس کی سزا میں تخفیف بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

گستاخی نمبر ۱۵:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں

انوار نعمانیہ:۔

التَّاسِعُ مَا اَوْرَدَهُ الصَّدُوْقُ نَقْلًا عَنْ جَمَاعَةٍ ثِقَاتٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَتْ حُرَّةُ بِنْتُ حَلِيْمَةَ السَّعْدِيَّةِ عَلَى الْحَجَّاجِ بْنِ يُوْسُفَ الثَّقَفِيِّ وَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لَهَا اَنْتِ حُرَّةُ بِنْتُ حَلِيْمَةَ قَدْ قِيْلَ عَنْكِ اِنَّكِ تُفَضِّلِيْنَ عَلِيًّا عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَ عُثْمَانَ قَالَتْ لَقَدْ كَذِبَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنِّيْ فَضَّلْتُهُ عَلٰى هٰؤُلَاءِ خَاصَّةً قَالَ وَعَلٰى مَنْ غَيْرُ هٰؤُلَاءِ قَالَتْ اُفَضِّلُهُ عَلٰى اٰدَمَ وَنُوْحٍ

ولوطاً وإبراهيم وموسى وداود وسليمان
وعيسى بن مريم فقال لها ويلك أفترين
أنك تفضلينه على الصحابة فضلتيه
عليهم سبعة من الأنبياء من أولي العزم
فإن لم تأتيني ببيان ما قلت وإلا
ضربت عنقك فقالت ما أنا فضلته على
هؤلاء الأنبياء بل الله عز وجل فضله
في القرآن العظيم عليهم قوله في حق آدم
فعصى آدم ربه فغوى وقال في حق علي
وكان سعيكم مشكوراً فقال أحسنت يا
حرة فبم تفضلينه على نوح ولوط قالت
الله تعالى فضله عليهم بقوله ضرب الله
مثلاً للذين كفروا امرأة نوح وامرأة لوط
كانتا تحت عبدين صالحين فخانتاهما
وعلي بن أبي طالب كان ملكه تحت سدرة
المنتهى وزوجته بنت محمد فاطمة الزهراء
التي يرضى الله عنها لرضاها ويسخط
بسخطها فقال أحسنت يا حرة فبم
تفضلينه على أبي الأنبياء إبراهيم خليل
الله فقالت الله تعالى فضله بقوله قال
إبراهيم رب أرني كيف تحيي الموتى قال أولم

ذُرِّیَّۃٍ مَنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ وَ اَمِیْرُ
الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ قَوْلًا لَمْ یَخْتَلِفْ فِیْہِ اَحَدٌ
مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَوْ کُشِفَ الْغِطَآءُ مَا ازْدَدْتُ
یَقِیْنًا وَ ھٰذِہٖ کَلِمَۃٌ لَمْ یَقُلْھَا قَبْلُ وَ لَا
بَعْدُ اَحَدٌ قَالَ اَحْسَنْتِ یَا حُرَّۃُ فَبِمَ تُفَضِّلِیْنَہٗ
عَلٰی مُوْسٰی نَجِیِّ اللّٰہِ قَالَتْ یَقُوْلُ اللّٰہُ
عَزَّ وَجَلَّ فَخَرَجَ مِنْھَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ
قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ
وَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ بَاتَ عَلٰی فِرَاشِ
رَسُوْلِ اللّٰہِ لَمْ یَخَفْ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ
تَعَالٰی فِیْ حَقِّہٖ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ
نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ قَالَ اَحْسَنْتِ
یَا حُرَّۃُ۔

(انوار نعمانیہ ص۸ تا ۹ طبع ایران قدیم در
بحث استنباط حرۃ عند الحجاج علی تفضیل
علی علیہ السلام)

ترجمہ:۔

شیخ صدوق نے ایک ثقہ جماعت سے نقل کیا ہے۔ کہ جب "حرۃ
بنت حلیمہ سعدیہ" حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس آئی۔ اور آکر سامنے
بیٹھ گئی۔ تو حجاج نے پوچھا۔ تو وہی حرۃ ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو ابوبکر، عمر اور عثمان پر فضیلت دیتی ہے؟ کہنے لگی۔ جن لوگوں نے

میرے بارے میں صرف ان تین پر فضیلت دینے کا کہا۔ انہوں نے جھوٹ بولا۔ حجاج نے پوچھا۔ تو ان کے علاوہ دوسروں پر بھی تو فضیلت دیتی ہے۔؟ کہنے لگی۔ میں حضرت علی کو آدم، نوح، لوط، ابراہیم، موسیٰ داؤد، سلیمان اور عیسیٰ بن مریم پر بھی فضیلت دیتی ہوں۔ حجاج نے کہا تو تباہ ہو جائے۔ میں تجھ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا۔ کہ کیا تو واقعی حضرت علی کو صحابہ سے افضل سمجھتی ہے۔ لیکن تو نے تو حد کر دی۔ کہ سات اولوالعزم انبیاء کے نام لے کر ان سے بھی فضیلت میں انہیں بڑھا دیا۔ جو کچھ تو نے کہا۔ اس کی دلیل پیش کرنا پڑے گی۔ ورنہ گردن اڑا دوں گا۔ کہنے لگی۔ میں نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان پر فضیلت نہیں دی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس فضیلت کا ذکر فرمایا۔ آپ دیکھتے نہیں۔ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق "وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی" آیا ہے۔ یعنی آدم نے اپنے رب کے حکم کے خلاف کیا۔ اور ناکام رہے لیکن حضرت علیؓ کے متعلق ارشاد ہے "وَكَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا" ان کی محنت بارآور ہوئی۔ اور ان کی محنت مشکور ہے۔ حجاج نے کہا۔

اے حرۃ! کیا خوب کہا۔ پھر پوچھا۔ ان کو حضرت نوح و لوط پر فضیلت کس بنا پر دیتی ہے۔؟ کہنے لگی۔ اللہ نے فرمایا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ الخ۔

اللہ نے کفار کے لیے حضرت نوح و لوط کی بیویوں کی مثال بیان کی۔ کہ یہ دونوں بہترین نیک بندوں کے عقد میں تھیں۔ لیکن

اپنے اپنے خاوندوں دونوں نے خیانت کی۔ اور حضرت علی کے بارے میں ہے۔ کہ آپ عرش کے نیچے حکومت کرنے والے ہیں۔ اور آپ کی بیوی خاتون جنت بنت رسول جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں یہ وہ بیوی ہیں۔ کہ جن کی رضامندی سے خدا راضی اور جن کی ناراضگی سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ حجاج نے کہا۔ اے حرۃ! تو نے کیا خوب کہا اب یہ بتلا۔ کہ انبیاء کرام کے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیسے فضیلت دیتی ہے کہنے لگی حضرت ابراہیم ؑ کے بارے میں ہے "اِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى الخ" جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی۔ اے اللہ! مجھے دکھلا۔ کہ تو مردے کس طرح زندہ کرے گا۔؟ فرمایا۔ کیا تیرا اس پر ایمان نہیں۔ عرض کی۔ ہے۔ لیکن اطمینان قلب کی خاطر یہ سوال کیا ہے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ نے ایسی بات کہی۔ جس میں کسی مسلمان نے اختلاف نہ کیا۔ وہ یہ بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے کے لیے جو آنکھوں پر پردے ہیں۔ اگر ان کو ہٹا دیا جائے۔ اور اللہ کا دیدار بلا حجاب آنکھیں کر لیں۔ تو بھی میرے پہلے یقین میں کوئی زیادتی نہ ہو گی۔ یہ وہ کلمہ ہے۔ جو نہ اس سے قبل کسی نے کہا اور نہ بعد میں کسی کو کہنے کی ہمت ہو گی۔ حجاج نے پھر تحسین کی اور پوچھا کہ حضرت موسیٰ پر فضیلت کیوں دیتی ہے۔ کہنے لگی اللہ نے حضرت موسیٰ کے متعلق فرمایا۔ "فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا الخ" یعنی موسیٰ اس شہر سے خوف زدہ ہو کر نکلے۔ اور امید لگائے ہوئے تھے عرض کی۔ اے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے نجات دیجئے۔ اور حضرت علی کی یہ شان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر شب ہجرت سوئے۔ اور کوئی خوف نہ کھایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے

ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ" الخ
یعنی کچھ لوگ وہ ہیں۔ جو رضائے خداوندی کے لیے اپنے آپ کو بیچ ڈالتے
ہیں۔ حجاج نے کہا۔ اسے حر۔ تو نے کیا خوب استدلال کیا

"انوار نعمانیہ" کی مذکورہ عبارات سے تین امور ثابت ہوئے

۱۔ آئمہ اہل بیت اپنی ولایت پر بطور حجت و دلیل جس جانور کو چاہیں۔ پیش کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ امام زین العابدین نے عبداللہ بن عمر کی تسلی کی خاطر ہزاروں برس پہلے کی مچھلی کو گویا کرایا۔ اور اس سے یہ ثابت کر دکھایا کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو صرف اس لیے نگلا تھا۔ کہ وہ ولایت علی کے بارے میں توقف میں تھے۔

۲۔ حضرت آدم کا جنت سے خروج، نوح کا مبتلائے طوفان ہونا۔ ابراہیم کا نار نمرود سے واسطہ پڑنا۔ یوسف کا اندھے کنوئیں میں ڈال دیا جانا، ایوب کا مرض شدید میں گرفتار ہونا، داؤد کا گناہ میں پڑنا اور یونس کا علیہم السلام مچھلی کے پیٹ میں جانا یہ سب سزائیں ان انبیاء کرام کو (معاذ اللہ) اس لیے دی گئیں۔ کہ انہوں نے "ولایتِ علی" کو قبول کرنے میں توقف کیا تھا۔ اور جب اسے تسلیم کر لیا۔ تو سب سختیاں معاف ہو گئیں۔

۳۔ آدم علیہ السلام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے۔ کہ آدم نافرمان تھے۔ اور علی کی کوشش شکور تھی۔ حضرت نوح و لوط علیہما السلام پر ان کی فضیلت اس بنا پر ہے کہ ان دونوں پیغمبروں کی بیویاں کافرہ تھیں۔ اور علی کی زوجہ فاطمہ بنت رسول تھیں۔

ابراہیم علیہ السلام پر فضیلت اس لیے کہ وہ اطمینان قلب کے متلاشی تھے۔

اور علی کو یہ مقام حاصل ہو چکا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت اس بنا پر کہ وہ فرعون سے ڈر کر شہر چھوڑ گئے۔ لیکن علی مخالفین کے درمیان بے خوف و خطر بستر رسول پر سوئے رہے۔

ان گستاخیوں کے بارے میں گزارشات

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ شیعہ لوگوں کے نزدیک نبوت و رسالت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کی مرہون منت ہے۔ جس نے ولایت علی کا اقرار کر لیا وہ پیغمبر بن گیا اور جس نے اس بارے میں توقف کیا وہ آزمائشوں میں ڈال دیا گیا۔

(استغفر الله هذا بهتان عظيم)

امام جعفر صادق نے اسی لیے یہ بات پہلے سے ہی بیان کر دی ہے کہ جو شخص بڑھا چڑھا کر ہمیں انبیاء کرام کی صف میں شامل کرے۔ اس پر خدا کی لعنت۔ اور جو اس میں شک کرے وہ بھی لعنتی۔ خود اہل بیت کے ایک امام یعنی باقی ائمہ کی ترجمانی میں یہ کہیں۔ اور ان کے نام نہاد محبین انہیں زیادہ پر بنے ہی نہ دیں۔ انبیاء کی صف میں شامل کرنا تو ان کے نزدیک توہین علی ہے۔ بلکہ یہ تو ثابت کرتے ہیں کہ سب نبی ولایت علی کے طفیلی ہیں۔

اور علی کا منصب و مقام ان سب سے اونچا ہے۔

برابری کا قول تو موجب لعنت اور بڑائی کا قول عین ایمان!

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

اہل علم پر یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔ کہ جن بات کو لعنت اللہ جنسی

کے ساتھ وزن کیا تو آپ کی شان کا پلہ بھاری نکلا۔ پھر دس اوصیاء کو بھی اس میں شامل کیا تو پھر بھی آپ ہی بھاری رہے۔ پس جبرائیل نے کہا کہ یہ بے راز خدا کہ در پے ہو تو ہو۔

یہ یقینی کر اگر تمام دنیا کو سوائے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف رکھو گے۔ اور اس فرزند ارجمند کو ایک طرف البتہ فضیلت و بزرگی اس کی راجح ہو گی۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین
جلد اوّل جزء اوّل ص۳۲ مصنفہ مظہر حسن
سہارنپوری مطبوعہ یوسفی دہلی۔)

وضاحت

"سید مظہر حسین" نے تو مسئلہ زیر بحث میں ہر قسم کے ابہام دور کر دیئے۔ پچھلی عبارتوں سے فضیلت کے مختلف معیار تھے اب ایک کلی معیار ذکر کر دیا ہے۔ کہ فضیلت علی بوجہ "قدر و منزلت" کے ہے۔ اس لیے ایک ایک نبی چھوڑ کر دس پیغمبروں کی مجموعی قدر و منزلت بھی علی کی قدر و منزلت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نہیں نہیں بلکہ تمام کائنات جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر سبھی انبیاء کرام رسولان عظام بھی شامل ہیں۔

ان تمام کی مجموعی قدر و منزلت اتنی وزن اور بھاری نہیں جتنی اکیلے حضرت علی کی قدر و منزلت وزنی ہے۔

گویا پہلے عقیدہ کے شجر خبیثہ کی یہ بھی ایک نشاخ پر خار ہے۔ جس

اہل ایمان کے جذبات زخمی کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایسی ہی خرافات کے بارے میں ایک کہاوت قرآن نے بیان فرمائی۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا كَلِمَةً خَبِيثَةً كَشَجَرَةٍ
خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا
مِنْ قَرَارٍ

فصل سوم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخیاں

تمام امت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔ کہ اللہ کا پیغمبر جھوٹ نہیں بولتا۔ البتہ یہ ممکن ہے۔ کہ بوقت ضرورت اللہ کا نبی ایسا کلمہ بولے۔ جو ذو معنیین ہو۔ تو ایسا جائز ہے اور اسی کو "توریہ" کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب مصر کے ظالم حکمران نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ یہ میری بہن ہے۔ اور "بہن" دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نسبی بہن اور دینی بہن۔ نسبی بہن کا مفہوم واضح ہے اسے سب جانتے ہیں۔ اور ایمانی بہن بھائی کا استعمال بھی ہر زبان میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ "انما المومنون اخوة" تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ حالانکہ مومنین میں، باپ بیٹا، دادا پوتا سب داخل ہیں۔

لیکن اس قسم کو ہم "تقیہ" نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ توریہ کا نام دیں گے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہی کہا جائے گا۔ کہ آپ نے جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ ایسا لفظ کہا۔ جس کے دو معنی بنتے تھے۔ آپ نے اس سے ایک کی نیت کی۔ اور مخالف دوسرے معنی کو لیتا رہا۔

تقیہ، جھوٹ کا ہم معنی ہوتا ہے

اصول کافی:۔

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْہِ السَّلَامُ التَّقِیَّةُ مِنْ دِیْنِ اللّٰهِ قُلْتُ مِنْ دِیْنِ اللّٰهِ قَالَ اِیْ وَ اللّٰهِ مِنْ دِیْنِ اللّٰهِ وَلَقَدْ قَالَ یُوْسُفُ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ ۔ وَاللّٰهِ مَا کَانُوْا سَرَقُوْا شَیْئًا ۔

(اصول کافی جلد دوم ص۲۱۷ کتاب الایمان والکفر باب التقیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابو بصیر روایت کرتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تقیہ" اللہ تعالیٰ کے دین سے ہے۔ میں نے کہا۔ کیا واقعی اللہ کے دین سے ہے فرمایا اللہ کی قسم اللہ کے دین میں سے ہے۔ حضرت یوسف نے کہا تھا۔ اے قافلہ والو تم سب چور ہو۔ حالانکہ وہ کسی ایک چیز کے بھی چور نہ تھے۔ "لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو چور بطور تقیہ کہا تھا

نوٹ:۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جو قرآنی حوالہ دیا گیا ہے۔ اس میں بھی

دیرینہ عادت کی طرح ،، ابوبصیر،، نے غلطی کھائی۔ قرآن پاک میں اس مقام کے مناسب جو الفاظ مذکور ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

،، فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسٰرِقُوْنَ،، یعنی کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا۔ اے قافلہ والو! تم یقیناً چور ہو۔ برادران یوسف کو چور کہنے والا کوئی دوسرا آدمی تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں نہیں کہا تھا۔ تم یقیناً چور ہو،، لیکن شیعہ حضرات نے حضرت امام جعفر صادق کی طرف یہ بات منسوب کر دی کہ یوسف علیہ السلام نے ایسا کہا ہے۔ اور یہ ،، تقیہ ،، کے طور پر کہا۔

ہر ذی عقل سرسری نظر سے دیکھ کر بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ جو چور نہ ہو۔ اُسے چور کہنا جھوٹ بنتا ہے۔ لہٰذا اس جھوٹ کو تقیہ سے تعبیر کرنے کا مقصد یہ ہوا۔ کہ تقیہ اور جھوٹ کو ہم معنی الفاظ ہیں۔ اب ہم کتب شیعہ سے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ ہے۔ کہ آپ بھی ،، تقیہ،، کرتے تھے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں جھوٹ بولتے تھے۔ (معاذ اللہ)

گستاخی نمبر(۱)

تمام آئمہ اور نبی علیہ السلام جھوٹ بولتے رہتے تھے

ارشاد العوام :۔

گمان مکن کہ ائمہ سابقہ علیہم السلام دریں عالم بنور ولایت قائم بودند، و اسرار ولایت را آشکار کردند۔ حاشا بلکہ جمیع شرائع کہ بیان کردند۔

منسوب بتقیہ بودند۔ واین امر نزد فقہائے اہل بیت سلام اللہ علیہم بدیہی است۔ کہ تقیہ ایشاں بسر حد اعلیٰ بود حتیٰ آنکہ بسا بود کہ روزہ را از راہ تقیہ میخوردند۔ ونماز را بہمراہی ایشاں میکردند۔ واحکام را بحسب دلخواہ مخالفاں میفرمودند۔ واما حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مذہب سنیاں و بعضے از علما چنانست کہ تقیہ نمیفرمودند۔ ومذہب حق انست کہ تقیہ میفرمودند باشد تقیہ۔

(ارشاد العوام جلد سوم مطبوعہ ایران ۱۲۷۱ھ ص ۱۱۱)

ترجمہ:۔

تو یہ گمان نہ کر۔ کہ ائمہ سابقین اس جہان میں نورِ ولایت سے قائم تھے۔ اور ولایت کے اسرار کو ظاہر کر دیا۔ حاشا وکلا بلکہ تمام شریعتیں انہوں نے جو بیان کیں۔ تقیہ سے بھری پڑی تھیں۔ اور اہل بیت کے فقہاء کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے۔ کہ ان (ائمہ سابقین) کا تقیہ، اعلیٰ درجہ کا تھا حتیٰ کہ بسا اوقات روزہ بوجہ تقیہ توڑ دیتے تھے۔ اور سنیوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور احکام شریعت کو مخالفین کی خواہش کے مطابق تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل سنت اور ہمارے بعض علماء کا مذہب یہ ہے۔ کہ آپ "تقیہ" نہیں کرتے تھے اور مذہب حق یہ ہے۔ کہ آپ نہایت سخت تقیہ کرتے تھے۔

گستاخی نمبر (۲)

شیعہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مساوی ثابت کرنے کے لیے ایسی ایسی تشبیہات دیتے ہیں۔ جو صراحۃً کفر ہوتی ہیں۔ چنانچہ تفسیر قمی میں "ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً" کے تحت لکھا ہے

تفسیر قمی:۔

قَالَ فَحَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنِ النَّضْرِ بْنِ سُوَیْدٍ عَنِ الْقٰسِمِ ابْنِ سُلَیْمَانَ عَنِ الْمُعَلّٰی بْنِ خُنَیْسٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّ ھٰذَا الْمَثَلَ ضَرَبَہُ اللّٰہُ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَالْبَعُوْضَۃُ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فَمَا فَوْقَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

(تفسیر قمی ص۳۱ سورہ بقرہ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معلی بن خنیس یوں روایت کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے "ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا" جو فرمایا۔ یہ مثال دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے وہ اس طرح کہ مچھر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور فما فوقھ (مچھر سے بھی ذلیل) سے مراد (معاذ اللہ) رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اہل انصاف غور فرمائیں۔ کہ اس تشبیہ اور مثال کو حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر فٹ کرنا کس قدر گستاخانہ حرکت ہے۔ اور اس طرح ان دونوں حضرات کی کس قدر توہین کی گئی۔ علاوہ ازیں اس مثال کو حضرت علی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال قرار دینا ان کی اپنی اختراع ہے۔ کیونکہ ان کا عزم یہ ہے۔ کہ قرآن کی ہر آیت کے الفاظ سے مراد ائمہ اہل بیت ہیں۔ چاہے اس میں ان کی اچھائی نکلے۔ یا برائی نظر آئے۔ دیکھئے اس مثال میں کم بختوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مچھر سا دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مچھر سے بھی ذلیل، کہا۔ (معاذ اللہ۔ استغفر اللہ)

تف تمہاری عقل و دانش پر۔ دعویٰ اہل بیت سے محبت کا۔ اور گستاخی اس قدر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مچھر بنا کر رکھ دیا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) اس سے بھی زیادہ ذلیل مخلوق بنا دیا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

(اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ)

گستاخی نمبر (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں ملتے جلتے کوّے ہیں

(معاذ اللہ)

انوار نعمانیہ:۔

اَلْغُرَابِیَّۃُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ بِعَلِیٍّ اَشْبَہُ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ وَالذُّبَابِ بِالذُّبَابِ فَبَعَثَ اللّٰہُ جِبْرَائِیْلَ

اِلٰی عَلِیٍّ فَغَلِطَ جِبْرَائِیْلُ فِیْ تَبْلِیْغِ الرِّسَالَۃِ مِنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلٰی مُحَمَّدٍ۔

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۲۳۷ طبع جدید
وطبع قدیم ص ۱۹۸ بیان اختلاف الذی
وقع فی الاصول من بین الفرق ام
(۲۔ تذکرۃ الائمہ ص ۶۳ طبع جدید)

ترجمہ:-
غرابیہ نے کہا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت ایسی تھی جیسے کوے کی کوے کے ساتھ اور مکھی کی مکھی کے ساتھ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ تو جبرائیل غلطی سے بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبلیغ رسالت کے لیے چلے گئے (یعنی باہمی مشابہت کی بنا پر دونوں میں فرق نہ پایا۔ آئے در اصل حضرت علی کے پاس تھے۔ لیکن غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔)

تبلیغ رسالت میں جبرائیل غلطی کھا کر حضرت علی رض کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے

شیعہ لوگوں میں ایک فرقہ ''غرابیہ'' کہلاتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپس میں انتہائی مشابہت

تھی۔ ایسی مشابہت جو کوّے کو کوّے کے ساتھ اور مکھی کو مکھی کے ساتھ بھی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس قدر شدید مشابہت کی وجہ سے جبرائیل بھی دھوکہ کھا جایا کرتے تھے۔ بعض دفعہ وحی لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا ارادہ کرتے۔ لیکن غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاتے۔ اور جو وحی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے لاتے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتے تھے۔

حاصل کلام:-

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اور جبرائیل امین وحی بھی انہی کی طرف لے کر آتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کمال مشابہت کی بنا پر کبھی معاملہ الٹ ہو جاتا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے۔

(معاذ اللہ۔ هذا بهتان عظيم)

ذی عقل آدمی سمجھتا ہے۔ کہ ان تشبیہات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر گستاخی کی گئی۔ یعنی انہیں کوّے اور مکھی جیسا بنا دیا گیا۔ (شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

دو لطیفے

ا۔ ہمارے ہاں ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک میراثی کے پیر صاحب میراثی کے گھر تشریف لائے۔ اتفاق کی بات یہ تھی۔ کہ میراثی اس وقت گھر پر نہ تھا۔ کہیں باہر ڈیرے پر تھا۔ اس کے لڑکے نے جا کر اطلاع دی۔ کہ گھر پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ میراثی قدم بوسی کے لیے گھر آیا۔ اور باہر کھڑے آواز دی۔

پیر صاحب کہاں ہیں ؟ بیٹے نے کہا۔ ”یہ فلاں تھوک بیٹھا ہے تمہیں نظر نہیں آرہا۔
بیٹے کی یہ حرکت دیکھ کر اس کی ماں بولی۔ بیٹا۔

پیر دا ادب کری دا اے۔ پیر بھانویں ”کتورے“ اکنے دا بچہ اجڑا ہووے
پیر کا ادب کرنا چاہیئے چاہے چھوٹے کتورا کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی (جنگلی) اپنے پیر صاحب کے آستانے پر حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ بیٹھا۔ پیر صاحب نے پوچھا۔ سناؤ کیا حال چال ہے۔ دیہاتی کہنے لگا سب کچھ آپ کی دعا کا صدقہ ہے۔ صرف ایک تکلیف ہے۔ اس کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ پوچھا کونسی تکلیف ہے۔ عرض کی حضور رات کے وقت جب بکریوں کو باڑے میں باندھتا ہوں۔ تو ہر رات بھیڑیا آتا ہے۔ اور ایک آدھی بکری یا اس کا بچہ اٹھا کر بھاگ جاتا ہے۔ آپ سے دعا کرانے آیا ہوں۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ دیکھو اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے کوئی بولی (کتا کی ایک قسم) پال لو تکلیف دور ہو جائے گی۔ دیہاتی نے ہاتھ جوڑے اور کہا
”و میںڈا پیر وی تسیں میںڈا بولی وی تسیں“

ان دونوں لطیفوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ جس طرح ان دونوں مریدوں نے اپنے خیال کے مطابق اپنے پیر کی تو تعظیم لیکن ہو گئی بے ادبی۔ اسی طرح یہ شیعہ راگ الاپتے ہیں۔ محبت کا اور برتاؤ ان کا دشمنوں کا سا ہے۔

گستاخی نمبر ۴ :-

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "دو ۲" دیکھنے والا بھینگا ہے۔

ے

یا علی تم اور نبی تو ایک تھے
چشم احول میں مگر دو ہو گئے

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین
جلد اول ص۱۹۳ مطبوعہ یوسفی۔ دہلی۔)

ایک متعصبانہ طنز :-

کتاب تہذیب المتین کے مصنف نے اس شعر میں ایک تیر سے دو شکار کئے۔ ایک تو اپنا عقیدہ بیان کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ہیں۔ دو نہیں۔ دوسرا یہ کہ جن لوگوں (اہل سنت) کو دو نظر آتے ہیں۔ یہ اُن کی نظر کا قصور ہے۔ کیونکہ وہ بھینگے ہیں۔ اور بھینگا شخص ایک چیز کو دو چیزیں دیکھتا سمجھتا ہے۔ گویا "مظہر حسین" اسلے دیے الفاظ میں یہ اقرار کیا ہے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو الگ الگ اور دو مختلف مراتب پر فائز شخصیتیں ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اگرچہ شیعہ لوگ مرتبہ کے اعتبار سے حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل مانتے ہیں۔ اگر افضل نہ مانیں تو کم از کم برابر

ضرور کہتے ہیں۔

"علامہ یعقوب کلینی" نے اصول کافی میں لکھا ہے۔ یہ کتاب امام غائب کی مصدقہ ہے۔

حضرت علی فضیلت میں نبی علیہ السلام کے برابر ہیں۔

اصول کافی :۔

قَالَ اَبُوعَبْدِ اللّٰہِ یَاسُلَیْمَانُ مَاجَآءَ مِنْ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ یُؤْخَذُبِہٖ وَمَا نَہٰی عَنْہُ یُنْتَھٰی عَنْہُ جَرٰی لَہٗ مِنْ فَضْلِ مَاجَرٰی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ

(اصول کافی مطبوعہ نولکشور ص۱۱۸)

(اصول کافی جلد اول ص۱۹۷ کتاب الحجۃ باب ان الائمۃ ھم ارکان الارض)

ترجمہ :۔

امام صادق نے فرمایا۔ اے سلیمان! جو امیرالمومنین حکم دیں ۔ مانو ۔ جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ علی کو وہی فضیلت حاصل ہے۔ جو رسول کو ہے۔

گستاخی ۵:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین چیزیں وہ عطا ہوئیں۔ جو رسول اللہ کو نہ ملیں

انوار نعمانیہ:-

وَقَدْ رَوَى الصَّدُوْقُ طَابَ ثَرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ أُعْطِيْتُ ثَلَاثًا وَعَلِيٌّ مُشَارِكِيْ فِيْهَا وَأُعْطِيَ عَلِيٌّ ثَلَاثًا وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيْهَا فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الثَّلٰثُ الَّتِيْ شَارَكَكَ عَلِيٌّ قَالَ لِوَاءُ الْحَمْدِ لِيْ وَعَلِيٌّ حَامِلُهُ وَالْكَوْثَرُ لِيْ وَعَلِيٌّ سَاقِيْهِ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ لِيْ وَعَلِيٌّ قَسِيْمُهُمَا وَأَمَّا الثَّلٰثُ الَّتِيْ أُعْطِيَ عَلِيٌّ وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيْهَا فَإِنَّهُ أُعْطِيَ شُجَاعَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُ وَأُعْطِيَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ زَوْجَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهَا وَأُعْطِيَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُمَا۔

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص۱۷ نور نبوی مطبوعہ تبریز طبع جدید انوار نعمانیہ مطبوعہ ایران ص۶ فی تعظیم جبرائیل لعلی علیہ السلام طبع قدیم

(۲۔ امالی طوسی جلد اول ص۳۵۴ الجزء الثانی عشر مطبوعہ قم)

(۳۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص۲۶ فی مساواتہ مع النبی علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:۔

شیخ صدوق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا مجھے تین چیزیں دی گئیں۔ اور ان میں "علی" میرے ساتھ شریک ہے۔ اور علی کو تین چیزیں اور دی گئیں جن میں میں شریک نہیں ہوں۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ! وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ جن میں حضرت علی آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ فرمایا۔ ایک لواء الحمد مجھے دی گئیں۔ اور علی اس کے اٹھانے والا ہے دوسرا کوثر مجھے عطاء ہوئی۔ اور علی اس کا ساقی ہے۔ تیسرا جنت و دوزخ مجھے دی گئی۔ اور علی ان کا قاسم (تقسیم کرنے والا) ہے۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں۔ لیکن ان میں میں بھی شریک نہیں۔ پہلی یہ کہ علی کو شجاعت ایسی ملی۔ جیسی مجھے بھی نہیں ملی۔ دوسری علی کو فاطمۃ الزہرا بیوی ملی۔ اس جیسی مجھے بیوی نہ ملی۔ تیسری علی کے دو فرزند حسن و حسین ہیں مجھے ان دونوں جیسے بیٹے نہیں ملے۔

نوٹ

اس روایت میں شیخ صدوق نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں۔ بلکہ درجات و منازل میں آپ سے افضل ہیں اس روایت میں "شیخ صدوق" نے دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ ایک تو یہ کہہ کر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ سے من وجہ افضل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ بھی سہی آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی تو ہیں۔ اور امتی کو نبی سے افضل قرار دینا توہین نبی ہے۔ اس لیے کفر ہوئی۔

دوسری بات یہ کہ اس روایت میں "شیخ صدوق" نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف یہ نسبت کی۔ کہ آپ نے فرمایا۔ جیسی بیوی (فاطمۃ الزہرا) علی کو ملی۔ مجھے نہیں ملی۔ ان الفاظ میں اس شیعہ ملا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی گستاخی کرتے ہوئے گویا۔ آپ پر بے شرمی کا الزام لگایا۔ کیونکہ کوئی باضمیر اور شرم وحیا والا انسان اپنے داماد کو یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ جیسی بیوی (یعنی میری بیٹی) تم کو ملی۔ ویسے مجھے نہیں مل سکی۔ گویا میری بیٹی تیری زوجیت میں ہے۔ میری زوجیت میں نہیں۔

(معاذ اللہ استغفراللہ)

گستاخی ۶:۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رض کے بارے میں ڈرایا

احتجاج طبرسی:۔

فَلَمَّا وَقَفَ بِالْمَوْقِفِ اَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْرَئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ لَكَ اِنَّهُ قَدْ دَنٰى اَجَلُكَ وَ مُدَّتُكَ .... فَاَقِمْ يَا مُحَمَّدُ عَلِيًّا عَلَمًا وَخُذْ عَلَيْهِمُ الْبَيْعَةَ وَجَدِّدْ عَهْدِىْ وَمِيْثَاقِىْ لَهُمُ الَّذِىْ وَ اَثْبَتَهُمْ عَلَيْهِ فَاِنِّىْ قَابِضُكَ اِلَىَّ وَ مُسْتَقْدِمُكَ عَلَىَّ فَخَشِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْمِهٖ وَ اَهْلِ

النِّفَاقِ وَ الشِّقَاقِ اَنْ یَّتَفَرَّقُوْا وَیَرْجِعُوْا اِلَی الْجَاهِلِیَّةِ لِمَا عَرَفَ عَنْ عَدَاوَتِهِمْ وَلِمَا یَنْطَوِیْ عَلَیْهِ اَنْفُسُهُمْ لِعَلِیٍّ مِّنَ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ وَسَئَلَ جِبْرَائِیْلَ اَنْ یَّسْئَلَ رَبَّهُ الْعِصْمَةَ مِنَ النَّاسِ وَ انْتَظَرَ اَنْ یَّاْتِیَهُ جِبْرَئِیْلُ بِالْعِصْمَةِ مِنَ النَّاسِ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِسْمُهُ فَاَخَّرَ ذٰلِكَ اِلٰی اَنْ بَلَغَ مَسْجِدَ الْخَیْفِ. فَاَتَاهُ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ مَسْجِدِ الْخَیْفِ فَاَمَرَهُ بِاَنْ یَّعْهَدَ عَهْدَهُ وَ یُقِیْمَ عَلِیًّا عَلَمًا لِلنَّاسِ یَهْتَدُوْنَ بِهٖ وَلَمْ یَاْتِهٖ بِالْعِصْمَةِ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالَّذِیْ اَرَادَ حَتّٰی بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِیْمِ بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فَاَتَاهُ جِبْرَائِیْلُ وَاَمَرَهُ بِالَّذِیْ اَتَاهُ فِیْهِ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ وَلَمْ یَاْتِهٖ بِالْعِصْمَةِ فَقَالَ یَا جِبْرَئِیْلُ اِنِّیْ اَخْشٰی قَوْمِیْ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِیْ وَلَا یَقْبَلُوْا قَوْلِیْ فِیْ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَسَئَلَ جِبْرَئِیْلَ كَمَا سَئَلَ بِنُزُوْلِ اٰیَةِ الْعِصْمَةِ فَاَخَّرَهُ ذٰلِكَ فَرَحَلَ فَلَمَّا بَلَغَ غَدِیْرَ خُمٍّ قَبْلَ الْجُحْفَةِ بِثَلَاثَةِ اَمْیَالٍ اَتَاهُ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی خَمْسِ سَاعَاتٍ مَضَتْ مِنَ النَّهَارِ بِالزَّجْرِ وَ الْاِنْتِهَارِ وَ الْعِصْمَةِ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ

يَا مُحَمَّدُ وَ إِنَّ اللّٰهَ يَقْرَئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ لَكَ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ، وَ إِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

(۱۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص۶۹، ۷۰
حدیث الغدیر طبع جدید مطبوعہ قم۔
طبع قدیم ص۳۵)
(۲۔ جامع الاخبار ص۱۱ فصل خامس،
فضائل امیر المومنین مطبوعہ نجف اشرف
(۳۔ تفسیر صافی جلد اول ص۴۶۰ مطبوعہ
تہران طبع جدید زیر آیت یا ایہا الرسول)

ترجمہ:۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم (حج کے دوران) موقف میں تھے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے جبرئیل نے آکر سلام عرض کیا۔ اور کہا۔ کہ آپ کی مدت حیات ختم ہو چکی ہے۔ .... پس علی کو بلند جگہ کھڑا کر کے لوگوں سے ان کے حق میں بیعت لے لیں۔ اور وہ وعدہ دہرائیں۔ جو آپ نے لوگوں سے بیعت لینے کا مجھ سے کر رکھا ہے۔ کیونکہ میں آپ کو دنیا سے اٹھا کر اپنی طرف لانے والا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین اور دوسرے بدبخت لوگوں سے یہ خطرہ ہو کہ کہیں یہ لوگ پیچھے سے جاہلیت کی طرف نہ پلٹ جائیں۔ اور تفرق کا شکار نہ ہو جائیں۔ کیونکہ آپ اُن کی عداوت سے واقف تھے۔ اور حضرت علیؓ

کے رہا تھا ان کا بغض و حسد بالکل عیاں تھا آپ نے جبرئیل سے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے میری حفاظت کے بارے میں سوال کریں۔ کہ وہ لوگوں سے میری حفاظت و عصمت کا ذمہ لے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصمت و حفاظت کا حکم آنے کے منتظر تھے۔ لیکن مسجد خیف تک جبرئیل نہ آئے۔ جب مسجد خیف میں پہنچے۔ تو جبرئیل آئے۔ اور وہی وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا اور حضرت علی کو کسی اونچے مقام پر کھڑا کر کے لوگوں کو ان سے ہدایت لینے کا پیغام تو لائے۔ لیکن آپ کو عصمت و حفاظت پھر نہ ملی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان ”کرع الغمیم“ پہنچے۔ وہاں بھی جبرئیل وہی سابقہ پیغام ہی لائے۔ حفاظت کا کوئی ذکر نہ تھا۔ آپ نے جبرئیل سے کہا مجھے خدشہ ہے۔ کہ حضرت علی کے بارے میں جو بات تم نے پہنچائی۔ لوگ اسے قبول نہ کریں گے۔ اور اس میں مجھے جھٹلائیں گے۔ پھر جبرئیل سے عصمت کے بارے میں پوچھا اس معاملہ کو پھر مؤخر کر دیا گیا۔ حتی کہ آپ ”غدیر خم“ پہنچے۔ جو جحفہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے پاس جبرئیل آئے۔ جبکہ دن قریب زوال تھا۔ آپ کو ڈانٹ پلائی۔ اور لوگوں سے حفاظت کا پیغام بھی لائے۔ کہا۔ اے محمد! اللہ تعالیٰ سلام کے بعد کہتا ہے۔ ”یایھا الرسول بلغ الایۃ“ اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا۔ اس کی تبلیغ فرمادیں۔ اگر آپ نے نہ کیا۔ تو سمجھنا کہ اللہ کی رسالت کی تبلیغ ہی تم نے نہیں کی اور اللہ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔

☆

گستاخی نمبر (۷):۔

اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ آپ کو آسمانوں پر بلا کر سب سے زیادہ تاکید در ولایت علیؓ کی کی

حیات القلوب:۔

ابن بابویہ و صفار و دیگراں بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ اند۔ کہ حق تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم را صد و بست مرتبہ باسمان برد و در ہر مرتبہ آنحضرت را در باب ولایت و امامت امیر المومنین و سائر آئمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین زیادہ بر سائر فرائض تاکید و مبالغہ نمود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص۵۰۴ باب بست و چہارم در معراج آنحضرت)

ترجمہ:۔

ابن بابویہ اور صفار وغیرہ معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر بلایا۔ اور ہر مرتبہ آپ کو ولائت و امامتِ علی اور دوسرے ائمہ طاہرین کی امامت کے بارے اتنی تاکید اور مبالغہ فرمایا۔ جو دیگر فرائض میں تاکید و مبالغہ نہ کیا گیا۔

تنبیہ:۔

پچھلی دو گستاخیوں (۶-۷) کی عبارات پڑھ کر کوئی بھی منصف مزاج یہ

بات تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حکم کی تبلیغ کا ارشاد فرمایا۔ تو آپ نے اس شرط پر تبلیغ کی ذمہ داری اٹھانا چاہی۔ کہ لوگوں سے خوف کا کوئی بندوبست ہو۔ اللہ تعالیٰ میری حفاظت کا ذمہ لیں۔ تو پھر اس حکم کی تبلیغ ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں یہ بات کس قدر بعید از عقل ہے کہ جب نبی پاک علیہ السلام کے ساتھ کوئی ایک مددگار نہ تھا آپ نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان کیا اور آپ کو کسی سے خوف نہ آیا مگر جب آپ کے ساتھ لاکھ سے بھی زیادہ جانثاروں کی تعداد موجود تھی اس وقت آپ نے دو تین آدمیوں کی مخالفت کے خوف سے کیسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کی۔ معاذ اللہ۔ اور یہی اصرار ایک دو تین مرتبہ وحی آنے تک رہا۔ تیسری مرتبہ ڈانٹ ڈپٹ بھی آئی۔ اور مطلوبہ حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا۔ تو پھر آپ نے ولایت علی کا اعلان کیا معاذ اللہ کیا اللہ کے رسول مامور من اللہ نہیں ہوتے۔ اگر رسول ہی روگردانی کریں تو مامور من اللہ کیسے ہوئے۔ غضب کی بات ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت و امامت اور ولائت علی وائمہ طاہرین کے متعلق ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلا کر اللہ نے سخت وعدہ لیا۔ اور اس معاملہ میں اتنی تاکید کی۔ کہ کسی دوسرے فرض میں ایسی تاکید نہ کی گئی۔ لیکن ابوبکر وعمر کے ڈر سے آپ نے اس حکم کا اعلان اس وقت تک نہ کیا۔ جب تک حفاظت کا انتظام نہ ہوا۔ اور رد بھی ہوا۔ تو ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ۔ کہاں رسالت کا منصب اور کہاں ولایت علی کے بارے میں آپ کو سخت گرفت۔

حاصل کلام یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ اور مقام اہل تشیع کے نزدیک اس قدر بلند و بالا ہے۔ کہ اس سے مقابلہ میں منصب رسالت کی نفی ہو جائے۔ تو پرواہ نہیں۔ لیکن ’’ولایت و امامت علی‘‘ میں سر مو فرق نہیں آنا چاہیئے اس سے صاف ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کی جو کچھ قدر و منزلت ہے یہ سب کچھ حضرت علی کے طفیل ہے۔ معاذ اللہ اس لیے ہر ذی عقل آدمی بشرطیکہ غور و فکر کرے تو فوراً فیصلہ کرے گا۔ کہ

یہ سب کچھ ان کی خانہ ساز باتیں۔ اور اختراعی افسانہ جات ہیں۔ جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر واقعی ان کی کوئی حقیقت ہوتی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ابو بکر صدیق کو اپنے آخری ایام میں امام نہ بناتے۔
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی نمبر(۸):

شرک اور علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے ساتھ کسی اور کی شرکت دونوں برابر جرم ہیں

تفسیر قمی:-

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْفُضَيْلِ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِ اللهِ لِنَبِيِّهٖ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ، قَالَ تَفْسِيْرُهٗ لَئِنْ اَمَرْتَ بِوِلَايَةِ اَحَدٍ مَّعَ وِلَايَةِ عَلِيٍّ مِنْ بَعْدِكَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ.

(تفسیر قمی صفحہ ۵۸۱ مطبوعہ ایران سورہ

زمر پارہ نمبر ۲۴)

ترجمہ:

ابو حمزہ امام باقر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ "لئن اشرکت لیحبطن عملك" اے پیغمبر اگر آپ نے شرک کیا۔ تو آپ کے سب عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اور آپ نقصان پانے والے ہو جائیں گے۔ تو ابو حمزہ کو امام باقر نے کہا۔ اس کی تفسیر یہ ہے۔ کہ اے پیغمبر اگر آپ نے حضرت علی کی ولایت کے سوا کسی اور کی ولایت کا حکم دیا۔ تو تمہارے تمام اعمال ضبط کر لیے جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

العیاذ باللہ

تنبیہ:-

قارئین کرام ذرا غور فرمائیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں "امامت و ولایت" کا کیا مقام ہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ ان کے نزدیک دیگر انبیائے کرام تو کجا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ کیونکہ ابھی ابھی شیعہ حضرات کے دو قول گزرے ہیں۔ کہ (۱) اگر تو نے اے رسول! اللہ تعالیٰ کا پیغام جو ولایت و امامت علی کے بارے میں ہے۔ اس کی تبلیغ نہ کی۔ تو گویا تو نے کسی حکم کی تبلیغ ہی نہ کی۔ اور رسالت کا فریضہ ہی سرانجام نہ دیا اور دوسرا اگر تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت میں اپنے بعد کسی کو شریک بنایا۔ یا کسی اور کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ تو اس جرم کی پاداش

یں تیرے سب اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔ اور سراسر نقصان اٹھائے گا۔ تو ان دو باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دارومدار بھی "ولایت وامامت علی" پر موقوف ہے۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ مشکل کے وقت حضرت علی نبی علیہ السلام کو کفار سے بچاتے رہے۔

حلیۃ الابرار :۔

قال فھل فیکم احد وقی رسول اللہ علیہ السلام بنفسہ وردبہ کید المشرکین۔

حلیۃ الابرار جلد ۱ ص ۱۴۱ باب ۴۸ احتجاجہ علی اہل الشوریٰ طبع قم۔

ترجمہ :۔

حضرت علی نے فرمایا کیا کوئی ایسا ہے کہ جس نے رسول اللہ علیہ السلام کو مشرکین سے بچایا۔ (میرے سوا)

شیعہ حضرات کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال ضائع ہو گئے (معاذ اللہ)

ہم نے جو گستاخی کی عبارت نقل کی ہے۔ اگر اس کو ذہن میں رکھ کر سورہ تحریم کی تفسیر شیعی .... کو پڑھا جائے۔ اور دونوں کو ملا کر مفہوم نکالا جائے۔ تو نتیجہ بالکل صاف نظر آئے گا۔ سورہ تحریم تفسیر شیعی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر قمی :-

قَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ يَلِي الْخِلَافَةَ مِنْ بَعْدِيْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِ اَبُوْكِ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ بِهٰذَا قَالَ اللّٰهُ اَخْبَرَنِيْ -

(تفسیر قمی سورۃ تحریم ص۶۸۷ ، تفسیر صافی جلد دوم ص۷۱۶ مطبوعہ تہران طبع جدید -)

ترجمہ :-

آپ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر صدیق ہو گا۔ اور اس کے بعد تیرا باپ (یہ گفتگو آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی۔) توام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔ آپ کو اس کی کس نے خبر دی ہے فرمایا اللہ نے :

"تفسیر قمی" کی گستاخی :- میں جو عبارت تھی۔ وہ یہ کہ اگر تم نے اپنے بعد کسی اور کی ولایت و امامت کا اعلان کیا۔ تو اپنے تمام اعمال ضبط سمجھنا۔ اور یہاں (سورہ تحریم میں) اس بات کا صاف صاف اعلان فرما دیا۔ کہ میرے بعد علی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ گویا جس بات سے منع کیا گیا۔ وہی کر دکھائی۔ تو لازماً اس جرم کی سزا بھی ہو گی۔ اور وہ سزا یہی تھی۔ کہ تمہارے تمام اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ تو نتیجہ یہی نکلا۔ کہ چونکہ حضور علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بجائے ابوبکر صدیق کی خلافت کا اعلان فرما دیا۔ لہٰذا تمام اعمال ضبط ہو گئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ تھی اہمیت ولایت علی کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال لے ڈوبی۔ مگر برایں عقل و دانش بباید گریست،

حاصل کلام یہ ہے :

کہ شیعہ حضرات غلط بیانی اور من گھڑت روایات کا سہارا لے کر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرنے بیٹھتے ہیں۔ تو یہ بھی سوچا نہیں کرتے۔ کہ لئن اشرکت لیحبطن عملک،، سے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و خلافت بلافصل ثابت کرتے ہیں۔ تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ضائع ہونا نتیجتاً ثابت ہو گا۔ اور پھر اس سے اپنی بے دینی اور بے ایمانی کا ثبوت مہیا کر دیں گے۔ اور پھر خلافت و امامت کے لیے تصور ہی باقی نہ رہے گا۔ قرآن پاک کی ایسی تاویلات اور حضرات انبیاء کرام کی ایسی گستاخیوں کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایسی فضیلت کا معتقد ہو جائے گا۔ تو پھر وہ یہی سمجھے گا۔ کہ یہ حق صرف اور صرف حضرت علی کو ہی پہنچتا ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں مداخلت کا کلیتاً حق نہیں۔ لیکن ان افسانوی واقعات رکیک تاویلات اور قرآنی تحریفات کا جو نتیجہ ان کی بے ایمانی کی صورت میں نکلتا ہے۔ وہ ان اندھوں کو نظر نہ آتا ہے۔ نہ آئے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فصل چہارم

امہات المومنین اور شیخین سے گستاخیاں:-

گستاخی ۱:-

فروع کافی:-

الخيبري عن الحسين بن ثوير و ابي سلمة السراج قالا سمعنا ابا عبد الله عليه السلام وهو يلعن في دبر كل مكتوبة اربعة من الرجال و اربعا من النساء فلان و فلان و فلان و معاوية يسميهم و فلانة و فلانة و هند و ام الحكم اخت معاوية.

(فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب التعقیب بعد الدعاء جلد سوم ص ۳۴۲ طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ:- الخیبری حسین بن ثویر اور ابو سلمہ سراج سے روایت کرتا ہے۔ کہ ان دونوں

نے کہا۔ کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو سنا۔ آپ ہر فرضی نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ فلاں[1]، فلاں[2]، فلاں[3]، اور معاویہ[4] ان کا نام لے کر اور فلانیہ اور فلانیہ[2] اور ہند[3] اور ام حکم[4] ہمشیرہ معاویہ۔

وضاحت:-

اس روایت میں جن تین مردوں کا "بطور تقیہ" نام نہیں لیا گیا۔ یہ راوی کی طرف سے ہے۔ ورنہ امام جعفر صادق اس روایت کے الفاظ کے مطابق ان تین کے بھی نام لے کر لعنت کرتے تھے۔ اور اسی طرح دو عورتوں کا جو نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی بھی یہی حقیقت ہے ان تین مردوں سے مراد، ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور دو عورتوں سے مراد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

ہر نماز کے بعد خلفائے ثلاثہ پر لعنت بھیجنا اور حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہنا ان کا جزو ایمان ہے

شیعہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ اور سیدہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہم پر ہر نماز کے بعد لعنت بھیجتے رہے تو ان حضرات پر لعنت بھیجنا وہ اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) قارئین کرام مقام غور ہے۔ وہ امہات المومنین کہ جن کے متعلق قرآن کے الفاظ یہ ہیں۔ وہ یا نساء النبی لستن

کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ الخ،،

اسے نبی کی بیویو! تم دنیا کی عام عورتوں جیسی نہیں ہو۔ کیونکہ تمہیں "وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ"، کے ذریعہ مومنین کی مقدس روحانی مائیں بنا دیا گیا ہے۔ ان پاک شخصیتوں کے بارے میں یہ لوگ زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ اور تبرا بازی کرنے سے باز نہیں آتے۔ بلکہ ہر نماز کے بعد ایسا کرنا جزو ایمان اور عین عبادت قرار دیتے ہیں۔ جو آدمی اپنی نسبی اور جسمانی والدہ پر لعنت کرے۔ لوگ اسے "حرامی"، کہتے ہیں۔ اور جو روحانی والدہ پر لعن طعن کرے۔ اسے جو کچھ کہنا چاہیے۔ تم خود فیصلہ کر سکتے ہو۔ نسبی ماں کے لیے نماز کے آخر میں "رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ"، کہیں۔ اور روحانی ماں پر سلام کے بعد سب و شتم کریں؟ کیا ایمان اسی کا تقاضا کرتا ہے۔؟

اس کے علاوہ یہ بھی سوچو۔ کہ ان مقدس عورتوں کا تعلق اگرچہ ابوبکر و عمر سے ہے لیکن یہ تعلق ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل ان کی پہچان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی حیثیت سے ہے۔ اور اسی تعلق سے یہ امہات المومنین ہوئیں۔ اگر ان پر لعن طعن کرتے ہو۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے راضی ہوتے ہوں گے۔؟ خدارا سوچو! پھر وہ حضرات جن میں سے ایک (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں، امت کا امام مقرر فرمایا۔ اہل بیت نے ان کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ اور دوسرے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مانگا تھا۔ اور جن کی بدولت اسلام چار دانگ عالم میں پھیلا۔ ان حضرات پر لعنت کرنے والے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے کیا تعلق؟ جس کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں۔ اور پھر لوٹائی بھی نہ جائیں۔ گویا تم اپنے ائمہ کے امام پر سب و شتم کرتے ہو۔؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ امام جعفر صادق کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی۔ کہ

آپ ہر نماز کے بعد ان حضرات پر لعن طعن کرتے تھے۔ ایک عظیم بہتان اور ایک بہت بڑی گستاخی ہے۔ جو آپ کی طرف منسوب کی گئی۔ کیونکہ امام جعفر صادق نے کبیرہ گناہ کی لسٹ میں عقوق والدین کو بھی شمار کیا ہے اور اس کی یوں تفسیر کی ہے۔

خصال شیخ صدوق:۔

وَاَمَّا عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ فَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهِ النَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ

(خصال شیخ صدوق جلد ثانی ص۱۲۲ الکبائر بسع مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

عقوق والدین کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یعنی جیسے قتل زنا کبیرہ گناہ ہیں اسی طرح نبی علیہ السلام کی ازواج کی نافرمانی اور گستاخی کبیرہ گناہ ہے

تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام جعفر امہات المومنین پر لعنت کر کے معاذ اللہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کریں

اس کے علاوہ امام موصوف کی والدہ "ام فروہ" دونوں طرف سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی "نواسی اور پوتی" لگتی ہیں۔ تو ان ظالموں نے یہ دیکھا کہ ان حضرات کے باہمی روحانی کیا تعلقات ہیں۔ اور نہ نسبی نسبت ذہن میں آئی۔ صرف دھن یہ سوار تھی۔ کہ ان حضرات پر لعن طعن کے لیے کچھ ادھر اُدھر کی جوڑنی چاہیے۔ اب انہی امام موصوف سے صدیق اکبر کی تعظیم سنیئے۔ اور ان خرافات سے موازنہ کیجیے۔ "احقاق الحق" ص میں ملا شوستری نے لکھا ہے۔

اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ جَدِّیْ هَلْ یَسُبُّ اَحَدٌ اٰبَاءَهٗ لَا قَدَّمَنِیَ اللّٰهُ

اِنْ لَّا اُقَدِّمُہٗ،، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا دادا ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے نانا دادا کو گالی دے سکتا ہے؟ اگر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اقرار نہ کروں۔ تو اللہ تعالیٰ مجھے کسی قسم کی عظمت و شان نہ دے۔

اسی طرح "کشف الغمہ" میں امام موصوف کے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مذکور ہے۔

کشف الغمہ:

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدًا ابْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السَّيْفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ قَدْ حَلّٰى أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ سَيْفَهٗ قُلْتُ أَتَقُوْلُ الصِّدِّيْقُ قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَةً وَّاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ نَعَمِ الصِّدِّيْقُ نَعَمِ الصِّدِّيْقُ نَعَمِ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَّمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ لَهٗ قَوْلًا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم ص۱۴۷

تذکرہ معاجز الامام ابو جعفر الباقر

مطبوعہ تبریز)

ترجمہ:-

امام باقر رضی اللہ عنہ سے عروہ بن زبیر نے پوچھا کیا تلوار پر سونا چڑھانا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی بات نہیں۔ درست ہے۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار پر سونا چڑھایا تھا۔ میں نے کہا۔ آپ ابوبکر کو "صدیق" کہہ رہے ہیں۔ تو اس پر آپ برافروختہ ہو کر قبلہ رخ ہوئے

اور تین مرتبہ فرمایا۔ ہاں وہ "صدیق" ہیں۔ اور جو انہیں صدیق نہ کہے۔ اللہ اس کی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے۔

مذکورہ احادیث میں سے پہلی حدیث حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور دوسری ان کے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ امام جعفر صادق نے صاف صاف فرما دیا کہ کون بدبخت اپنے نانا دادا کو گالی دے سکتا ہے؟ یعنی عام آدمی بھی یہ گوارا نہیں کرتا۔ کہ اس کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہا جائے۔ اور امام باقر رضی اللہ عنہ نے تو ایسے شخص کو جو شانِ صدیقی پر حرف زنی کرتا ہے۔ کذاب اور راندۂ بارگاہ ایزدی کہا ہے۔ ان دونوں روایتوں کو دیکھیے۔ اور گذشتہ گستاخی ۱ کی عبارت جو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کی گئی موازنہ کیجیے۔ تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ ایسی لعن طعن کی روایات جو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کی گئی ہیں یہ شیعہ حضرات کی خود ساختہ ہیں ورنہ امام جعفر کے نزدیک ان حضرات پر لعن طعن کرنے والا بدبخت، کذاب اور ناعاقبت اندیش ہے۔ لہذا ایسے کذابوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

گستاخی نمبر (۲):۔

امام قائم ظاہر ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر "حد" نافذ کریں گے (معاذ اللہ)

حق الیقین:۔

وابن بابویہ در علل الشرائع روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

کہ چوں قائم ما ظاہر شود، عائشہ را زندہ کند تا بر او حد زند۔ و انتقام فاطمہ، را بکشد۔

(حق الیقین ص ۲۱۹ در بیان اثبات رجعت مطبوعہ ایران)

ترجمہ:-

"علل الشرائع" میں ابن بابویہ نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب امام قائم ظاہر ہوں گے۔ تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کریں گے۔ تاکہ ان پر حد لگائیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے انتقام لیں۔

گستاخی نمبر (۳):-

ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی بالترتیب وقت کے فرعون، ہامان اور قارون تھے (معاذ اللہ)

حق الیقین:-

در اخبار معتبرہ وارد شدہ است در تاویل ایں آیت۔ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا

یَحْذَرُوْنَ۔

(پ۲۰ سورہ القصص

ترجمہ:

یعنی اللہ فرماتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ زمین کے اندر بسنے والے کمزوروں پر مہربانی کر کے انہیں امام اور وارث بنا دیں۔ زمین میں انہیں غلبہ دے دیں اور فرعون ھامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھا دیں۔ جس سے وہ گھبراتے تھے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ

کہ ایں مثلیت کہ خدا زدہ است برائے اہل بیت رسالت کہ موجب تسلّی آنحضرت گردید۔ زیرا کہ فرعون ہامان وقارون ستم کردند بر بنی اسرائیل وایشاں واولاد ایشاں را میکشتند۔ ونظیر ایشاں درایں امت ابوبکر و عمر وعثمان واتباع ایشاں بودند۔ کہ سعی میکردند در قتل وقمع اہل بیت رسول۔ خدائی تعالٰی وعدہ دادہ است پیغمبرش را کہ ہم چنانکہ ولادت موسٰی را مخفی کردم واو را از فرعون غائب گردانیدم و بعد از آں او را ظاہر ساختم و بر فرعون واتباعش غالب گردانم وہمہ را بدست او ہلاک کردم ہمچنیں حضرت قائم را ولادتش را پنہاں خواہم کرد۔ واز فراعنہ زماں خود او را مستور خواہم گردانید۔ ورجعت ایشاں را بر دشمنانِ ایشاں غالب خواہم کرد کہ انتقام خود را از ایشاں بکشند۔ پس تاویل آیات چنیں است دمیخواہم کہ منت گذاریم بر آنہا کہ ایشاں را ضعیف، گردانیدہ اند در زمین کہ اہل بیت رسالت اند وبگردانیم ایشاں را امامان وبگردانیم ایشاں را وارثانِ زمین کہ پادشاہی روئے زمین برائے

ایں نشان مسلم گردد و تمکن و اقتدار بدہیم ایشاں را در زمین باطل را برانند و حق را ظاہر گردانند۔ و بنمائیم بفرعون و ہامان یعنی ابوبکر و عمر و لشکر ہائی ایشان را و اینها لبند کہ غصب حق آل محمد کردند منہم یعنی از آل محمد آنچہ خود میکردند از کشتن و عذاب۔

(حق الیقین باب پنجم در بیان اثبات رجعت

ص۲۱۶ مطبوعہ تہران)

ترجمہ

"و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا الخ" پ۲۰ رکوع ۴۔ آیت کریمہ کی تعبیر و تفسیر میں وارد ہوا ہے۔ کہ یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کی ہے۔ تاکہ آپ کی تسلی کا سبب بن جائے۔ کیونکہ فرعون و ہامان اور قارون نے بنی اسرائیل پر ظلم و ستم ڈھائے۔ انہیں اور ان کی اولاد کو قتل کیا۔ ان لوگوں کی مثال اس امت میں ابوبکر و عمر و عثمان ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جو ان کے ماننے والے ہیں۔ ان لوگوں نے اہل بیت کے قلع قمع میں کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ وعدہ دیا کہ ہم نے جس طرح موسیٰ کی پیدائش کو پوشیدہ رکھا۔ اور ان کو فرعون سے غائب کر دیا۔ پھر انہیں ظاہر کیا۔ فرعون اور اس کے ماننے والوں پر غالب کیا۔ اور تمام کو ان کے ہاتھوں ہلاک کر دیا۔ اسی طرح امام قائم کی ولادت کو پوشیدہ رکھیں گے۔ اور اس دور کے فرعون سے چھپا رکھیں گے۔ انہیں واپس لا کر ان کے دشمنوں پر غالب کریں گے۔ ان سے اپنا بدلہ لیں گے۔ لہٰذا آیت کی تاویل اس طرح ہوگی۔

ہم چاہتے ہیں۔ کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنہیں زمین میں کمزور بنا دیا گیا۔ (یعنی اہل بیت) اور ہم انہیں امام بنائیں۔ اور انہیں زمین کا وارث

بنائیں۔ تاکہ باطل کو بھگائیں۔ اور حق کو ظاہر کریں اور ہم فرعون وہامان یعنی ابوبکر و
عمر اور ان کے ساتھیوں کو دکھائیں گے۔ کہ اہل بیت کے حقوق انہوں نے کس
طرح غصب کیے اور ان سے کشت وخون کا بدلہ لیں گے۔ یعنی قائم آل محمد ان کو
قتل کریں گے۔ اور عذاب دیں گے۔

گستاخی ۴:

تمام شیعہ نماز کے بعد سو مرتبہ خلفائے ثلاثہ اور امیر معاویہ و
یزید پر لعنت بھیجتے ہیں

اَللّٰھُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ مِنِّیْ وَابْدَاْءِ
بِہٖ اَوَّلًا ثُمَّ الثَّانِیَ ثُمَّ الثَّالِثَ ثُمَّ الرَّابِعَ اَللّٰھُمَّ
اِلْعَنْ یَزِیْدَ بْنَ مُعَاوِیَۃَ خَامِسًا

ترجمہ:

اے اللہ! میری طرف سے تو خود اس شخص پر سب سے پہلے لعنت کر
جس نے ان پر سب سے پہلے ظلم کیا پھر دوسرے پھر تیسرے پھر چوتھے اور
پھر پانچویں یعنی یزید بن معاویہ پر لعنت کر۔

(تحفۃ العوام باب بعنوان ماہ محرم کے
بیان میں ص ۱۷۷-۱۷۸)

نوٹ:۔

اول ظالم سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوسرے سے فاروق اعظم تیسرے

عثمان غنی اور چوتھے سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اور پانچویں سے مراد یزید بن معاویہ ہے۔

تنبیہ:۔

گستاخی ۲،۳،۴ کی عبارات سے معلوم ہوا کہ شیعہ لوگوں سے بڑھ کر کوئی دوسرا فرقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا گستاخ نہیں۔ ان تمام گستاخیوں کی بنیاد صرف اور صرف ان کی ”مصنوعی امامت“ ہے۔ کیونکہ ان کے عقائد کے مطابق سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کو غصب کیا تھا۔ اس وجہ سے یہ حضرات خود اور ان کی صاحبزادیاں سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما بھی ان کے عتاب اور گستاخانہ قلم کا نشانہ بنیں۔ اور ان کے بارے میں طرح طرح کے من گھڑت واقعات و افسانے گھڑے گئے تاکہ عوام میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑکیں۔

مسئلہ رجعت:۔

چونکہ یہ لوگ اپنے دل کی بھڑاس صرف زبان و قلم سے ہی نکال سکتے تھے۔ اور نکالتے رہے۔ لیکن عملی طور پر نہ حضرت ابوبکر صدیق اور نہ ہی فاروق اعظم سے غصب شدہ خلافت و امامت واپس دلا سکے۔ اور نہ ہی امہات المومنین سے ”انتقام“ لے سکے۔ اس لیے ان کارروائیوں کو پورا کرنے کے لیے ان لوگوں نے ”مسئلہ رجعت“ ایجاد کیا۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ قرب قیامت امام مہدی دوبارہ لوٹ کر دنیا میں تشریف لائیں گے اور آکر حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ اور ان کو قتل کریں گے۔ حد لگائیں گے۔ اور ہر طرح سے پورا پورا انتقام لیں گے۔ اور اہل بیت پر کیے گئے مظالم کا بدلہ لیں گے۔

جبکہ اس وقت اور بڑھ جاتی ہے۔ جب شیعوں کو کہا جائے۔ اور پوچھا جائے۔ کہ تمہارا "امام قائم" غائب کیوں ہوا؟ تو جواباً کہتے ہیں۔ دشمنوں کے ڈر کی وجہ سے روپوش ہو گیا۔ بلکہ ان کی روایات کے مطابق امام حسن عسکری نے کہا۔ کہ امام غائب کا نام تک لینا بھی جرم ہے۔ بلکہ ان کا جو بھی نام لے۔ وہ کافر ہے۔ تو جو اپنے پہلے جنم میں دشمنوں کے خوف کے مارے روپوش ہو گیا۔ وہ دوبارہ آکر لوگوں کو قبروں سے نکال کر کیسے قتل کرے گا۔ کیسے انتقام لے گا۔؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سب افسانے ہیں۔ من گھڑت روایات و واقعات ہیں۔ اگر ان کے وہ اقوال جو امام قائم کے واپس آنے کے متعلق ہیں۔ کوئی پڑھے یا سنے۔ تو اسی وقت پکار اُٹھے گا۔ کہ یہ سب کچھ شیعہ لوگوں کی چالبازی اور مکاری ہے۔ حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

جب دس ہزار معتقد ہو جائیں گے۔ تو "امام قائم" ظاہر ہو جائیں گے۔

احتجاج طبرسی:۔

احتجاج طبرسی میں امام قائم کے ظہور کے متعلق لکھا ہے۔

يَجْتَمِعُ اِلَيْهِ مِنْ اَصْحَابِهِ عِدَّةُ اَهْلِ بَدْرٍ (ثَلَاثُمِائَةٍ وَّثَلَاثَةَ عَشَرَ) رَجُلًا مِنْ اَقَاصِي الْاَرْضِ وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ فَاِذَا اجْتَمَعَتْ لَهٗ هٰذِهِ الْعِدَّةُ

مِنْ اَهْلِ الْاِخْلَاصِ اَظْهَرَ اللّٰهُ اَمْرَهٗ فَاِذَا كَمُلَ لَهُ الْعَقْدُ (وَهُوَ عَشَرَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ) خَرَجَ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا يَزَالُ يَقْتُلُ اَعْدَآءَ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْضٰى عَزَّ وَجَلَّ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص۲۵۰ مطبوعہ قم فی تذکرہ جوابات من ابی جعفر یحییٰ بن اکثم طبع جدید طبع قدیم ص۲۴۸)

ترجمہ:۔

امام غائب کے لیے دنیا کے مختلف کونوں سے اصحاب بدر کی تعداد (تین سو تیرہ) کے مطابق لوگ اکٹھے ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "تم جہاں کہیں بھی ہو گے۔ اللہ تم سب کو لے آئے گا۔ کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" جب امام غائب کے لیے مذکورہ تعداد مخلصین کی جمع ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ پھر جب دس ہزار کا عدد مکمل ہو جائے گا تو امام قائم اللہ کے حکم سے ظاہر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہونے تک اس کے دشمنوں کو مارتے رہیں گے۔

کیا اب تک شیعوں کی تعداد دس ہزار نہیں ہوئی؟

ناظرین کرام۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ امام کے ظہور کے لیے شیعہ لوگوں نے دس ہزار متبعین کا عدد ذکر کیا ہے۔ یعنی جب اتنی تعداد میں ان کے نام لیوا میدان میں آ جائیں گے

تو امام قائم بلا خوف ظاہر ہو جائیں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس وقت دنیا میں امام غائب کے نام لیوا دس ہزار نہیں بلکہ دس کروڑ کے لگ بھگ ہیں۔ اب کیوں نہیں وہ تشریف لاتے؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کروڑوں میں سے دس ہزار بھی امام غائب سے مخلص نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سب ان کے دشمن ہیں اور وہ ان دشمنوں سے ہی ڈر کر غائب ہو گئے ہیں تو اب ان دشمنوں کے پاس کیسے تشریف لا سکتے ہیں۔ شیعہ حضرات نے یہ بیان کر کے تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار دی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سب کچھ من گھڑت اور شیطانی ذہن کی پیداوار۔ اور اس ضمن میں حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی ان لوگوں نے انتہائی گستاخی کی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ کے لیے دوبارہ زندہ کرنے اور پھر انہیں سزا دینے کے بے سروپا قصے اور واقعات تراشے۔ جس کی وجہ سے یہ انتہائی گستاخ ٹھہرے۔ حالانکہ صاحب روضۃ الصفا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث اسی ضمن میں نقل فرمائی۔ ملاحظہ فرمایئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی علیہ السلام کو تمام خلائق سے زیادہ محبت تھی

سوال کردہ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ترین خلائق نزد تو کیست، فرمود کہ عائشہ عمر و گفت سوال من از رجال است۔ فرمود کہ پدر او باز پرسید کہ بساز دی کیست فرمود کہ عمر"

(تاریخ روضۃ الصفا صفحہ ۳۸۰ جلد دوم ذکر احوال خاتم الانبیاء)

ترجمہ:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مخلوقات میں سے کس کو زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔ فرمایا۔ عائشہ کو۔ پھر پوچھا۔ حضور میری مراد مردوں کے بارے میں ہے۔ فرمایا۔ عائشہ کا باپ۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ پھر پوچھنے پر فرمایا۔ کہ ان کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

خلاصہ کلام:-

ان تمام روایات و واقعات کو آپ نے پڑھا۔ آپ نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہو گا کہ شیعہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بھی خوش نہیں۔ کیونکہ دشمن کا دوست دشمن ہی ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں موجود ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ
اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ۔ الخ
(پ ۲۸ رکوع ۳)

ترجمہ:-

تم ایسے لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ پاؤ گے۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہوں۔ اگرچہ وہ دشمن خدا و رسول ان کے باپ دادا، بیٹے، بھائی اور دیگر خاندان والے ہوں۔

قرآن پاک نے جب یہ اصل ذکر فرما دیا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ اور اس کا رسول مسلمانوں کے دوست ہیں۔ ''انما ولیکم اللہ و رسولہ''، تو دوست کا دشمن دوست نہیں اور دشمن کا دوست بھی دوست نہیں ہو سکتا تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ، ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے تعلق دار اور محبوب ہیں تو ان سے عداوت، بغض اور کینہ رکھنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کب دوست اور خیرخواہ ہو سکتا ہے۔ تو اب خود اندازہ کریں۔ کہ ان بدبختوں کو حضور سے کب محبت ہے۔ اگر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے نفرت ہے۔ اور معاذ اللہ ان پر لعنت کو ثواب سمجھتے ہیں۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کی حیثیت کیا ہو گی؟ صاف بات ہے۔ کہ آپ۔ انہیں ہرگز پسند نہیں فرماتے ہوں گے اور جس کو سردِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ فرمائیں۔ آپ کے اہل بیت کے نزدیک ازلی مردود اور نامراد ہے۔ یہ ہے "محبت اہل بیت کے پردے میں دشمنیٔ اہل بیت۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی ۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی نے سیدہ عائشہ ام المومنین کو طلاق دے دی۔

(معاذ اللہ)

شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے اپنی بیبیوں کا معاملہ اپنے بعد حضرت علی کے ہاتھ دے دیا تھا جیسا کہ سید ہاشم بحرانی نے نقل کیا ہے۔

حلیۃ الابرار:۔

قَالَ فَهَلْ فِيكُمْ اَحَدٌ اِسْتَخْلَفَهُ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَعَلَ اَمْرَ اَزْوَاجِهِ اِلَيْهِ مِنْ

بعدی غیری۔

(حلیۃ الابرار جلد اول ص۲۱۲۔ الباب الثامن

والثلثون)

ترجمہ:۔ حضرت علی نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کو نبی پاک علیہ السلام نے اپنے اہل میں خلیفہ بنایا اور اپنے بعد اپنی ازواج کا معاملہ میرے سوا اس کے سپرد کیا۔

ہاشم بحرانی کی کلام میں اگرچہ یہ ثابت ہے کہ نبی پاک نے حضرت علی کو اپنے بعد اپنی ازواج کو طلاق دینے کا اختیار دیا لیکن اگر کوئی شیعہ کہہ دے کہ ہاشم بحرانی کی کلام میں طلاق کا کوئی لفظ موجود نہیں تو اس کا ثبوت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

احتجاج طبرسی:۔

وَرُوِیَ عَنِ الْبَاقِرِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ الْجَمَلِ وَقَدْ اُشْرِقَ هَوْدَجُ عَائِشَةَ بِالنَّبْلِ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاللّٰهِ مَا اَرَانِیْ اِلَّا مُطَلِّقُهَا فَاَنْشُدُ اللّٰهَ رَجُلًا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَا عَلِیُّ اَمْرُ نِسَائِیْ بِیَدِكَ مِنْ بَعْدِیْ لَمَّا قَامَ فَشَهِدَ فَقَالَ فَقَامَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فِیْهِمْ بَدْرِیَّانِ فَشَهِدُوْا اَنَّهُمْ سَمِعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِعَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا عَلِیُّ اَمْرُ نِسَائِیْ بِیَدِكَ مِنْ بَعْدِیْ قَالَ فَبَکَتْ عَائِشَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ حَتّٰی سَمِعُوْا بُکَاءَهَا فَقَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَقَدْ اَنْبَاَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بِنَبَإٍ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُمِدُّكَ يَا عَلِيُّ يَوْمَ الْجَمَلِ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۔ (۱۔احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۲۴۰ احتجاج، امیرالمومنین علی الناکثین بیعتہ، طبع قدیم صفحہ ۸۸ نجف اشرف)

(۲ یتذکرۃ الائمہ صفحہ ۶۷ مطبوعہ ایران، طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب جنگ جمل کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو اسے طلاق دینے والا دیکھ رہا ہوں (العیاذ باللہ) پھر ایک آدمی کو حضرت علی نے قسم دلائی۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ اے علی! میری عورتوں کا معاملہ میرے بعد تیرے ہاتھ میں ہے۔ جب اس نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔ تو تیرہ آدمی اٹھے۔ جن میں دو بدری بھی تھے۔ انہوں نے بھی گواہی دی۔ کہ ہم نے بھی رسول اللہ سے سنا تھا۔ کہ اے علی! میری عورتوں کا معاملہ میرے بعد تیرے ہاتھ میں ہے۔ یہ سن کر عائشہ رو پڑیں۔ لوگوں نے ان کے رونے کی آواز سنی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خبر دی تھی۔ کہ جنگ جمل کے وقت اللہ تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے مدد کرے گا۔

تنبیہ:۔

طبرسی شیعی نے صاف لفظوں میں تسلیم کر لیا کہ حضرت علی نے مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کو

طلاق دے دی۔ اب اہل انصاف اسے بخوبی جانتے ہیں۔ اور یہ بات ان سے مخفی نہیں۔ کہ اس من گھڑت افسانے کے ذریعہ شیعی مصنف طبرسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی انتہائی توہین کی ہے۔ اور اس طرح اس ناہنجار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھایا ہے۔

ازواجِ مطہرات کو طلاق دینے کے اختیار کی بحث

قرآن پاک میں آیا ہے۔ جب امہات المومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیورات وغیرہ کا مطالبہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نازل فرمایا۔

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔

(پ۲۱ رکوع ۲۰)

ترجمہ:-

اور اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو پسند فرمایا۔ تو یقیناً، اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اور آخرت کے گھر کی خواستگار ہو۔ تو اللہ نے تم میں سے جو نیک ہوں گی۔ ان کے لیے بہت بڑا اجر مقرر فرمایا ہے۔

(ترجمہ مقبول)

منہج الصادقین:-

در روایت آمدہ کہ بعد از نزول ایں آیہ حضرت ہمہ ازواج را طلبید و ایں آیہ

رابرایشاں خواند ومخیر ساخت آنہارا بر مفارقت وبقا وہمہ اختیار آنحضرت کردند۔ ومرویست کہ اول کسی از ازواج کہ اختیار بقاء نمود عائشہ بود وبعد از آں دیگر ازواج آں را اختیار نمودند۔ آوردہ اند کہ چوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایں آیہ را بر ایشاں خواند فرمود شتاب مکنید وباپدران خود درایں باب مشاورت کنید گفتند یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما را درایں باب باکسی مشاورت نباید کرد۔ حق تعالیٰ ما را مخیر گردانیدہ میان زینتِ دنیا واختیار کردن خدا ورسول و سرائے آخرت را اختیار کردیم آں حضرت شاد شد وحق تعالیٰ ایں آیہ فرستاد دو لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ الآیۃ،،

(تفسیر منہج الصادقین جلد ہفتم صفحہ نمبر ۲۷۹
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

روایت میں آیا ہے۔ کہ اس آیت کے اترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو بلایا۔ اور یہ آیت انہیں پڑھ کر سنائی۔ اور انہیں اختیار دیا گیا۔ علیحدگی یا آپکے پاس رہنے کا۔ تمام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنا پسند کرلیا۔ اور روایت ہے۔ کہ سب سے پہلے جس بیوی نے آپ کے پاس رہنے کو پسند کیا۔ وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے بعد دوسری ازواج نے بھی یہی پسند کیا۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ آیت سنائی تو فرمایا۔ جلدی نہ کرنا۔ اپنے والدین سے مشورہ کرکے کوئی فیصلہ کرنا۔ کہنے لگیں۔ جب اللہ نے ہمیں اختیار دیا ہے تو ہم اس بارے میں کسی سے مشورہ نہیں کریں گی۔ ہم نے اللہ، رسول اور دار آخرت کو پسند کرلیا ہے۔ حضور بہت خوش ہوئے۔ اور پھر

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ الآیۃ، یعنی اس واقعہ کے بعد آپ کے لیے اور عورتیں حلال نہیں۔ کیونکہ جب انہوں نے آپ کو پسند کر لیا ہے۔ تو آپ بھی ان کی موجودگی میں اور عورتوں کو نکاح میں لانا پسند نہ کریں۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول اور علامہ کاشانی شیعی کی تشریح سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ امہات المومنین نے اپنے اختیار کو جب اس طرح استعمال فرمایا کہ زینتِ دنیا کے بدلے انہوں نے اللہ رسول اور دارِ آخرت کو ترجیح دی۔ تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کی خاطر جب ان عورتوں نے دنیا چھوڑ دی ہے۔ تو آپ بھی ان کے عقد نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کریں اور نہ ان کو طلاق دے کر کسی دوسری سے نکاح کریں۔

اہل انصاف حضرات غور فرمائیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات سے منع فرما دیا۔ کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دے سکتے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ انہوں نے جنگ جمل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
کو طلاق دے دی۔ کس قدر زبان درازی اور امہات المومنین کی گستاخی ہے۔

ایک شبہ:

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت جس میں آپ کو زائد نکاح کا اختیار نہیں دیا گیا تھا۔ یہ منسوخ ہے۔ اور آپ کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

جواب شبہ:

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ تفسیر مجمع البیان میں موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ لیکن طلاق کی اجازت نہ دی تھی۔ یاد رہے۔ شیعہ سنی بالاتفاق کہتے ہیں کہ اگرچہ آپ کو نکاح کی اجازت مل گئی۔ لیکن ان نو ۹ امہات المومنین کو طلاق دینے کا اختیار آپ کو نہیں دیا گیا۔ جنہوں نے زینت دنیا کو ٹھکرا کر اللہ اور اس کے رسول اور یوم آخرت کو پسند کر لیا تھا۔

مسلک اہل سنت تو واضح ہی ہے۔ مسلک اہل تشیع کی طرف سے علامہ کاشانی شیعی مفسر کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

منہج الصادقین:۔

(وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ) وحلال نیست کہ بدل کنی (بِهِنَّ) بدیشاں۔ (مِن اَزْوَاجٍ) از زنانِ دیگر۔ «مِن» مزیدہ بجہت تاکید استغراق است یعنی ترا ہیچ زنی از زنانِ دیگر جائز نیست۔ باآنکہ یکی از ایشاں را طلاق دہی و بجائے او دیگرے را نکاح کنی .... مرونیست کہ حق تعالیٰ طلاق ایشاں را حرام گردانید برائے آنکہ امہات مومنانند و اختیار خدا و رسول کردند و سرائے آخرت را بر دنیا ایثار کردند اما نکاح زنان دیگرے را حلال بود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ہفتم ص ۳۱۴ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

اور یہ حلال نہیں ہے۔ کہ آپ ان عورتوں کے بدلے دوسری عورتیں تبدیل کریں۔ حرفِ مِن زائدہ تاکید استغراق کے لیے ہے۔ یعنی آپ کے لیے دوسری کوئی بھی عورت جائز نہیں۔ اس طرح کہ ان میں سے کسی کو

طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری سے نکاح کریں۔۔۔۔۔۔ مروی ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کو طلاق دینا حرام کر دیا ہے۔ وجہ یہ تھی۔ کہ یہ مومنوں کی مائیں
تھیں۔ اور انہوں نے اللہ، اس کے رسول اور یوم آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں
پسند کیا تھا۔ لیکن دوسری عورتوں کے ساتھ آپ کو نکاح کرنے کی اجازت
تھی۔

"علامہ کاشانی" نے یہ بات واضح کر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے "لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ الخ" آیت کے ذریعہ اگرچہ ابتداءً مزید نکاح کرنے اور
موجود عورتوں کو طلاق دینے کی ممانعت کر دی تھی۔ لیکن مزید نکاح کی بعد میں اجازت ہو گئی۔
اور موجود عورتوں کو طلاق دے کر فارغ کرنے کی حرمت بدستور قائم رہی۔ لہٰذا آپ اس حکم
کے برقرار ہوتے ہوئے ان عورتوں میں سے کسی کو طلاق نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ
امہات المومنین ہونے اور دنیا کو اللہ اور رسول کے مقابلہ میں خیرباد کہنے کا صلہ یہی ہے
کہ وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہی رہیں۔

اس وضاحت کے بعد کوئی بھی شخص جس میں رتی بھر ایمان ہو۔ یہ تصور نہیں کر سکتا۔
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اختیار خود نہ تھا۔ وہ بعد از وصال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
منتقل فرما دیں جب آپ کے لیے اپنی ازواج کو طلاق دینا حرام تھا۔ تو کسی دوسرے
کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ اسے یہ بات سپرد کی جائے۔ کہ تم میرے وصال کے بعد میری بیوی
کو طلاق دے دینا۔ پھر کسی کے وصال کے بعد اس کی بیوگان کو طلاق دینا کیا مفہوم رکھتا
ہے؟ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بذریعہ
طلاق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور کی زوجیت سے نکال رہے ہیں۔

غضب بالائے غضب یہ کہ اللہ تعالیٰ ازواج النبی کو "امہات المومنین"
فرمائے۔ "وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ" اور مومنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

خود بھی داخل ہیں۔

لہذا ازواج مطہرات ان کی بھی روحانی مائیں ہوئیں اور آپ ان کے روحانی بیٹے ہوئے۔ تو بقول شیعہ بیٹا اپنی ماں کو طلاق دے رہا ہے۔ اور ایسا لرزا اسی مذہب نا مہذب کی خصوصیت ہے۔ کسی دوسرے مذہب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

سیدہ عائشہ ام المومنین کی شان اور ان کے گستاخوں کا حال قرآن اور شیعہ تفسیر کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں

((وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ)) کے بعد متواتر سولہ آیات یعنی پورے دو رکوع سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئے۔ جن میں سیدہ کی طہارت اور پاکدامنی کا ذکر ہے۔

تفسیر منہج الصادقین :۔

وبعد از یں آیات بیان طہارت ذیل عائشہ میکند از تہمت و افک جمعی از منافقان بر او۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۲۵۹)

تفسیر منہج الصادقین :۔

پس چیزی دیگر نمیگوئم مگر آنچہ یعقوب گفت (فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون)) ایں بگفتم و روئے بدیوار کردم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از اینجا نشستہ بود کہ ناگاہ آوازِ پر جبرئیل برآمد

وچوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از وحی فارغ شد فرمود "اَبْشِرِیْ یَا عَائِشَۃُ الصِّدِّیْقَۃُ اَمَّا وَاللّٰہِ فَقَدْ بَرَّاکِ اللّٰہُ" بشارت باد تورا اے عائشہ الصدیقہ کہ حق تعالےٰ تبریہ تو فرمود پس ایں آیت تلاوت فرمود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ صفحہ نمبر ۲۶۱

مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

اس کے بعد کی آیات (یعنی ان اللہ تواب حکیم کے بعد) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور واقعہ افک جو منافقین نے ان پر باندھا تھا۔ اس تہمت سے برأت کا ذکر آ رہا ہے ....

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یہ سب کچھ سننے کے بعد میں حضرت یعقوب کا قول ہی زبان پر لا سکتی ہوں۔ "صبر بہر صورت اچھا ہے۔ اور اللہ اس کا مددگار رہے۔ جو تم حالات بیان کرتے ہو۔ اتنا کہہ کر میں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر کے دوبارہ رونا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ ناگاہ جبرئیل علیہ السلام کے آنے کی آواز آئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے فارغ ہوئے۔ تو فرمانے لگے۔ اے عائشہ! خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ نے تمہیں پاکدامن کر دیا ہے۔ اور الزام سے بری کر دیا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

آیت :-

"وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ"

تفسیر منہج الصادقین:

ازآں جماعت مراد ابن ابی است لعنہ اللہ (لہ عذاب عظیم) مراد است عذاب بزرگ در آخرت یا در دنیا کہ حد قذف خوردو مخذول و مطرود گشت و مشہور بنفاق شد۔ و گویند حسان بود کہ آخر عمر نابینا شد یا مسطح کہ دو ستہائے او شل شد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۲۶۱
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

اس جماعت سے مراد جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔ ابن ابی کی جماعت ہے۔ اس کے لیے دنیا میں یا آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے دنیا میں حد قذف لگی۔ اور ذلیل و رسوا ہوا۔ اور لوگوں میں ناقابل اعتبار ہو گیا۔ اور نفاق میں مشہور رہا کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد حسان تھے۔ جو عمر کے آخری حصہ میں نابینا ہو گئے تھے۔ یا اس سے مراد مسطح تھا۔ جس کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔

تفسیر منہج الصادقین:

آیت:۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ) بدرستیکہ آنانکہ (یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ) رمی میکنند زنانِ عفیفہ را (الْغٰفِلٰتِ) کہ بے خبر اند از آنچہ قذف میکنند ایشاں را

بداں وسلیمۃ الصدور ونقیۃ القلوب اندازآں (المؤمنات) گرویدگان بخدا ورسول مراد ازواج پیغمبر اند ودر وسیط آوردہ کہ ایں مخصوص بعائشہ صدیقہ است وجمیعت آں بجہت تعظیم ولیست وتوقیر او درنظر امت تا مثل ایں لفظ را باو اسناد نکند۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۲۶۷
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔
بے شک وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں۔ اور وہ عورتیں قذف کے سبب سے بے خبر ہیں۔ وہ صاف سینہ والی اور پاکیزہ دل والی ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی گرویدہ ہیں۔ ان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں۔ وسیط میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ان عورتوں سے مراد بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ ہیں۔ اور جمع کا صیغہ ان کی تعظیم اور توقیر کے اعتبار سے بولا گیا۔ تاکہ امت کو معلوم ہو جائے۔ کہ ان کی شان میں اس قسم کے گھٹیا اور تعظیم سے گرے ہوئے الفاظ استعمال نہ کرے۔

تفسیر صافی:

آیت:

اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ فِي الْمَجْمَعِ عَنْهُمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَلْخَبِيْثَاتُ مِنَ النِّسَاءِ لِلْخَبِيْثِيْنَ

مِنَ الرِّجَالِ الطَّیِّبَاتُ مِنَ النِّسَاءِ لِلطَّیِّبِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ
(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید
ص ۱۶۳)

مجمع البیان میں امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر کچھ یوں ہے۔
خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے........

امام باقر اور امام جعفر کے نزدیک سیدہ عائشہ ام المومنین کی طہارت اور پاک دامنی نبی پاک علیہ السلام کی طرح کامل تھی

تفسیر منہج الصادقین:۔

ابی مسلم وجبائی برایں وجہ تفسیر کردہ اند کہ زنان ناپاک برائے مردان ناپاک اند راغب بدایشاں وزنانِ پاک برائے مردان پاک اند و مردان پاک مائل اند بدایشاں و بعد ازاں گفتہ کہ ایں آیہ یعنی ۔ (الزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً) است وایں قول از ابی جعفر و ابی عبداللہ علیہ السلام ماثور است و حاصل آیہ آنست کہ جنسیت سبب الفت و محبت است

وچوں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ ترین موجودات است پس ازواج او البتہ پاک و پاکیزہ اند و ز شائبہ بدکاری منزہ و مبرا و بنابرایں معنیٰ آیہ در حکم دلیل است بر قولہ تعالیٰ (اُولٰٓئِكَ) آں گروہ یعنی اہل بیت یا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از آں عالی تراست (مُبَرَّءُوْنَ) بیزار کردہ شدہ اند یعنی منزہ و مبرہ اند (مِمَّا يَقُوْلُوْنَ) از آنچہ میگویند از باب آنکہ چہ منصب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از آں عالی تراست کہ ذیل عصمت زوجات طاہرات او بلوث چنیں شنیعی آلودہ گردد۔ وصفوان مردی پاکیزہ است و از اولیائی صحابہ او نیز ازیں تہمت بریست۔ و در گفتہ کہ اسم اشارہ راجع بعائشہ رضی اللہ عنہا و صفوان است و جمعیت آں از قبیل آیت دو (فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ)، کہ مراد اخوین است چہ اخوین حاجب اند باتفاق و می تو اند بود کہ ضمیر يَقُوْلُوْنَ راجع الی خبیثین و خبیثات باشد نہ راجع بافکین یعنی پیغمبر و عائشہ و صفوان بری　اند از مثل آنچہ اہل خبیث گویند واصح و اشہر مشار الیہ ذالک طیبین و طیبات است و ضمیر يَقُوْلُوْنَ راجع بخبیثین و خبیثات است یعنی اہل طیب و پاکیزگی مبرا اند از مثل آنچہ اصحاب خبث میگویند۔ (لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ) مر ایشاں راست آمرزش از خدای (وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ) و روزی نیکو یعنی بیرنج و بسیار و پائیدار مراد نعمت بہشت است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ ص ۲۶۹

مطبوعہ تہران)

ترجمہ

ابو سلمہ اور جبائی نے الخبیثات للخبیثین الخ آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے۔ کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں۔ یعنی ان کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ اس کے بعد کہا۔ کہ اس آیت کا معنی "اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً" کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور یہ قول ابو جعفر اور ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ماثور ہے آیت کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہم جنس اور ہم خیال ہونا باہم دوستی اور میلان کا سبب ہوتا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجودات میں سے پاکیزہ ترین شخصیت ہیں تو اس اعتبار سے آپ کی ازواج بھی پاکیزہ تر اور بدکاری کے الزام سے مبرا و منزہ ہیں۔ اس معنی کے مطابق یہ آیت اُولٰئِكَ مُبَرَّءُوْنَ کے لیے دلیل کے حکم میں ہے۔ اولئك سے مراد گروہ اہل بیت یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم و عائشہ اور صفوان مراد ہیں۔ (مبرؤن) یعنی اس الزام سے مبرا و منزہ ہیں جو لوگ افک کے بارے میں لگاتے ہیں۔ اس لیے کہ منصب رسالت اس بات سے کہیں بلند و بالا ہے۔ کہ اس کے دامن پر اس کی ازواج پر بدکاری کے الزام کے چھینٹے پڑیں۔ اور صفوان ایک پاکیزہ مرد تھا۔ اور صحابہ کرام میں سے ولی تھا۔ وہ بھی اس تہمت سے پاک ہے۔ "فرا" نحوی نے کہا۔ کہ اسم اشارہ "ذالک" کا مرجع حضرت عائشہ اور صفوان ہیں۔ اور ان دو کے لیے جمع کا لفظ استعمال کرنا اس طرح ہے۔ جس طرح "وان کان له اخوۃ" میں لفظ اخوۃ" جمع ہے۔ لیکن اس سے مراد بالاتفاق دو بہنیں یا دو بھائی ہیں۔ کیونکہ دو بہنیں یا دو بھائی بالاتفاق ماں کے لیے حاجب بن جاتے ہیں۔

(یعنی تیسرے حصہ سے چھٹے کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ "یقولون" کی ضمیر خبیثین اور خبیثات کی طرف لوٹے۔ نہ کہ اس کا مرجع
تہمت لگانے والے ہوں۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا اور صفوان اس الزام سے بری ہیں۔ جو خبیث لوگ ان کے بارے
میں کہتے ہیں۔ اور زیادہ صحیح و زیادہ مشہور یہ ہے۔ کہ "ذالک" کا اشارہ
طیبین اور طیبات ہے۔ اور "یقولون" کی ضمیر خبیثین و خبیثات کی
طرف لوٹتی ہے۔ یعنی پاکیزہ اور طیب لوگ اس الزام سے بری ہیں۔ جو خبیث
لوگ ان پر لگاتے ہیں۔ "لھم مغفرۃ" ان کے لیے اللہ کی طرف
سے بخشش ہے۔ اور نیک روزی ہے۔ یعنی بے محنت اور کافی مقدار میں
اور پائیدار روزی ملے گی۔ اس سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں۔

ہر گناہ کی توبہ قبول ہوسکتی ہے مگر ام المؤمنین سیدہ عائشہ
کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

منہج الصادقین:۔

مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ تَابَ مِنْهُ قُبِلَتْ تَوْبَتُهُ اِلَّا مَنْ
خَاضَ فِیْ اَمْرِ عَائِشَةَ۔

(منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۶۸
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

(ابن عباس نے فرمایا) جس آدمی نے گناہ کرنے کے بعد توبہ کی اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ مگر وہ آدمی ۔ جس نے سیدہ عائشہ ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی ہو۔

مذکورہ آیات کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دیوار کی طرف منہ کر کے رونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر مقبول ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً جبرئیل کو بھیجا۔ جن کے پروں کی آواز سنی گئی۔ اور جبرئیل امین حضرت عائشہ کی برئیت اور الزام لگانے والوں کے لیے عذاب عظیم کی وحی لے کر آئے۔ حتیٰ کہ حضرت حسان اور مسطح جیسے مخلص صحابہ نے جو بغیر دلی ارادہ کے منافقین کی ہاں میں ہاں ملا بیٹھے تھے۔ اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکے۔ حسان عمر کے آخری حصہ میں نابینا ہو گئے۔ اور مسطح کا ہاتھ شل ہو گیا۔

۲۔ جن لوگوں۔ (ابن ابی منافق) نے ام المؤمنین پر تہمت لگائی تھی۔ ان پر اللہ نے لعنت کی۔ اور دنیا و آخرت میں حد قذف اور عذاب نار کی تہدید فرمائی۔

۳۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک دل اور طاہر و طیب سینہ کی مالک تھیں۔ " اَلْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ، الْغَافِلَاتِ" کے کلمات ان کی شان میں اترے اور جمع کا صیغہ آپ کی تعظیم و توقیر کے پیش نظر ذکر فرمایا گیا۔ تاکہ اس کے بعد کسی کو سوئے ظن کی ہمت نہ ہو۔

۴۔ ناپاک عورتیں طبعی طور پر ناپاک مردوں کی طرف راغب ہوتی ہیں۔ اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ اس قاعدہ کی تائید امام باقر و امام جعفر صادق

سے یوں ثابت ہوتی ہے۔ کہ الخبیثات للخبیثین الخ کے تحت انہوں نے فرمایا۔ کہ محبت و صحبت کا سبب ہم جنس ہونا ہے۔ یعنی خباثت خباثت کو اور طہارت طہارت کو پسند کرتی ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزگی اور طہارت کے اعلیٰ نمونہ و معیار تھے۔ اس لیے آپ کی زوجیت میں کوئی ایسی عورت جو ناپسندیدہ اور بدکار ہو۔ نہیں آ سکتی۔ کیونکہ منصب نبوت کے شایان شان یہ ہے۔ کہ اپنی طرح، طیب و پاکیزہ عورت کی طرف ہی میلان ہو۔ اور عقد میں ایسی ہی عورت آئے۔ جس کی طہارت بے مثال ہو۔

چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات میں سے طہارت کاملہ کے مالک ہیں تو اسی نسبت سے آپ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بھی طہارۃ کاملہ کی مالکہ تھیں۔ لہٰذا ہم امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق (جو حقیقت پر مبنی ہے) کہہ سکتے ہیں۔ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں۔ کیونکہ پاکیزگی میں آپ کی ہم جنس ہیں۔

۵۔ "واولئک" کا اشارہ سیدہ عائشہ کی طرف ہے۔ اور مغفرت و رزق کریم کا وعدہ بھی انہیں کے متعلق ہے۔ یعنی ان کی سابقہ لغزشیں معاف کر دی گئیں۔ اور آئندہ جنت میں نعمتوں کا حق دار بنا دیا گیا۔

۶۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

تنبیہ:۔

قارئین کرام! مذکورہ امور کو ایک بار پھر پڑھیں۔ غور کریں۔ اور انصاف سے فیصلہ کریں۔ کہ جس روحانی ماں کا رونا۔ اس قدر بلا دہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت جبرئیل امین

کو ان کی برأت پاکیزگی اور طہارت کے ثبوت میں اٹھارہ آیات دے کر نازل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تہمت لگانے والوں کو اچھی خاصی سزا دی اور ان پر لعنت کی۔ انہیں عذاب عظیم کا مستحق قرار دیا۔ یہاں تک کہ حسان اور مسطح جیسے بھولے بھالے مسلمان بھی دنیوی گرفت سے نہ بچ سکے۔ حضرت حسان آنکھیں گنوا بیٹھے۔ اور جناب مسطح ہاتھوں سے محروم کر دیئے گئے۔ جس روحانی ماں کی عظمت و عزت اللہ کی بارگاہ میں اس قدر ہے۔ اس کی بارگاہ میں یہ گستاخی کرنا کہ ہر نماز کے بعد ان پر لعن طعن کو کار ثواب سمجھا جائے۔ کیا اللہ کی لعنت کا باعث نہیں؟ جنہوں نے جھوٹے الزام میں بلا تحقیق ہمنوائی کی۔ وہ گرفت سے نہ بچ سکے۔ اور جن کا عقیدہ ہی لعن طعن کرنا ہو۔ وہ کیونکر گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں ذلت سے کب چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں؟ غالباً سینہ کوبی اور زنجیر زنی اسی ذلت کا دنیا میں کچھ اثر ہے۔ اور باقی رہی آخرت تو اس کے متعلق ابھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آپ نے پڑھ لیا۔ کہ ام المومنین کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ام المومنین کا گستاخ عذاب الہٰی سے بچ نہیں سکتا۔

امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں پاکیزہ تر ثابت کر کے ان کی نسبت سے ان کی ازواج کو طیب و طاہر کہیں۔ اور قانون بھی یہی ہے۔ کہ پاکیزگی پاکیزگی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور خباثت خباثت کو چاہتی ہے۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور طہارت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس سے زیادہ وضاحت کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی برأت اور نزہت کو قرآن میں بیان فرما رہا ہے۔ تعجب "محب اہل بیت" اپنے ائمہ کے فتویٰ و ارشاد کے مطابق نہ چلے۔ بلکہ ان کی مخالفت کرے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ برأتِ عائشہ ہوتے ہوئے ان پر تبرا بازی کرے۔ اور ہر نماز کے بعد لعن طعن کو جزو ایمان گردانے۔ اس کے متعلق آپ خود ہی فیصلہ کریں۔ کہ وہ کس سلوک کا مستحق ہے۔ اور اس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی و

طہارت بھی نہ رہی۔ کیونکہ معاذ اللہ آپ کے عقد میں ان کے کہنے کے مطابق ایک ایسی عورت بھی رہی۔ جس پر لعن طعن ضروری ہے۔ اور جس کو امام قائم زندہ کر کے حد لگائیں گے۔ شیعو! غور تو کرو۔ کیا محبت اہل بیت اسی کا نام ہے۔؟

گستاخی ۲:

تین کے سوا تمام صحابہ اور صحابیات مرتد ہو گئے تھے (معاذ اللہ)

مناقب ابن شہر آشوب

حَمْدُوِیَہ وَابراھیمِ ابنا نصیر قالا حدثنا محمد بن عثمان عن حنان ابن سدیر عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ جعفر عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ النَّاسُ اَھْلَ الرِّدَّۃِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا ثَلَاثَۃٌ فقلت وَمَنِ الثَّلَاثَۃُ فَقَالَ الْمِقْدَادُ بْنُ اَسْوَدَ وَ اَبُوْ ذَرِّنِ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ ثُمَّ عَرَفَ النَّاسُ بَعْدَ یَسِیْرٍ وَقَالَ ھٰؤُلَآءِ الَّذِیْنَ دَارَتْ عَلَیْھِمُ الرَّحَآءُ وَاَبَوْا اَنْ یُّبَایِعُوْا لِاَبِیْ بَکْرٍ حَتّٰی جَآءُوْا بِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ

السَّلَامُ مُكْرَهًا فَبَايَعَ ۔

(۱۔ رجال کشی مطبوعہ کربلا صفحہ نمبر ۱۲ فی تذکرۃ سلیمان)

(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم ص۱۹۵ فی ذکر ما ورد فی بیعۃ علی۔ طبع جدید ۳)

(۳۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص۸۱ تذکرہ نور مرتضوی مطبوعہ تبریز طبع جدید طبع قدیم ص ۲۷

ترجمہ:۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تین آدمیوں کے سوا تمام مرتد ہو گئے۔ میں نے پوچھا۔ وہ تین کون ہیں؟ کہا مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلیمان فارسی۔ پھر بہت جلد لوگوں نے پہچانا۔ اور کہا کہ ان لوگوں پر مصائب کی چکیاں چلیں۔ لیکن ابو بکر صدیق کی بیعت نہ کی۔ پھر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لائے۔ اور آپ نے بیعت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیسے تھے؟

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ جن شخصیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ الخ"، اللہ ان سے راضی ہوا۔ وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے لیے جنت تیار فرمائی۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ

اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا «لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ» (الخ)۔ اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب انہوں نے ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی۔ پس اللہ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی۔ پھر اس بیعت کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا۔

«اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ»

بے شک آپ سے بیعت کرنے والوں نے اللہ سے بیعت کی۔ ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا۔ کہ جن حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جسے «بیعت رضوان» کہا جاتا ہے۔ اس میں شریک کوئی بھی کافر یا منافق نہ تھا۔ کیونکہ کفر و نفاق اگرچہ دیکھا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ ہرگز مخفی نہیں۔ اس لیے اس نے فرمایا۔ «فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ» اللہ ان کے دلوں میں ہر شئی کو جانتا ہے۔ یعنی ان الفاظ سے یہ اظہار فرمایا۔ کہ میری رضا انہیں خلوص نیت اور صفائی قلب کی بدولت ملی۔ اپنے مفسر «علامہ کاشانی» کی سنیئے۔

منہج الصادقین:۔

آنچہ در دل ہائے ایشاں است از خلوص عقیدت و صفائے نیت۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان کے خلوص عقیدت اور صفائی نیت کی وجہ سے تھی۔ اس خلوص و صفائی کے ساتھ بیعت کرنے والوں پر اللہ نے جو انعامات کی بارش نازل فرمائی۔ کاشانی کہتا ہے۔

و بقول اشہر واضح ہزار و پانچ صد و بیست و پنج و صاحب کشاف از عبد اللہ مغفل نقل کردہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در حین اخذ بیعت از اصحاب در زیر

شجرہ ثمرہ قرار گرفتہ بود۔ و شاخی از آں درخت بر پشت مبارک او رسیدہ و من
بر زیر سر او بایستادم و آں شاخ را بدست گرفتہ از پشت مبارک او بر داشتم و ہمہ
اصحاب بیعت کردند بر آنکہ مطلقاً راہ گریز نجویند تا آنکہ کشتہ شوند یا فتح نمایند و
حضرت فرمود کہ انتم الیوم خیر اھل الارض شما امروز بہترین
اہل زمین اید و از جابر مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس،
بدوزخ نرود از آں مومناں کہ در زیر درخت ثمرہ بیعت کردند و ایں بیعت را بیعت
الرضوان نام نہادند۔ بجہت آنکہ حق سبحانہ در حق ایشاں فرمود۔ لقد رضی اللہ
عن المؤمنین الخ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۲۶۵ سورہ فتح
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام کی تعداد زیادہ مشہور اور صحیح تر قول کے
مطابق ایک ہزار پانچ سو پچیس تھی۔ اور صاحب کشاف نے حضرت عبداللہ
مغفل سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لینے کے وقت
ایک درخت کے نیچے جلوہ فرما تھے۔ اور اس درخت کی ایک شاخ آپ
کی پشتِ انور پر پڑ رہی تھی۔ میں نے اس کے نیچے کھڑے ہو کر اسے آپ
کی پشت انور سے اوپر اٹھائے رکھا۔ تمام صحابہ نے بیعت کی۔ کہ بھاگیں گے
نہیں۔ یا تو مر جائیں گے۔ یا کامیاب ہو جائیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ تم آج روئے زمین پر بسنے والوں سے کہیں بہتر ہو۔ حضرت جابر
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جن
مومنوں نے درخت ثمرہ کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان میں سے

کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان" اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں شریک مومنوں کے حق میں ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ الآیۃ۔ اللہ مومنوں سے راضی ہوا۔ جب انہوں نے درخت کے نیچے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی الخ۔

"حاطب بن بلتعہ" کا واقعہ گزر چکا ہے۔ مختصر یہ کہ حاطب بن بلتعہ نے ایک خط لکھ کر مکہ کی ایک عورت کو دیا۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ مسلمان تم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں لہٰذا آگاہ رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا پتہ چلا۔ تو آپ نے اسے منگوانے کے لیے اس عورت کے پیچھے چند آدمی بھیجے۔ رقعہ پکڑا گیا۔ حاطب بن بلتعہ نے اقرار کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی۔ تو آپ نے فرمایا۔ حاطب "بدری صحابہ" میں سے ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔ "اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم" جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ تو انہیں صرف غزوۂ بدر میں شرکت کی وجہ سے کچھ نہ کہا گیا۔ کیونکہ یہ لوگ چلتے پھرتے جیتے جاگتے مغفور اور مرحوم تھے۔

حاصل کلام:-

اللہ تعالیٰ نے جن صحابہ کرام کے خلوص نیت اور صفائی قلب کی وجہ سے ان پر اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہر شئے کو ازاول تا آخر پوری طرح جانتا ہے۔ اس کی رضامندی کسی عارضی سبب سے نہ تھی۔ اور چند دنوں تک نہ تھی۔ اسی وجہ سے اس نے اس بیعت کو اپنی بیعت کہا تو جن لوگوں کی بیعت کو اللہ تعالیٰ اپنی بیعت قرار دے

ان پر تبرّا بازی کرنے والا نہ تو اللہ تعالیٰ کو علیم بذات الصدور مانتا ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اعلان پر اس کا ایمان ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت میں شریک ایک ہزار پانچ سو پچیس صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا۔ کہ ان میں سے کوئی ایک بھی دوزخی نہیں۔ یعنی وہ کامل الایمان ہوتے ہوئے جنتی اور قطعی جنتی ہیں۔ تو جو شخص ان صحابہ کرام کو برا کہے۔ جو بفرمانِ رسول جنتی ہیں۔ تو اس کی لعنت خود اپنے اوپر لوٹے گی۔ کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب کوئی شخص کسی پر لعنت بھیجتا ہے۔ اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں۔ تو وہ لعنت واپس بھیجنے والے پر آپڑتی ہے۔ جو اہل جنت پر لعنت کرتا ہے۔ وہ خود ملعون اور اللہ کا مبغوض ہے۔ اس کا جنت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

تیسری بات یہ کہ جب آپ نے تمام بدری صحابہ کو جنتی فرما دیا۔ اور یہ بھی آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ جنتی ہیں۔ تو اب جو شخص ان نصوص کے ہوتے ہوئے تمام صحابہ کرام کے متعلق یہ کہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صرف تین صحابہ مسلمان رہ گئے تھے۔ باقی سبھی مرتد ہو گئے تھے۔ تو کیا اس وقت کوئی بدری صحابی ان تین کے بغیر نہ تھا۔ اور کیا بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس وقت زندہ نہ تھا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت، تو کجا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین اور جمل میں بھی بدری اور بیعت رضوان میں شمولیت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ جس کی تائید مناقب ابن شہر آشوب میں یوں مذکور ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب:

فَكَانَ مَعَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عِشْرُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ مِنْهُمْ اَلْبَدْرِيُّوْنَ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا وَمِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ مِائَتَانِ وَخَمْسُوْنَ۔

(۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم ص ۱۶۲ فی حرب الجمل طبع جدید)
(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۸۸ خلافت علی ذکر صفین)

ترجمہ:-
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل میں کل بیس ۲۰ ہزار آدمی تھے جن میں سے اسی ۸۰ بدری اور دو سو پچاس بیعت رضوان میں شامل ہونے والے تھے تاریخ یعقوبی، جنگ صفین میں ستر بدری اور ساٹھ سو بیعت رضوان میں شامل ہونے والے حضرت علی کے ساتھ تھے۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۸۸ خلافت علی طبع جدید)

اگر بدری صحابہ بھی موجود ہوں۔ اور بیعت رضوان میں شریک صحابہ بھی زندہ ہوں۔ تو پھر یہ کہنا کہ صرف تین صحابہ مسلمان رہ گئے تھے۔ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب سمجھنا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی لعنت اور وہ مردود بارگاہ خدا و رسول ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی نمبر ۷:

حضرت عقیل اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ذلیل ہیں

(معاذ اللہ)

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور حضرت عباس جو آپ کے حقیقی چچا ہیں۔ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک (معاذ اللہ) دونوں ذلیل ہیں۔ جیسا کہ "انوار نعمانیہ" میں ایک طویل حدیث مذکور ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جہاد میں نہ جانے کا سبب قلتِ اعوان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انوار نعمانیہ:

ولم یبق معی من اهل بیتی احد اطول به واقوی اما حمزة فقتل یوم احد وجعفر قتل یوم موته وبقیت بین خلیفتین خائفین ذلیلین حقیرین العباس وعقیل وهو قریبو احد بالاسلام۔

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص۱۰۶ مطبوعہ تبریز طبع جدید تذکرہ نور علوی یکشف عن سبب تقاعد امیر المؤمنین علیہ السلام الخ)

ترجمہ:۔ میرے اہل بیت میں سے میرے ساتھ کوئی بھی مجھے تقویت دینے والا

نہ رہا۔ حمزہ یوم احد شہید ہو گئے۔ جعفر جنگ موتہ میں شہادت کا جام نوش فرما گئے۔ اور میں ایسے دو شخصوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ جو ذلیل، حقیر، اور ڈرپوک ہیں۔ یعنی عباس اور عقیل۔ اور ان کے اسلام کا زمانہ ابھی بہت قریب ہے

فروع کافی:

وَمَنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ اِنَّمَا كَانَ جَعْفَرُ وَحَمْزَةُ فَمَضَيَا وَبَقِيَ مَعَهُ رَجُلَانِ ضَعِيفَانِ ذَلِيلَانِ حَدِيثَا عَهْدٍ بِالْاِسْلَامِ۔

(۱۔ فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ ص ۹۲ مطبوعہ نولکشور، طبع قدیم۔)
(۲۔ ارشاد القلوب مصنفہ حسن ابن محمد دیلمی شیعی مطبوعہ بیروت جلد دوم ص ۳۹۵، طبع جدید تذکرۃ علۃ قعودہ عن القتال)

ترجمہ:۔
بنی ہاشم میں سے کون باقی تھا؟ جعفر اور حمزہ تھے لیکن وہ انتقال کر گئے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو آدمی رہ گئے۔ جو ضعیف اور ذلیل ہیں۔ ان کا اسلام لانے کا عہد بہت قریب ہے۔ وہ دونوں عباس اور عقیل ہیں۔

فصل پنجم

گستاخی نمبر۱

حضرت علیؓ سے شیعوں کی گستاخیاں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ووٹ لینے کی خاطر حربہ استعمال کیا

احتجاج طبرسی:۔

فَقَالَ سُلَيْمَانُ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ حَمَلَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ عَلٰى حِمَارٍ وَّ اَخَذَ بِيَدِ اِبْنَيْهِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَلَمْ يَدَعْ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ بَدْرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَلَا مِنَ الْاَنْصَارِ اِلَّا اَتٰى مَنْزِلَهٗ وَذَكَرَهٗ حَقَّهٗ وَ دَعَاهُ اِلٰى نُصْرَتِهٖ فَمَا اسْتَجَابَ لَهٗ مِنْ جَمِيْعِهِمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّصْبِحُوْا بُكْرَةً مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَهُمْ مَعَهُمْ سِلَاحُهُمْ وَقَدْ بَايَعُوْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَاَصْبَحَ وَلَمْ يُوَافِقْهُ مِنْهُمْ اَحَدٌ غَيْرُ اَرْبَعَةٍ قُلْتُ

لِسُلَیْمَانَ مَنِ الْاَرْبَعَۃُ؟ قَالَ اَنَا وَاَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَالزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَامِ۔

(۱۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۰۷ اما جری بعد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم طبع جدید مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم ص ۵۲ نجف اشرف)

(۲۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۰۶ انور علوی مطبوعہ تبریز طبع جدید طبع قدیم ص ۳۵)

(۳۔ بیت الاحزان ص ۸۷ مطبوعہ قم طبع جدید)

(۴۔ کتاب سلیم ابن قیس ہلالی ص ۸۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

راوی کہتا ہے۔ کہ سلیمان فارسی نے کہا۔ کہ جب رات ہوئی۔ تو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا۔ اور حسن و حسین کے ہاتھ پکڑے اور بدر میں شریک ہر ایک مہاجر اور انصار کے گھر گھر گئے۔ اور اپنا حق جتلایا۔ اور اپنی مدد کرنے کو کہا۔ تو ان میں سے صرف چوالیس آدمیوں نے حامی بھری آپ نے انہیں صبح سویرے مسلح ہو کر اور سر منڈوا کر آنے کو کہا۔ ان لوگوں نے مرنے مارنے پر بیعت کی۔ جب صبح ہوئی۔ تو چار افراد کے سوا کسی نے موافقت نہ کی۔ میں نے پوچھا۔ وہ چار کون تھے؟ کہا میں (سلمان فارسی) ابوذر، مقداد اور زبیر بن عوام۔

تہذیب المتین :-

منقول ہے۔ کہ جس روز ابوبکر کے ساتھ بیعت ہوئی۔ اسی رات کو آنحضرت نے جناب فاطمہ کو پشتِ حمار پر سوار کیا۔ اور حسن وحسین اپنے دونوں نورِ چشموں کو ہمراہ لیا۔ اور جملہ مہاجر و انصار شرکاءِ بدر کے گھروں پر جا کر اپنی نصرت و حمایت کی طرف ان کو دعوت دی۔ اور حدیث غدیر کو یاد دلایا۔ یعنی اتمام حجت با کمل وجوہ فرمایا۔ کل چالیس اشخاص نے حضرت کی دعوت قبول کی۔ آپ نے ان کو امر کیا۔ کہ کل صبح سر منڈوا کر اور ہتھیار لگا کر ہمارے پاس آئیں۔ اور سر و جان کی شرائط پر شرائط بیعت بجا لائیں۔ مگر خوف و ہراس نے ان پر غلبہ کیا۔ اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ چنانچہ دن ہوا۔ تو سوائے چار اشخاص سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد اسود و عمار یاسر و بروایتے زبیر بن عوام کے کوئی نہ آیا۔ آپ نے دوسرے پھر تیسرے روز ایسا ہی کیا۔ رات وعدہ کرتے تھے۔ مگر صبح کو کوئی اسے وفا نہ کرتا تھا۔ اِلّا وہی چار اشخاص حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام خلقت مرتد ہو گئی تھی۔ اِلّا تین اشخاص۔ سلمان۔ ابوذر، مقداد۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد ۱
ص ۲۶۶ تا ۲۶۷ مطبوعہ یوسفی دہلی)

گستاخی ۲ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موت سے ڈرتے ہوئے مجبوراً بیعتِ صدیق کی۔

تہذیب المتین :

بروایتے عباس بن عبدالمطلب کو معلوم ہوا۔ کہ علی علیہ السلام تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں۔ اور روتے ہوئے آئے اور غل مچاتے تھے۔ لوگو! میرے برادرزادے سے ہاتھ اٹھاؤ۔ اور رفق ومدارکرو اس کے ساتھ۔ میں اس سے بیعت کرادوں گا پس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑکر خلیفۂ اول کے ہاتھ سے مَس کر دیا۔ اور وہ اس پر رضامند ہو گئے۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امیرالمومنین نے بیعت نہیں کی تاوقتیکہ آنحضرت کے گھر سے دھواں بلند نہیں ہوا۔

(۱۔ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین، جلد اول ص۲۷۶ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی)

(۲۔ بیت الاحزان ۷۶ فیما قال ابو عبیدہ ابن جراح مطبوعہ قم۔

(۳۔ احتجاج طبرسی بالفاظہ ص ۵۴ طبع قدیم وطبع جدید جلد اول ص۱۱۱ اکراہ علی علی البیعۃ)

☆

گستاخی ۳۔

حضرت کے گلے میں رسی ڈال کر ان سے بیعت لی گئی

جلاؤ العیون :۔

پس آں کافران ریسمانی درگردن امیرالمؤمنین انداختند و بسوئے مسجد کشیدند۔

(۱) جلاؤ العیون جلد اول ص ۲۱۹۔ زندگانی فاطمہ مطبوعہ طہران طبع جدید)

(۲۔ رجال کشی ص۱۲ مطبوعہ کربلا۔ ذکر سلمان فارسی)

(۳۔ فیما وقع علی باب بیت فاطمہ مطبوعہ قم طبع جدید)

(۴۔ حملہ حیدری ص ۲۸۲ مطبوعہ تہران ماجری بردن امیرالمؤمنین را بمسجد)

ترجمہ:۔

پس وہ کافر امیرالمؤمنین کے گلے میں رسی ڈال کر مسجد کی طرف کھینچ لے گئے (معاذاللہ)

گستاخی ۴:

حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں بھی دباؤ میں آکر حق کو ظاہر نہ کیا

مجالس المؤمنین :-

دیگر آنکہ چوں حضرت امیر در ایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابوبکر و عمر را معتقد اند و ایشاں را برحق می دانند۔ قدرت براں نداشت کہ کاری کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشاں داشتہ باشد بنا برآنکہ مخالفت قول و فعل ایشاں دلیل است برآنکہ ایشاں ظالم بودہ اند۔ و بیاقت خلافت حضرت پیغمبر نداشتند۔ و چوں نہ قدرت برآں داشتہ باشد و حال آنچہ اکثر اہل آں زمان را اعتقاد آں بود کہ امامت حضرت امیر مبنی برامامت ایشاں است۔ و فسادِ امامت ایشاں را دلیل فساد امامت ادمی مانند و مشہور است کہ حضرت امیر در ایام خلافت مردم را از نماز تراویح کہ بدعت عمر است منع کرد و ایشاں بفریاد آمدند و آوازہا بلند کردند۔ کہ وا عمراہ تا آنکہ آنحضرت بنا بر مصلحت وقت ایشاں را بحال خود داشت۔

(۱- مجالس المومنین جلد اول ص ۴ ۵ ، مطبوعہ تہران۔ سن طباعت ۱۳۷۵ھ ورزگرکی)

(۲- انوار نعمانیہ جلد اول ص۴۶ نور مرتضوی مطبوعہ تبریز ایران طبع جدید و طبع قدیم ص۱۵)

ترجمہ:-

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں باغ فدک کو واپس کیوں نہ کیا؟ نور اللہ شوستری اس کا اس مقام پر دوسرا جواب ذکر کر رہا ہے) جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حسن سیرت کے، انتہائی معتقد ہیں۔ اور انہیں حق پر سمجھتے ہیں۔ تو اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ ہمت نہ ہوئی۔ کہ کوئی ایسا کام کریں۔ جو ان کی خلافت کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہو۔ کیونکہ شیخین کے قول و فعل کی مخالفت ان کے ظالم ہونے کی دلیل بنتی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کی عدم اہلیت اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اتنی ہمت کیونکر تھی۔ اس لیے کہ حالت یہ تھی کہ اس دور کے اکثر لوگوں کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ حضرت علی کی خلافت ان کی خلافت پر مبنی ہے۔ اور لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض شیخین کی امامت ناجائز تھی۔ تو اس سے حضرت علی کی امامت بھی ناجائز ہو جاتی ہے اور مشہور ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو نماز تراویح سے جو کہ حضرت عمر کی بدعت (شروع کردہ) تھی۔ روکا۔ تو لوگوں نے واعمراہ کا شور مچا دیا۔ اور اس وقت تک لوگ خاموش نہ ہوئے۔ جب تک حضرت علی نے مصلحتِ وقت کے تحت فیصلہ واپس لے کر لوگوں کو اپنے حال پر نہ چھوڑا۔

گستاخی ۵:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو گالی دینے کی اجازت دے دی کیونکہ شیعوں کی اس میں نجات اور حضرت کی زکوٰۃ ہے۔

معاذ اللہ

نہج البلاغۃ:-

اَلَا وَاِنَّہٗ سَیَأْمُرُکُمْ بِسَبِّیْ وَالْبَرَاءَۃِ مِنِّیْ فَاَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِیْ فَاِنَّہٗ لِیْ زَکَاۃٌ وَلَکُمْ نَجَاۃٌ

(۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۵۷ ص ۹۲ مطبوعہ بیروت چھوٹا سائز)
(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۶۹ فی اخبارہ بالغیب مطبوعہ قم)
(۳۔ امالی طوسی جلد اول ص ۲۱۳ الجزء الثانی مطبوعہ قم)

ترجمہ:-

غور سے سنو! عنقریب وہ تمہیں حکم دے گا کہ تم مجھے گالی دو۔ اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ (میں تمہیں ایک بات کی اجازت دیتا

ہوں (تم مجھے گالی دے دینا کیونکہ یہ میرے لیے گناہوں کا کفارہ اور تمہارے لیے ذریعہ نجات ہوگا۔

ترجمہ[۲]:-

خبردار ہو جاؤ۔ وہ تم کو مجھے سب و شتم اور مجھ سے بیزاری کرنے کا حکم دے گا۔ رہا سب و شتم تو تم (تقیۃً) اس پر عامل ہونا کیونکہ یہ امر میرے لیے درجات عالیہ اور تمہارے لیے (اس کے شر و فساد سے) نجات کا سبب ہے۔

(نیرنگ فصاحت خطبہ ۵۵ مطبع یوسفی)

گستاخی نمبر ۶:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گریبان سے پکڑا گیا۔ تو انہوں نے زاری کرتے ہوئے بارگاہ رسالت میں فریاد کی

جلاء العیون:-

در کتاب اختصاص و بصائر الدرجات و سائر کتب بسندہائے معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ چوں گریبان امیر المؤمنین علیہ السلام را گرفتند ایستاد گفت آنچہ ہارون در جواب موسیٰ گفت کہ

"یَا ابنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ" من
واے فرزند مادر من بدرستیکہ قوم مرا ضعیف کردانیدند۔ و نزدیک شد کہ مرا
بکشند۔

(جلاء العیون جلد اوّل ص ۲۲۳ مطبوعہ تہران
تذکرہ مشاہدہ غرائب احوال از روضہ منورہ)

ترجمہ:-

کتاب اختصاص، بصائر الدرجات اور تمام کتابوں میں معتبر سند کے ساتھ حضرت
صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا
گریبان لوگوں نے پکڑا اور اٹھا کر انہیں ابو بکر صدیق کی بیعت کے لیے مسجد
میں لے گئے۔ راستہ میں قبر رسول پر کھڑے ہو کر انہوں نے وہ کہا۔ جو حضرت
موسیٰ کے سخت لہجہ کے وقت حضرت ہارون نے کہا تھا یعنی اے میرے
بھائی۔ میری ماں جائے بے شک قوم نے مجھے کمزور اور بے بس کر دیا اور
قریب تھا۔ کہ مجھے قتل کر دیتے۔

گستاخی:

حضرت علی کو شیعہ حضرات نے انتہا درجہ کا بزدل ثابت کیا (معاذ اللہ)

جلاء العیون:-

"بروایتے دیگر جب دروازہ در دولت پہ پہنچے۔ اور جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا
اندر آنے سے مانع ہوئیں۔ اس وقت قنفذ نے بروایت دیگر ثانی نے

تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ علیہا السلام پر مارا۔ کہ بازو جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مضروب ہو کر سوج گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جناب امیر علیہ السلام سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان لوگوں کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر گر گیا۔ جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں تھا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا نام محسن رکھا تھا۔ شہید کر دیا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی صدمۂ ضربت سے انتقال کیا۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۲۱۹ مطبوعہ
تہران ستم ہائے وارده بر اہل بیت

و بروایت۔ دیگر مغیرہ بن شعبہ نے بحکم حضرت دوم دروازہ شکم محترم جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر گرا دیا۔ اور ان کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید کر دیا۔ پھر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کو مسجد میں لے گئے۔ جفا کار و اشقیا ئے امت پیچھے پیچھے تھے۔ اور کوئی نصرت و مدد حضرت کی نہ کرتا تھا سلیمان و ابو ذر و مقداد و عمار و بریدہ اسلمی روتے پیٹتے اور کہتے تھے کیا جلد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تم لوگوں نے خیانت کی کینہ ہائے سینہ کو ظاہر کیا اور انتقام حضرت کا ان کے اہل بیت سے لیا۔ اس وقت بریدہ اسلمی نے کہا اے .... سب قریش تیری اصلیت اور نسب کو جانتے ہیں اور تجھے پہچانتے ہیں۔ کہ کتنی مرتبہ کے زنا سے تو پیدا ہوا ہے۔ ایسا شخص خانہ اہل بیت میں اور پیغمبر کی بیٹی کو مجروح کرے۔ برادر اور وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رسوائی سے مسجد میں لے جائے۔ جب ابو بکر کی نظر جناب امیر علیہ السلام پر پڑی۔ لوگوں سے کہا۔ چھوڑ دو جناب امیر علیہ السلام

نے فرمایا۔ اے ابوبکر کس حق اور کس میراث اور کس فضیلت پر تو نے خلافت میں تصرف کیا۔ کل بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے تو نے غم غدیر میں بیعت کی اور بحکم پیغمبر مجھ پر بامارت مومناں تو نے سلام کیا۔ یہ سن کر شمشیر غلاف سے کھینچ کر بالائے سر جناب امیر علیہ السلام کھڑا ہو گیا۔ اور کہا ان باتوں کو جانے دو۔ اور بیعت کرو۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے۔ ثانی نے کہا۔ اگر بیعت نہ کرو گے۔ تو قتل کرونگا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ رسول کے بھائی کو قتل کرے گا۔ بخدا سوگند۔ اگر مجھے خیال حکم خدا اور اطاعت نہ ہو۔ تو ابھی اچھی طرح معلوم ہو جاتا۔ کہ کون زیادہ، ضعیف ہے۔

(جلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۷۰-۲۷۱
مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس
ریلوے روڈ لاہور)

لماذا نحن شیعۃ:۔

فَإِنْ قُلْتَ لِمَ يُقَاطِعِ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَبَا بَكْرٍ مَعَ ظُلْمِهِ لَهُ وَغَصْبِهِ حَقَّهُ مِنْهُ بَلْ كَانَ يُعِينُهُ بِرَأْيِهِ عَلَى أَمْرِهِ وَفِي ذٰلِكَ تَقْوِيَةٌ لِبَاطِلِهِ؟
قُلْتُ كَانَ ذٰلِكَ مِنْهُ عَلَى وَجْهِ التَّقِيَّةِ حَقْنًا لِدَمِهِ وَدِمَاءِ شِيعَتِهِ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ قَاطَعَهُ بِالْمَرَّةِ لَقَتَلَهُ

مَعَ شِيْعَتِهٖ وَاَوْلِيَآءِهٖ .... فَحَقَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذٰلِكَ دَمَهٗ وَ دِمَآءَ شِيْعَتِهٖ وَحَقْنُ الدَّمِ عِنْدَ الْخَوْفِ عَلَى النَّفْسِ مِنَ الْقَتْلِ وَاجِبٌ عَقْلًا وَّ نَقْلًا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً ۔ وَمَعَ ذٰلِكَ فَقَدْ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَشْكُوْا اَبَا بَكْرٍ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ ۔

(لماذا نحن شیعۃ مصنفہ محمد رضی شیعہ ص ۱۰۶ مطبوعہ قاہرہ مصر)

ترجمہ:۔

اگر تم کہو حضرت امام (علی) علیہ السلام نے ابو بکر سے قطع تعلق کیوں نہ کیا باوجودیکہ ابو بکر نے ان پر ظلم کیا ان کا حق غصب کیا، باوجود ازیں حضرت علی اپنی رائے اور مشورہ سے اس کی مدد کرتے رہے اس طرح ابو بکر کے باطل کام کی تقویت ہوتی رہی؟

میں جواب یہ دوں گا کہ حضرت علی نے یہ طریقہ کار بطور تقیہ اختیار کیا تاکہ اپنا اور شیعوں کا خون بچا سکیں۔ کیونکہ اگر آپ ابو بکر سے ایک بار بھی قطع تعلق کرتے تو انہیں ان کے شیعوں سمیت قتل کر دیا جاتا۔ اس لیے حضرت علی نے اس طرح اپنے اور اپنے شیعوں کا خون ضائع ہونے سے بچا لیا۔ اور جب اپنی جان کو قتل کا خوف ہو تو اپنا خون بچانا عقلاً بھی واجب ہے۔ اور شرعاً بھی۔ اللہ فرماتا ہے۔ جب جان کا خطرہ ہو تو کفر یہ لفظ بولا

جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود حضرت علی علیہ السلام اکثر اوقات ابوبکر سے اپنے حق کا شکوہ کرتے رہتے تھے۔

ان سات گستاخیوں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حصولِ خلافت کی خاطر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گدھے کی پشت پر بٹھا کر بدری مہاجرین و انصار کے دروازوں پر بطور سفارش پھرایا۔ اس کے باوجود چار افراد کے سوا کسی نے حمایت نہ کی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلواروں کے سایہ میں بیٹھے دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے منت سماجت کی۔ کہ میرے بیٹے کو کچھ نہ کہنا میں ان سے بیعت کروائے دیتا ہوں۔ لہذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مس کروایا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچ کر لایا گیا۔ جب ان کا گزر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر ہوا۔ تو پکار اٹھے۔ "اے میرے بھائی! لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور میرے قتل کے در پے ہیں۔ یہ کہہ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور اپنی جان کے خوف سے ہمیشہ بادل نخواستہ باطل کی تقویت کرتے رہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بہتر مشورے دیتے رہے بلکہ ایسا کرنا آپ پر واجب تھا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں بعض احکام شرعیہ نافذ نہ کر سکے۔ اس میں رکاوٹ یہ تھی۔ کہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی خلافت کو خلافتِ علی کے لیے بنیاد سمجھتے تھے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخین میں سے کسی ایک کے طریقہ کے مخالف چلتے۔ تو لوگ برداشت نہ کر سکتے۔ اس لیے جب نماز تراویح کو روکنا چاہا۔ جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع

فرمایا مضاد آرائے عامران کے خلاف ہو گئی۔ حتیٰ کہ آپ کو رائے بدلنی پڑی۔
۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے اور بُرا بھلا کہنے کو کوئی کہے۔ تو اس کی بات مان کر گالی دینا چاہیے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں حضرت علی کے لیے زکوٰۃ درجات و بلندی اور سب و شتم کرنے والے کے لیے نجات ہے۔

تردید امر اول: طلب خلافت کیلئے حضرت علی کے دَر دَر پھرنے کی تردید شانِ اہل بیت کی روشنی میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حصولِ خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کے دروازہ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لے جا کر اپنا حق طلب کیا۔ اس میں صرف حضرت علی کی ہی توہین نہیں بلکہ سیدہ خاتونِ جنت کی انتہا درجہ گستاخی اور بے ادبی ہے۔ ہم گذشتہ اوراق میں "کشف الغمہ" کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خاتونِ جنت نے بوقت وصال یہ وصیت فرمائی تھی۔ کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھایا جائے۔ تاکہ کوئی شخص مجھے کفن میں لپٹا ہوا بھی نہ دیکھ سکے۔ لیکن ان نام نہاد محبانِ اہل بیت، پر صد افسوس کہ انہوں نے خاتونِ جنت کو وہ مقام بھی نہ دیا۔ جو ان کی اپنی بیٹیوں کو نصیب ہے۔ انہیں اگر اپنی بیٹی یا بیوی کو کسی کے گھر پر سوالی بنا کر لے جانا پڑے۔ تو اسے اپنے لیے عار سمجھیں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر حیدر کرار کی بیوی اور حسنین کریمین کی والدہ کو ان ظالموں نے من گھڑت روایات کے ذریعہ سوالی بنا کر در بدر پھرایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کیسے گوارا ہو گا۔ کہ وہ دخترِ رسول کو در بدر لیے پھریں۔ اور خلافت کی بھیک مانگیں۔

حاشا وکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ گویا اس ایک من گھڑت واقعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الگ توہین کی گئی۔ اور سیدہ خاتونِ جنت، کی عصمت و حرمت کو داغدار کرنے کی ناپاک جسارت بھی کی گئی۔ اور پھر یہ سب کچھ "محبت اہل بیت" کا ڈھونگ

رچا کر کیا گیا۔ جن کی شجاعت و جوانمردی پر زمانہ گواہ جنہیں "اسد اللہ الغالب" کا لقب ملا۔ انہیں تم اس قدر گیا گزرا ثابت کرو۔ اور جن کی عصمت و طہارت اور شرم و حیا کا یہ عالم کہ چاند سورج نے جن کو نہ دیکھا۔ تم ان کے بارے میں دریدہ پیراستے کے قصے گھڑو۔ یہ سب کچھ پڑھنے سننے کے بعد اس افسانہ تراشنے والے پر لعنت بھیجنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

تردید امر دوم: حضرت علی رضی اللہ عنہ بزدل تھے کی تردید آپ کے بہادرانہ اقوال کی روشنی میں۔

حضرت شیر خدا کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اور کھینچ کر آپ کو مسجد میں لایا گیا۔ اور جب آپ روضہ پاک کے سامنے آئے۔ تو رو کر عرض کی کہ ہمیں بے بس کر دیا گیا۔ اور لوگ میرے قتل در پے ہیں۔ پھر ابو بکر صدیق کے ہاتھ سے ان کا ہاتھ مس کرا کے بیعت کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔

اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد ہر شخص یہی سمجھے گا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس میں، بھی انتہائی طور پر گستاخی اور بے ادبی کی گئی۔ کیونکہ اپنا بیگانہ سبھی جانتے ہیں۔ کہ شجاعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاصہ تھا۔ اور باطل کے سامنے جھکنا انہیں آتا ہی نہ تھا۔ انہی کی یہ شان ہے۔ ؎

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

اسی شخصیت کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ انہیں گلے میں رسی ڈال کر بھیڑ بکریوں کی طرح کھینچا گیا۔ کہاں محبت ہے؟ اور اس تصور کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے کیا تعلق ہے؟ باقی رہا یہ کہ آپ نے بادل نخواستہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ورنہ دل نہ چاہتا تھا۔ یہ بھی گستاخی ہے۔ کیونکہ اس کی تردید خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمادی ہے۔ آپ کے اپنے اقوال ملاحظہ ہوں۔

حضرت علیؓ کے اپنے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں

قول اوّل :۔

مناقب ابن شہر آشوب :۔

وَاللّٰهِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِيْ لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا وَلَوْ أَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ اِلَيْهَا۔

(۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۸۴
فی المسابقۃ الشجاعۃ مطبوعہ قم)
(۲۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۵ ص ۴۱۸ مطبوعہ
بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ :۔
خدا کی قسم! اگر تمام عرب مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو میں کبھی پشت نہ دکھاؤں گا۔ جب تک میرے لیے یہ ممکن رہا۔ کہ میں ان کی گردنیں ماروں۔ اس وقت تک میں ان پر تابڑ توڑ حملے کروں گا۔

قول ثانی :۔

نہج البلاغہ :۔

لَقَدْ كُنْتُ وَمَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ وَلَا أُرْهَبُ بِالضَّرْبِ وَإِنِّيْ

لَعَلٰی یَقِیْنٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ غَیْرِ شُبْهَةٍ مِّنْ دِیْنِیْ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۲ ص ۴۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

میدان حرب و ضرب میں قائم رہنا تو میرا ہی حصہ ہے۔ میں کبھی لڑائی کے نام سے ڈرایا نہیں جا سکتا۔ اور نہ کبھی ضرب نیزہ و شمشیر سے مجھے خوف دلایا جا سکتا ہے۔ (کسی شخص نے میدان جنگ میں خوف و بیم کی نسبت ہی میری طرف نہیں کی) میں اپنے پروردگار کی جانب سے یقین پر محکم و استوار ہوں۔ مجھے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہے۔ اور وہ موت جس سے تم لوگ خوف کر رہے ہو۔ اور دوسروں کو بھی ڈرا رہے ہو۔ میرے پروردگار عالم نے اس موت کے خوف سے مجھے نجات عطا فرمائی ہے۔ میں تو اس سے مانوس ہوں۔ حیات ابدی کا شائق ہوں۔ مجھے اس سے ذرہ بھی خوف یا وحشت نہیں) اور مجھے اپنے دین اسلام میں کوئی شبہ اور شک نہیں ہے

قول ثالث:۔

نہج البلاغہ:۔

اَلذَّلِیْلُ عِنْدِیْ عَزِیْزٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ لَهٗ وَ الْقَوِیُّ عِنْدِیْ ضَعِیْفٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ رَضِیْنَا عَنِ اللّٰهِ قَضَآءَهٗ وَ سَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهٗ اَتَرَانِیْ اَكْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اللّٰهِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِیْ

اَمْرِیْ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ وَاِذَا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۳۷ ص ۸۱ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔

ہر ایک ذلیل میرے نزدیک عزیز ہے۔ تاآنکہ میں اس کے غیر سے اس کا حق لے لوں۔ اور ہر ایک قوی میرے نزدیک ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ مستحق کا حق اس سے دلایا جائے۔ (ہر وہ شخص جو اپنی قوت غضبیہ کا پابند ہو کر کسی کا حق چھین رہا ہے۔ میری عقل اور میری عدالت اُسے مقہور و منکوب کر سکتی ہے) ہم رضائے الٰہی کے پابند ہو کر اس کی قضا پر راضی ہیں۔ اور ہم نے اس کے حکم کو بسر و چشم تسلیم کر لیا ہے۔ (اور ہم بدوں شائبہ شرک کے اس کے حکم کو اسی سے مختص سمجھتے ہیں۔ اب پیغمبر کی ذات کے بعد جو ہم نے جہاد میں اور احقاق حق میں تاخیر کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اغیار اس کے مستحق ہیں۔ اور ہمیں وہ حق نہیں پہنچتا۔ بلکہ یہ رضا بقضائے الٰہی کا معاملہ تھا) کیا تو گمان کرتا ہے۔ کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھ رہا ہوں۔ کیا میں معاذ اللہ دروغ کو ان کی طرف نسبت دے رہا ہوں۔ (وہ اپنے آپ کو ان کا خلیفہ بلافصل ثابت کرنا اور مطابق وحی خدا اپنے تقرر خلافت کا اظہار رسول اللہ کا بارہا اس کی تشریح کرنا یہ معاذ اللہ حضرت پر اتہام نہیں۔ اور میں ان پر جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ) قسم خدا کی میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے رسول کی تصدیق کی ہے۔ اور اب میں کیونکر اس کی اول تکذیب کرنے والا ہو سکتا ہوں (اور یہ اسی صبر و رضا کا پرتو ہے۔ کہ وفاتِ رسول کے بعد) جب میں نے اپنے امور پر نظر کی۔ تو ناگاہ میں نے دیکھا کہ میرا خدا کی اطاعت کرنا اپنے لیے

بیعت لینے سے مقدم ہے۔ (یعنی اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینا اپنے لیے بیعت لینے سے مقدم ہے۔)

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص۵۷
مطبوعہ یوسفی۔ دہلی)

قول رابع:۔ جو اہلبیت کے باوجود اپنا حق نہ مانگے میں اس سے لڑتا رہوں گا۔

نہج البلاغہ:۔

اَلَا وَاِنِّیْ اُقَاتِلُ رَجُلَیْنِ رَجُلًا اِدَّعٰی مَا لَیْسَ لَہٗ وَ اٰخَرَ مَنَعَ الَّذِیْ عَلَیْہِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۲ ص ۲۴۸
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔
خبردار! میں دو شخصوں سے ضرور لڑوں گا ایک اس سے جو ایسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے۔ جو اس کی نہیں۔ دوسرا وہ جو اس چیز کو منع کرے۔ جو اس پر واجب ہے۔

نوٹ:۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان اقوال نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ جو شخص آپ کے بارے میں یہ کہتا ہے۔ کہ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت کے لیے مجبور کیا گیا وہ بہت بڑا کذاب ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ جو آدمی کسی چیز (خلافت) کا

اہل نہ ہو۔ اور اس کا دعوای کرے۔ تو میں اس کے خلاف ضرور لڑوں گا۔ اگر میرے مقابلہ میں پورا عرب بھی آجائے۔ تو ان کی گردنیں اتارنے میں دیر نہ کروں گا۔ جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسئلہ خلافت پر جنگ نہیں لڑی۔ اور جہاد نہیں کیا۔ تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اس لیے کی۔ کہ آپ انہیں خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ بلکہ اس بیعت کرنے کو بطور خوشی ذکر کر رہے ہیں۔ کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد لیا ہوا ہے۔ کہ میں آپ کے وصال کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت کرنے کا قصہ ایک مظلومانہ افسانہ ہے۔ اور پھر اس قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول پر گریہ وزاری کرتے دکھانا اور اپنی بے بسی پر روتا ظاہر کرنا اور مظلومانہ انداز میں فریاد کرنا یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی خرافات اور یاوہ گویاں ہیں۔ ان کے ذریعہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی توہین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کما حقہ تعظیم و توقیر کی توفیق بخشے آمین۔

تردید امر سوم: "آپ نے حق نہ ظاہر کیا" آپ کی وصیت کی روشنی میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس امر کی نسبت کرنا کہ آپ اپنے دورِ خلافت میں بعض احکاماتِ شرعیہ پر عمل نہ کر سکے یہ بھی آپ کی ذات پر بہت بڑا بہتان اور اتہام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت اس امر کی صاف صاف تردید کرتی ہے۔

وصیت ۱:

نہج البلاغہ:

أُوصِيكُمَا بِتَقْوَى اللهِ وَ أَلَّا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَ إِنْ

اَبْغَتْکُمَا وَلَا تَاسَفَا عَلٰی شَیْءٍ مِنْهَا زُوِیَ عَنْکُمَا وَقُوْلَا بِالْحَقِّ وَاعْمَلَا لِلْاَجْرِ وَکُوْنَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمَظْلُوْمِ عَوْنًا اُوْصِیْکُمَا وَجَمِیْعَ وَلَدِیْ وَاَهْلِیْ وَمَنْ بَلَغَهٗ کِتَابِیْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَنَظْمِ اَمْرِکُمْ وَصَلَاحِ ذَاتِ بَیْنِکُمْ۔

(نہج البلاغہ چھوٹا سائز خطبہ نمبر ۴۷ ص ۴۲۱
مطبوعہ بیروت

ترجمہ:۔

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر جب ابن ملجم نے تلوار ماری۔ تو آپ نے حسنین کریمین کو بلا کر یہ وصیت فرمائی۔) میں تم دونوں کو خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میری یہ وصیت ہے۔ کہ تم دنیا کو طلب نہ کرنا۔ اگرچہ وہ تمہیں طلب کرے۔ تمہاری طرف مائل ہو۔ اور کبھی اس چیز پر حسرت اور افسوس ظاہر نہ کرو۔ جو از قسم مال دنیوی تم تک پہنچنے سے روک دی جائے سچی باتوں پر زبان کھلے۔ اجر و ثواب کے واسطے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کے مددگار رہیں تم دونوں کو (خصوصاً) اور تمام بیٹوں اور اہل و عیال اور جس شخص کو بھی یہ نوشتہ ملے اس کو (عموماً) وصیت کرتا ہوں۔ کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو۔ اور اپنے امر دین کا اہتمام کرو۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۲۷
مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی)

وصیت نمبر (۲):-

نہج البلاغہ:-

وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْقُرْاٰنِ لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهٖ غَيْرُكُمْ وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا عَمُوْدُ دِيْنِكُمْ وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ بَيْتِ رَبِّكُمْ لَا تُخَلُّوْهُ مَا بَقِيْتُمْ فَاِنَّهٗ اِنْ تُرِكَ لَمْ تُنَاظَرُوْا وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْجِهَادِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَالتَّبَاذُلِ وَاِيَّاكُمْ وَالتَّدَابُرَ وَالتَّقَاطُعَ لَا تَتْرُكُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوَلّٰى عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ ۔

(نہج البلاغہ چھوٹا سائز خطبہ ۴۷ ص ۴۲۲
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:-

رعایت قرآن کرنے میں خدا سے پرہیز کرو۔ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ تمہارا غیر اس پر عمل کرنے میں سابق ہو جائے۔ ڈرو خدا سے ڈرو خدا سے نماز کے بارے میں۔ کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ ڈرو خدا سے ڈرو خدا سے اپنے بیت اللہ کی رعایت کرنے میں جب تک تم زندہ ہو اُسے خالی نہ چھوڑو۔ (برابر حج و عمرہ بجا لاؤ) اگر تم اسے ترک کرو گے

تو عذاب خدا سے تمہیں مہلت نہیں ملے گی۔ اپنے اموال اپنے نفوس اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنے میں خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو تم پر لازم ہے۔ کہ آپس میں مواصلت اور احسان کرتے رہو۔ ایک دوسرے کی طرف رُخ نہ کرنے اور قطع رحمی سے الگ رہو۔ امر معروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑو ورنہ تمہارے اشرار و بدکردار تم پر حاکم ہو جائیں گے پھر تم درگاہِ خدا میں دعا کرو گے مگر وہ قبول نہ کی جائے گی۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۳۸
مطبوعہ یوسفی دہلی)

خلاصہ کلام:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری ایام کی وصیتیں اس امر کی وضاحت کر دیتی ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی ظالم کے ڈر سے کبھی بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہیں چھوڑا۔ اور نہ ہی آپ کی زبان سے کبھی حق کے خلاف آواز نکلی۔ خود بھی اسی کے پابند تھے اور اپنے بعد حسنین کو میں اور دیگر اعزہ و اقارب کو بھی اسی کا پابند دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی لیے انہیں بار بار وصیت فرمائی۔ کہ تمہاری زبان حق کے لیے کھلنی چاہیئے۔ ظالم کی سرکوبی کرنا۔ مظلوم کی یاری و مدد کرنا کسی سے نہ ڈرنا۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو کسی حال میں بھی ترک نہ کرنا۔ بار بار خدا کا خوف یاد دلایا۔ اور یہاں تک فرما دیا۔ کہ اگر تم نے نیکی کا حکم اور بدی سے منع کرنا ترک کر دیا۔ تم پھر ایسے لوگوں کے ماتحت ہو جاؤ گے۔ جو ظالم و جابر ہوں گے۔ پھر تمہاری دعائیں بھی شرفِ قبولیت سے محروم ہو جائیں گی۔

جب خود بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اوصاف اور تعلیمات کے عامل تھے۔ اور اپنے بعد اپنے اہل و عیال کو بھی ان کا پابند دیکھنا چاہتے تھے۔ تو پھر ان کے بارے میں یہ

کہنا کہ مخالفوں سے ڈر کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احکام الٰہی سے روگردانی کی۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا۔ کتنا بڑا بہتان ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا ہے:

تردید امر چہارم:۔ حضرت علی کو گالی دینے کے جواز کی تردید احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کو منسوب کرنا۔ کہ جب تمہیں کوئی مجھے گالی دینے کو کہے۔ تو اس کا کہنا مان لینا۔ کیونکہ مجھے گالی دینے سے میری زکوٰۃ اور تمہیں نجات حاصل ہو جائے گی۔ یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور دشمنی کی انتہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

امالی شیخ صدوق:۔

لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ وَ مَنْ سَبَّنِيْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

(امالی شیخ صدوق مکتبہ حکمت قم ص ۶۰
مجلس الحادی وعشرون)

ترجمہ:۔

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ کہ جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اور جس نے مجھے برا بھلا کہا اس نے اللہ عزوجل کو برا بھلا کہا۔

"مناقب ابن شہر آشوب"، کی ایک روایت۔

مناقب ابن شہر آشوب:۔

مَرَّ ابْنُ عَبَّاسٍ بِنَفَرٍ يَسُبُّوْنَ عَلِيًّا فَقَالَ اَيُّكُمْ

السَّابُّ اللّٰہَ فَانۡکَرُوۡا قَالَ فَاَیُّکُمُ السَّابُّ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ فَانۡکَرُوۡا قَالَ فَاَیُّکُمُ السَّابُّ عَلِیًّا قَالُوۡا فَھٰذَا نَعَمۡ فَقَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ مَنۡ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدۡ سَبَّنِیۡ وَمَنۡ سَبَّنِیۡ فَقَدۡ سَبَّ اللّٰہَ فَقَدۡ کَفَرَ۔

(مناقب ابن شہر آشوب مطبع علمیہ قم ص ۲۲۱ جلد سوم فی سبہ علیہ السلام)

ترجمہ:-

حضرت ابن عباس کا چند لوگوں سے گزر ہوا۔ جو حضرت علی کو گالی دے رہے تھے۔ ابن عباس نے ان سے پوچھا۔ تم میں سے کون اللہ کو گالی دے رہا تھا۔ سب نے کہا۔ کوئی بھی نہیں۔ پوچھا۔ تم میں سے اللہ کے رسول کو کون گالی دے رہا تھا۔؟ پھر سب نے انکار کر دیا۔ پوچھا۔ علی کو کون گالی دے رہا تھا۔؟ کہنے لگے ہم۔ تو ابن عباس نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی۔ اس نے اللہ کو گالی دی۔ پس اس نے کفر کیا۔

خلاصہ:-

مذکورہ احادیث و روایات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والا، اللہ اور اس کے رسول کو گالی دے رہا ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کو گالی دیتا ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج۔ اب ان من گھڑت روایات کے موجد خود ہی بتائیں

کہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسی اجازت دے سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی شخص کافر و مرتد ہو جائے؟ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے گا۔ کہ معاذ اللہ ان جھوٹی روایات کو اگر مان لیا جائے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو کافر اور مرتد ہونے کی اجازت دے رہے ہیں۔

جو لوگ اپنی بد عقیدگی کی وجہ سے اور اپنے من گھڑت عقیدہ "تقیہ" کی شان بلند کرنے کے لیے اس قسم کی واہی تباہی بکتے ہیں۔ انہیں اپنی آخرت کی فکر بھی کرنی چاہیئے۔ اور کسی وقت یہ بھی سوچنا چاہیئے۔ کہ ہم جن باتوں کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں۔ اس کا انجام کیا ہو گا؟ اور ہمیں اس کا کیا اجر ملے گا؟ یہ تو بات واضح ہے کہ ان فرسودہ اور من گھڑت روایات سے تمہارا "تقیہ" تو زندہ ہو جائے گا۔ اور تمہارا مذہب بھی منظر عام پر آ جائے گا۔ لیکن ایمان کے نام کی کوئی چیز تمہارے پاس نہ رہے گی۔ خدا عقل دے۔ اور ہدایت پاؤ۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

فصل ششم

سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخیاں

گستاخی نمبر ۱:-

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سخت

الفاظ میں ڈانٹا

حق الیقین:-

پس حضرت فاطمہ بجانب خانہ برگردید و حضرت امیر انتظار معاودت او میکشید چوں بمنزل شریف قرار گرفت از روئے مصلحت خطابہائے شجاعانہ درشت باسید اوصیاء نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائناں در خانہ گریختہ و بعد از انکہ شجاعانِ دہر را برخاک ہلاک افگندی مغلوب ایں نامراداں گردیدہ۔

(۱۔ حق الیقین ص ۱۲۷۔ احتجاج حضرت زہرا با ابو بکر در امر فدک مطبوعہ تہران)

(۲۔ امالی طوسی جلد نمبر ۲ ص ۲۹۶ مطبوعہ قم مجلس یوم جمعہ)

پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر واپس آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی واپسی کے منتظر تھے۔ جب گھر تشریف لائیں۔ تو مصلحت کے تحت حضرت علی

سیدالاوصیاء سے نہایت دلیرانہ گفتگو کی۔کہ تم بچہ کی طرح شکم مادر میں پردہ نشین ہوگئے۔ اور ذلیل لوگوں کی طرح بھاگ آئے۔ تم نے زمانہ کے بہادروں کو پچھاڑا لیکن ان نامرادوں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

گستاخی:۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنگدستی کی وجہ سے آپ سے نکاح ہونے پر سیدہ فاطمہ سخت روئیں

امالی الشیخ الصدوق:۔

حَدَّثَنِی بِحَدِیْثٍ فِیْ فَضَائِلِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ (ع) قَالَ فَقُلْتُ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ کُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ النَّبِیِّ (ص) اِذْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ (ع) تَبْکِیْ بُکَاءً شَدِیْدًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) مَا یُبْکِیْكِ یَا فَاطِمَةُ قَالَتْ یَا اَبَهْ عَیَّرَتْنِیْ نِسَاءُ قُرَیْشٍ وَقُلْنَ اِنَّ اَبَاكِ زَوَّجَكِ مِنْ مُعْدُوْمٍ لَا مَالَ لَهٗ فَقَالَ لَهَا النَّبِیُّ (ص) لَا تَبْکِیْنَ فَوَاللّٰهِ مَا زَوَّجْتُكِ حَتّٰی زَوَّجَكِ اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ وَ اَشْهَدَ بِذٰلِكَ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ الدُّنْیَا فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلَائِقِ اَبَاكِ فَبَعَثَهٗ نَبِیًّا ثُمَّ اِطَّلَعَ ثَانِیًا فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلَائِقِ عَلِیًّا

فَزَوَّجَكَ اِيَّاهُ۔

(۱) (الامالی والمجالس للشیخ الصدوق ص ۲۶۲
مجلس سابع وستون)
(۲) (ارشاد القلوب جلد ۲۔ص ۴۲۱ قصر الشامی
الساب لعلی مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

راوی کہتا ہے۔ کہ میرا دادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روتی ہوئی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا وجہ ہوئی۔ عرض کی۔ قریشی عورتوں نے طعنہ دیا ہے۔ کہ تجھے تیرے باپ نے ایسے شخص سے بیاہ دیا ہے۔ جو تنگ دست اور غریب ہے۔ حضور نے سن کر فرمایا مت رو۔ اللہ کی قسم! میں نے تیری شادی اس وقت کی۔ جب عرش کے اوپر اللہ نے تیری شادی کر دی۔ اور جبریل ومیکائیل اس کے گواہ بنے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف دیکھا۔ تو اس میں سے تیرے والد کو پسند فرما کر انہیں نبی بنا کر مبعوث کیا۔ پھر دوسری مرتبہ دیکھا۔ تو ان میں حضرت علی کو پسند فرما کر تیری شادی اسی سے کر دی۔

گستاخی ۳:۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔

جلاء العیون:۔

در کشف الغمہ از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است۔ کہ روزی

حضرت فاطمہ علیہا السلام شکایت کرد از حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کہ ہرچہ بہم میرساند میانِ فقرا و مساکین قسمت میکند حضرت فرمود کہ اے فاطمہ می خواہی کہ مرا بخشم آوری در باب برادرم و پسر عم بدرستیکہ خشم او خشم منست و خشم من خدا است پس حضرت فاطمہ فرمود کہ پناہ می برم بخدا از غضب خدا و رسول۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۱۹۴ زندگانی فاطمہ زہرا علیہا السلام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے "کشف الغمہ" میں روایت ہے۔ کہ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی خدمت میں حضرت علی کی شکایت کی۔ کہ انہیں جو کچھ ملتا ہے۔ وہ فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہ! مجھے غصہ میں لانا چاہتی ہو۔ وہ میرا بھائی اور چچا زاد ہے۔ اس کو ناراض کرنا مجھے ناراض کرنا ہے۔ اور میری ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ تو حضرت فاطمہ نے کہا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔

گستاخی ۱۷:۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کے ساتھ اپنے نکاح کے بارے میں ناخوش تھیں

فروع کافی:۔

عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ شُعَیْبٍ قَالَ لَمَّا زَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ فَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَامُ دَخَلَ عَلَیْھَا وَ ھِیَ تَبْکِیْ فَقَالَ لَھَا مَا یُبْکِیْكِ فَوَاللّٰہِ لَوْ کَانَ فِیْ اَھْلِیْ خَیْرٌ مِّنْہُ مَا زَوَّجْتُکِہٖ وَ مَا اَنَا اُزَوِّجُہٗ لٰکِنِ اللّٰہَ زَوَّجَكِ وَاَصْدَقَ عَنْكِ الْخُمُسَ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۱۵۷ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم طبع جدید جلد ۵ ص ۳۷۸ کتاب النکاح مطبوعہ تہران باب ما تزوج علیہ امیر المومنین فاطمۃ علیہا السلام)

ترجمہ:۔

یعقوب بن شعیب کا بیان ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی کا رشتہ کر دیا۔ تو آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ اس وقت وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں رو رہی ہو؟ اللہ کی قسم! اگر میرے خاندان میں علی سے کوئی بہتر ہوتا۔ تو میں تیرا نکاح علی سے نہ کرتا۔ میں نے تو اس لیے تیرا نکاح نہیں کیا۔ بلکہ یہ نکاح اللہ نے کیا ہے۔ اور خمس کو تیرا مہر مقرر کیا۔ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔

گستاخی ۵

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک غیر مرد کا گریبان پکڑ کر کھینچا اور انہیں برا بھلا کہا

اصول کافی :-

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ وَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ لَمَّا اَنْ کَانَ مِنْ اَمْرِہِمْ مَا کَانَ اَخَذَتْ بِتَلَابِیْبِ عُمَرَ فَجَذَبَتْہُ اِلَیْہَا ثُمَّ قَالَتْ اَمَا وَ اللّٰہِ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ لَوْ لَا اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ یُصِیْبَ الْبَلَاءُ مَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ عَلِمْتَ اَنِّیْ سَاُقْسِمُ عَلَی اللّٰہِ ثُمَّ اَجِدُہٗ سَرِیْعَ الْاِجَابَۃِ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۲۹۱ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم۔
کتاب الحجۃ۔ باب مولد فاطمہ مطبوعہ تہران طبع جدید جلد اول ص ۴۶۰)

ترجمہ :-

امام باقر اور امام صادق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ ان کی طرف سے جو ہوا سو ہوا۔ تو جناب فاطمہ نے حضرت عمر کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اور کہا۔ خدا کی قسم! اے ابن خطاب! اگر مجھے بے گناہ (شیر خوار) کا مصیبت میں پڑنا نہ روکتا۔

تو تُو جان لیتا۔ کریں اللہ کو قسم دے دیتی۔ اور وہ بہت جلد اُسے قبول فرما لیتا۔

گستاخی ۶:-

سیدہ نے حضرت علی کو دامن سے پکڑا۔ اور اُن کے ہاتھوں پر مارا

الامالی والمجالس للشیخ الصدوق:-

قَالَتْ فَاطِمَةُ اَنَا جَائِعَةٌ وَ اَبْنَایَ جَائِعَانِ وَلَا اَشُكُّ اِلَّا وَ اَنَّكَ مِثْلُنَا فِي الْجُوْعِ لَمْ يَكُنْ لَنَا مِنْهُ دِرْهَمٌ وَاَخَذَتْ بِطَرَفِ ثَوْبِ عَلِيٍّ (ع) فَقَالَ عَلِيٌّ يَا فَاطِمَةُ خَلِّيْنِيْ فَقَالَتْ لَا وَ اللّٰهِ اَوْ يَحْكُمُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ اَبِيْ فَهَبَطَ جِبْرَئِيْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰه فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اللّٰهُ يَقْرَئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ اِقْرَأْ عَلِيًّا مِنِّيَ السَّلَامَ وَ قُلْ لِفَاطِمَةَ لَيْسَ لَكِ اَنْ تَضْرِبِيْ عَلٰى يَدَيْهِ وَلَا تَلْزَمِيْ بِثَوْبِهٖ فَلَمَّا اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) مَنْزِلَ عَلِيٍّ (ع) وَجَدَ فَاطِمَةَ مُلَازِمَةً لِعَلِيٍّ فَقَالَ لَهَا يَا بُنَيَّةُ مَالَكِ مُلَازِمَةٌ لِعَلِيٍّ قَالَتْ يَا اَبَهْ بَاعَ الْحَائِطَ الَّذِيْ غَرَسْتَهٗ لَهٗ بِاِثْنَيْ عَشَرَ اَلْفَ دِرْهَمٍ لَمْ يَحْبِسْ لَنَا مِنْهُ دِرْهَمًا نَشْتَرِيْ

بِهٖ طَعَامًا فَقَالَ یَا بُنَیَّةُ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ یُقْرِئُنِیْ مِنْ رَّبِّیَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ اِقْرَأْ عَلِیًّا مِنْ رَّبِّهٖ السَّلَامَ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ لَكِ لَیْسَ لَكِ اَنْ تَضْرِبِیْ عَلٰی یَدَیْهِ وَلَا تَلْزَمِیْ بِثَوْبِهٖ۔

(۱- الامالی والمجالس للشیخ الصدوق ص۲۸۱ مجلس حادی وسبعون مطبوعہ ایران قم طبع جدید)
(۲- انوار نعمانیہ جلد اول ص ۵۸ نور مرتضوی مطبوعہ تبریز طبع جدید چار جلدوں میں)

ترجمہ:-

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باغ حضرت علی کو دیا۔ انہوں نے سلیمان فارسی کی وکالت سے وہ بارہ ہزار درہم میں بیچ کر ساری رقم مساکین کو تقسیم کر دی جب گھر آئے۔) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ میں اور میرے دونوں بیٹے بھوکے ہیں۔ اور تم بھی بھوکے ہی ہو۔ ان دراہم میں سے ایک بھی درہم ہمارے لیے نہیں تھا؟ پھر حضرت علی کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت علی کہنے لگے۔ فاطمہ چھوڑ دو۔ جواب دیا۔ نہیں جب تک خدا کی قسم میرے اور تمہارے درمیان میرے والد فیصلہ نہ کریں۔ جبرائیل آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سلام پہنچایا۔ اور کہا۔ کہ اللہ نے حضرت علی کو سلام پہنچانے کا آپ کو حکم دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ میری طرف سے فاطمہ کو کہہ دینا۔ کہ تجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ حضرت علی کا کپڑا پکڑے۔ اور اس کے ہاتھوں پر مارے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے گھر تشریف لائے۔ تو دیکھا۔ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کپڑا پکڑ رکھا ہے

فرمایا بیٹی۔ علی کے دامن کو کیوں پکڑے ہوئے ہو؟ کہا۔ ابا جان! آپ نے جو باغ انہیں دیا تھا۔ وہ انہوں نے بارہ ہزار درہم میں بیچ دیا۔ لیکن ہمارے لیے ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔ تاکہ ہم اس سے کچھ کھانا خرید لیتے حضور نے فرمایا۔ بیٹی! جبرائیل نے مجھے اللہ کا سلام پہنچایا اور یہ پیغام خدا دیا کہ علی کو سلام کہہ دینا۔ اور اللہ نے مجھے حکم دیا۔ کہ تجھے کہوں کہ تیرے لیے مناسب نہیں۔ کہ تو علی کے ہاتھوں پر مارے۔ اور ان کے کپڑے نہ چھوڑے۔

گستاخی :۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک جائز اور مشروع کام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غضب ناک ہو کر میکے چلی گئیں۔

جلاء العیون :۔

در علل الشرائع و بشارة المصطفیٰ و مناقب بسندہائے معتبر از ابو ذر و ابن عباس روایت کردہ اند کہ چوں جعفر طیار رضی اللہ عنہ در حبشہ بود برائے او کنیزی ہدیہ فرستادند۔ و قیمت او چہار ہزار درہم بود۔ چوں جعفر بمدینہ آمد۔ آں کنیزک را برائے برادر خود امیر المومنین علیہ السلام ہدیہ فرستاد۔ و آں کنیزک خدمت آنحضرت را میکرد۔ روزی حضرت فاطمہ علیہا السلام بخانہ در آمد دید کہ سر حضرت امیر المومنین علیہ السلام در دامنِ آں کنیزک است۔ چوں آنحالت را ملاحظہ نمود متغیر گردید۔ پرسید آیا کارے کردی با او؟ حضرت امیر فرمودند۔ کہ نہ بخدا سوگند اے دختر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ کاری نکردم الحال

آنچہ میخواہی بگو تا بجا آورم فرمود کہ میخواہم کہ مرا رخصت دہی بخانۂ پدرم روم حضرت فرمود کہ رخصت دادم پس فاطمہ چادر بر سر کرد و برقع افگند و متوجہ خانہ پدر بزرگوار خود گردید پیش از آں کہ فاطمہ بخدمت حضرت برسد۔ جبرئیل از جانب خداوند جلیل برا و نازل شد گفت خدا تعالیٰ ترا سلام میرساند و میفرماید کہ اینک فاطمہ نزدِ تو می آید برائے شکایت علی از او در باب علی چیزی قبول مکن۔

(۱۔ جلاء العیون جلد اوّل ص ۱۹۶ از زندگانی فاطمۃ الزہرا طبع جدید۔ تہران)

(۲۔ انوار نعمانیہ جلد اوّل ص ۷۹ نور مرتضوی مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔

کتاب علل الشرائع و بشارۃ مصطفےٰ وخوارزمی میں حضرت ابن عباس اور ابوذر سے روایت ہے۔ کہ جب جعفر طیار حبشہ میں تھے۔ تو ان کے لیے ایک لونڈی ہدیہ کے طور پر بھیجی گئی۔ جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی۔ جب جعفر مدینہ آئے۔ تو وہی بطور ہدیہ حضرت علی کو دے دی۔ اس نے حضرت علی کی خدمت کی۔ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر آئیں۔ تو دیکھا۔ کہ حضرت علی کا سر اس لونڈی کے دامن میں رکھا ہوا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر غصہ آیا۔ پوچھا کیا کچھ کام بھی کیا ہے؟ حضرت علی نے کہا۔ اے پیغمبر خدا کی بیٹی۔ خدا کی قسم کچھ نہیں کیا۔ اب تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو۔ کہو۔ کہا مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے والد بزرگوار کے گھر جاؤں۔ حضرت علی نے اجازت دے دی۔ حضرت فاطمہ نے چادر کا پردہ کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر روانہ ہوگئیں ان کے پہنچنے سے پہلے جبرئیل آئے۔ اور اللہ کا سلام دیا۔ اور کہا۔ کہ

ابھی فاطمہ آپ کے پاس پہنچا ہی چاہتی ہے۔ اور علی کی شکایت کرے گی۔ اس کی کوئی بات نہ قبول کرنا۔

گستاخی ۸:۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بادلِ نخواستہ امام حسین کو جنا۔ (معاذ اللہ)

جلاء العیون :۔

پس حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ را خبر داد بولادتِ حسین و شہید شدن او پس حاملہ شد باو با کراہت پس حضرت فرمود کہ ہرگز دیدہ کسی را کہ بشارت دہند او را بہ پسری و حاملہ شود باو با کراہت یعنی او مغموم شد و کراہت داشت از او بسبب شنیدن قتل او و در وقت وضع حمل نیز کراہت داشت

(۱۔ جلاء العیون جلد اوّل ص ۴۲۵ ولادت سعادت آنحضرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص ۵۰ / فصل فی معجزاتہ مطبوعہ قم طبع جدید بالفاظ مختلفہ)

ترجمہ:۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو امام حسین کی پیدائش اور ان کی شہادت کی خبر دی۔ پھر وہ ان کے ساتھ بادل نخواستہ حاملہ ہوئیں حضرت نے فرمایا۔ کیا کبھی کسی کو تو نے دیکھا ہے۔ کہ اسے بچہ ہونے

کی خوشخبری دی جائے۔ اور وہ اس سے باکراہت حاملہ ہو یعنی اس کے قتل ہونے کی وجہ سے مغموم ہو۔ اور ایسے بچے کے جننے کو اچھا نہ سمجھتی ہو۔ اور وضع حمل کے وقت بھی آپ ناخوش تھیں۔

گستاخی ۹:۔

سیدہ کی شبِ زفاف کو ستر ہزار فرشتوں نے تکبیر کہی

جلاء العیون:۔

چوں شبِ زفاف شد جبرئیل و میکائیل و اسرافیل با ہفتاد ہزار ملک بزیر آمدند ولدل را برائے فاطمہ آوردند و جبرئیل لجام زا بگرفت و اسرافیل رکاب راگرفت و میکائیل ایستادہ بود در پہلوئے ولدل و حضرت رسول جامہائے او را درست میکرد پس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و جمیع ملائکہ تکبیر گفتند و سنت جاری شد در تکبیر گفتن در زفاف تا روز قیامت۔

(جلاء العیون جلد اول ص۱۹۳ شرح شبِ زفاف و نثار بہشتی مطبوعہ تہران۔ جدید)

ترجمہ:۔

جب شبِ زفاف آئی جبرئیل و میکائیل و اسرافیل مع ستر ہزار فرشتوں کے زمین پر آئے۔ اور دُلدل جنابِ فاطمہ کے لیے لائے۔ جبرئیل نے لگام اس کی پکڑ لی۔ اور اسرافیل نے رکاب تھامی۔ اور میکائیل پہلوئے دُلدل میں

تھے۔ اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے فاطمہ دست مبارک سے
تھامے ہوئے تھے۔ پس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و جمیع ملائکہ نے تکبیر کہی
اور تکبیر کہنا سنت شب زفاف ہوا۔

(جلاء العیون ترجمہ اردو جلد اول ص۲۵ مطبوعہ
شیعہ جنرل بک ایجنسی)

گستاخی ۱۰۔

شب زفاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور فاطمہ کو اپنے آنے سے پہلے مخصوص کام کرنے سے منع کر دیا

جلاء العیون:۔

ایضاً بسند حسن از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ غیرت در حلال روا نیست۔ بعد از آنکہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بعلی و فاطمہ علیہا السلام در شب زفاف گفت کہ کاری مکنید تا من نزد شما بیایم۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۱۴۹ تہران جدید
زندگی فاطمۃ زہرا علیہا السلام)

ترجمہ:۔

ایضاً بسند حسن جناب صادق سے روایت کی ہے۔ کہ حلال چیز بیان کرنے میں غیرت نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے شبِ زفاف جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں کام نہ کرنا۔

(جلاء العیون اردو ص ۲۵۱)

مذکورہ دس گستاخیوں سے آٹھ امور ثابت ہوئے

۱۔ باغ فدک کا مطالبہ نہ کرنے پر سیدہ فاطمہ نے حضرت علی کو ماں کے پیٹ میں بچہ کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور ذلیل بھی کہا۔

۲۔ سیدہ اپنے نکاح ہونے پر حضرت علی کی تنگدستی پر روئیں۔ جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ آپ اس نکاح سے راضی نہ تھیں۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باغ دیا تھا۔ اسے بیچ کر جب اس کی قیمت حضرت علی نے فقراء اور مساکین پر خرچ کر ڈالی۔ تو سیدہ نے اس بات پر حضرت علی کے دامن کو نوچا۔ اور زدوکوب بھی کیا۔ یہاں تک کہ جبرئیل نے اللہ کے حکم سے سیدہ فاطمہ کے ہاتھوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھڑایا۔

۴۔ خاتونِ جنت نے حضرت عمر کو گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اور انہیں برا بھلا کہا۔ اور غیر مرد کے ساتھ باہم یوں دست گریبان ہوئیں۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا۔ تو سیدہ ناراض ہو گئیں۔ اور یہاں تک پوچھ لیا۔ کہ کیا تم نے اس سے جماع تو نہیں کر لیا۔؟ حضرت علی نے قسمیہ اس کی تردید کر دی لیکن اس کے باوجود سیدہ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ اور ناراضگی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئیں۔ ان کے آنے سے پہلے جبرئیل نے آکر سیدہ کی زیادتی کا ذکر کیا۔ اور خدا کا پیغام دیا۔ کہ سیدہ کی کوئی

بات نہ مانی جائے۔
۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ کو ایسے بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ جو شہید ہو گا۔ تو ایسے بیٹے کے ساتھ حاملہ ہونے اور اس کی ولادت کے وقت سیدہ نے کراہت اور ناخوشی کا اظہار کیا۔
۷۔ سیدہ کے ساتھ جس رات حضرت علی نے ہم بستر ہونا تھا۔ اس وقت ستر ہزار فرشتے آئے۔ اور تکبیر کہی۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کے کپڑے اٹھائے۔ لہٰذا ثابت ہوا زفاف کو تا قیامت تکبیر کہنا سنت ہے۔
۸۔ ہم بستری کی رات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو کام شروع کرنے سے منع فرمایا۔ اور کہا۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ تمہیں کچھ نہیں کرنا ہے۔

ان امور کے مختصر جوابات . عظمت خاتون جنت کی روشنی میں

ناظرین کرام آپ جانتے ہیں۔ کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو ''بتول'' کہا گیا اور یہ لقب شیعہ سنی سب کے ہاں متفق علیہ ہے۔ ''بتول'' کا معنی لغت عربی کی معروف کتاب ''المنجد'' میں یہ لکھا ہے۔
۱۔ بتول تبل سے ہے جس کا معنی ہے۔ دنیا سے کٹ کر خدا کی طرف متوجہ ہونا۔
۲۔ بے مثل بخشش کرنا۔
۳۔ غیر شادی شدہ (کنوارا) ہونا۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں۔ اس لیے یہ تیسرا معنی آپ کے متعلق نہیں ہو سکتا۔ البتہ پہلے دونوں معانی کے اعتبار سے لفظ ''بتول'' سیدہ کے شایان شان بھی ہے۔ اور سیدہ واقعی اس کے معنی کی عملی تفسیر بھی تھیں۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ لقب آپ کو بوجہ سخاوت عزلت و فقر اور پرہیزگاری کی بنا پر دیا گیا ہے۔ یعنی آپ کو مالِ دنیا سے قطعاً لگاؤ نہ تھا۔

اگر کچھ پاس ہوتا۔ تو اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات پر محتاج کی ضرورت کو ترجیح دیتیں۔ کئی کئی دن فاقہ ہوا۔ لیکن شکایت نہیں کی۔ مختصر یہ کہ یہ گھرانا سخی اور ایثار پسند تھا۔ جس کے ثبوت کے لیے ایک نہیں بیسیوں واقعات تاریخ کے اوراق کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ یہ تھا ان مقدس شخصیات کی تصویر کا حقیقی رُخ جسے اپنے بیگانے سبھی مانتے اور جانتے ہیں۔

اس کا دوسرا رُخ وہ جو "شیخ صدوق اور صاحب جلاء العیون" نے پیش کیا۔ یعنی سیدہ کا حضرت علی کی تنگدستی پر فریاد کرنا، حضرت علی نے فقراء مساکین کی امداد کی۔ تو سیدہ نے ان کو زدوکوب کیا، اور ان کی ایسی سخاوت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی۔ اس رُخ کو پڑھیئے۔ دیکھئے۔ تو آپ خود فیصلہ کر لیں گے۔ کہ شیخ صدوق اس بارے میں "صدوق"، نہیں ہے۔ بلکہ شیخ صندوق ہے۔ اور "جلاء العیون" کی عبارت "ضیاع العیون" ہے۔ اور ان عبارات میں صداقت نام تک نہیں۔ بلکہ تمام کی تمام سراسر جھوٹ، کذب، افتراء، بہتان اور الزامات کا پلندہ ہیں۔ جو اللہ نے ان شیعہ لوگوں کی تقدیر میں رکھے ہوئے ہیں۔ سورج پر تھوکنے سے وہ گندا نہیں ہو سکتا۔ الٹا تھوک تھوکنے والے کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ کچھ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ سیدہ کی اعلیٰ وارفع ذات پر کیچڑ اچھالنا اور توہین آمیز قصہ جات سے ان کی سخاوت، ایثار اور غرباء پروری پر نشتر مارنا دراصل اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنا اور اپنے رہتے سہتے ایمان کو مجروح کرنا ہی ہے۔ آن کا نہ کوئی آج تک کچھ بگاڑ سکا۔ اور نہ ان کی شان ایسے گھٹیا دقیانوسی واقعات سے گھٹ سکتی ہے۔

یہی وہ سیدہ خاتونِ جنت ہیں۔ کہ جن کے چہرہ اقدس اور جسم اطہر کو چاند سورج نہ دیکھ سکے۔ یہی وہ مقدسہ ہیں۔ جنہیں بمطابق وصیت رات کے اندھیرے میں پالکی کے اندر رکھ کر قبرستان لے جایا گیا۔ شرم و حیا کی پیکر کہ جبرئیل بھی بلا اجازت گھر داخل نہ ہو سکیں یہ وقار و عزت کہ ان کی آمد پر صاحب لولاک کھڑے ہو کر خوش آمدید کہیں۔ یہی اعلیٰ شخصیت ہیں جن کا عقد عرش علیٰ پر اللہ خود پڑھے۔ ایسی شرم و حیا، عفت و عزت کی پیکر شخصیت کو

یوں دکھانا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گریبان پکڑ کر کھینچ رہی ہوں۔ اور اپنے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قسم کو حرف مہمل کی طرح بے کار سمجھیں۔

کیا اسی کا نام "محبت اہل بیت" ہے۔ محبت تمہیں یہی سبق سکھاتی ہے۔ کہ جس سیدہ سے محبت کا دعوای کرو۔ اُسے غیر محرموں سے اُلجھتا گریبان پکڑ کر کھینچتا ثابت کرو۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اس سے بڑھ کر ان حضرات مقدسہ کے متعلق شب زفاف کے جو واقعات گزرے۔ ٹھنڈے دل سے سوچ کر بتاؤ۔ کیا کوئی غیرت مند جوڑا شب زفاف کو اس قسم کی خرافات کا متحمل ہو سکتا ہے۔ فرشتوں کو چھوڑو۔ وہ نظر نہیں آتے لیکن باپ اور سسر کی موجودگی میں یہ رسم ادا کرنا کس شریعت کی سنت ہے۔ کیا تم سب ایسی ہی سنت ادا کرتے ہو۔ ؎

شرم تم کو مگر نہیں آتی

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت اور پھر شہادت کی خبر کے بعد حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا ایسے فرزند کو مدت حمل میں ناپسند کرنا پھر ان کے پیدا ہونے کو مکروہ سمجھنا کیا یہ ایک ایسی ماں کی تصویر دکھائی جا رہی ہے۔ جو خود جنت کی سردار اور نیکی کا مرقع تھی۔ اس کا بچہ پیدا ہوتے ہی فوراً نہیں بلکہ والدہ کے انتقال کے بعد جام شہادت نوش کرے گا تو اس کا غم کھانا کیا معنی؟

ہاں اگر خبر یہ ہوتی۔ کہ اللہ تمہیں ایک بچہ دے گا۔ اور تمہیں اس کی خوشیاں دیکھنا نصیب نہ ہوں گی۔ تو شائد بتقاضائے بشریت سیدہ کچھ ملول ہوتیں۔ جو بظاہر ان کے متعلق کتنا بے ادبی ہے۔ لیکن بچہ ہوتا ہے۔ جوان ہوتا ہے۔ ماں پالتی پوستی ہے۔ اور اپنی عمر طبعی پوری کر کے دار فانی کو چھوڑ جاتی ہے۔ وہ بچہ خود بچوں والا بن جاتا ہے۔ اگر شہید نہ ہوتا تب بھی دنیا چھوڑنا تھی۔ تو پھر دنیا کو چھوڑا شہادت کا جام نوش فرما کر جس

کے ذریعہ اس کے مقام پر انبیاء رشک کریں۔ اور تم ثابت کرو۔ کہ اس کی شہادت نوش کرنے پر ماں نے برا منایا۔ گویا تمہارے کہنے کے مطابق اگر امام حسین شہید نہ ہوتے۔ تو خاتون جنت خوش ہو کر ایام حمل میں انہیں اٹھائے رکھتیں اور خوشیوں کے ساتھ ان کو تولد دیتیں۔ یہ کیسی والدہ بنا رہے ہو۔ اور پھر اس طرح کہہ کر تم ان کی کونسی خدمت بجا لا رہے ہو۔ ؎

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنت اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

فصل ہفتم

امام حسن رضی اللہ عنہ سے گستاخیاں

گستاخی نمبر ۱:

شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا اور کافر کہا۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وہ شخصیت ہے۔ کہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑی اچھی خبر کی پیش گوئی فرمائی تھی ”کشف الغمہ“ میں منقول ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ اِذْ صَعِدَ اِلَیْہِ الْحَسَنُ فَضَمَّہٗ اِلَیْہِ وَقَالَ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلَّہٗ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَظِیْمَتَیْنِ۔

ترجمہ:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک امام حسن آگئے۔ آپ نے انہیں سینہ سے لگایا۔ اور فرمایا۔ کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوئی۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہو کر جنگ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے سا ایسے وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر کے خلافت و حکومت کی باگ ڈور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دو مسلم جماعتوں کے درمیان جنگ ٹل گئی۔

مگر شیعوں نے امام حسن کی زندگی اجیرن کر دی۔ چنانچہ آپ کی ذات پر شیعوں نے وہ ظلم ڈھائے کہ خدا کی پناہ۔ اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کو باہم جنگ سے بچا لیا تھا

حضرت امام حسن کو شیعوں کے زخمی کرنے، مال چھیننے، کافر و مشرک اور مذل المؤمنین و مسود الوجوہ کہنے پر کتب شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں

حوالہ نمبر (۱):-

جلاء العیون:-

پس مردم را جمع کرد حمد و ثنائی الٰہی بجا آورد و فرمود اما بعد بدرستیکہ من امید دارم بحمد خدا و نعمت او کہ خیر خواہ ترین خلق باشم از برائے خلق او کینہ از ہیچ مسلمانی در دل ندارم و ارادہ بدی نسبت بکسی بخاطر نمی گذارم جمعیت مسلمانان را از پراگندگی ایشاں بہتر میدانم و آنچہ صلاح شما را دراں میدانم نیکوتر است از آنچہ خود صلاح خود را دراں میدانید پس مخالفت امر من مکنید۔ و رائی کہ من برائے شما اختیار کنم برمن رد مکنید۔ کہ حق تعالیٰ ما و شما را بیامرزد و ہدایت نماید

بہر چہ محبت وخوشنودی اوست سچوں آن منافقان ایں سخناں را از حضرت شنیدند۔ بیکدیگر نظر کردند۔ گفتند از سخنان او معلوم میشود کہ میخواہد با معاویہ صلح کند۔ وخلافت را با او واگزارد۔ پس ہمہ برخواستند۔ گفتند او ہم مثل پدرش کافر شد بخیمہ آنحضرت بخستند۔ واسباب حضرت را غارت کردند حتی مصلائی حضرت را از زیر پایش کشیدند ورداء مبارکش را از دوشش ربودند۔ پس اسپ خود را طلبید وسوار شد اہل بیت آنحضرت باقلیلی از شیعاں دور آنحضرت را گرفتند۔ چوں لساباط مدائن رسید ملعونی از قبیلہ بنی اسد کہ او را جراح بن سنانی می گفتند لجام اسپ آنحضرت را گرفت خنجری بر ران مبارکش زد کہ تا استخواں شکافت در روایت دیگر بر پہلوئی مبارکش زد وگفت کافر شدی چنانچہ پدر تو کافر شد۔

(جلاء العیون جلد اوّل ص ۳۰۹ تہران)

ترجمہ:۔

لوگوں کو جمع کیا۔ اللہ کی حمد وثنا بجا لائے، اور بعد میں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے صدقے چاہتا ہوں۔ کہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوں۔ کسی مسلمان کے خلاف میں دل میں کینہ نہیں رکھتا اور کسی کے ساتھ برائی کا خیال تک مجھے نہیں آتا مسلمانوں کے اتحاد کو ان کے انتشار سے بہتر سمجھتا ہوں تم اپنے لیے جس بات کو درست سمجھتے ہو۔ میں تمہارے لیے اس سے بہتر جانتا ہوں۔ لہٰذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا۔ اور جو رائے میں تمہارے لیے پسند کروں۔ اسے رد نہ کرو۔ حق تعالیٰ مجھے اور تمہیں معاف کرے گا۔ اور اپنی خوشنودی اور محبت کی راہ دکھلائے گا۔ جب منافقین نے امام حسن کی یہ گفتگو سنی۔ ایک دوسرے کو دیکھا۔ اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ معاویہ سے صلح کر رہے ہیں۔ اور خلافت اسے سپرد کر رہے ہیں۔

سب منافق اٹھے۔ اور کہنے لگے۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح کافر ہو گیا ہے امام حسن کے خیمہ کی طرف لپکے۔ ان کے سامان کو لوٹا حتیٰ کہ جائے نماز ان کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور کندھوں سے چادر مبارک اتار لی۔ حضرت نے گھوڑا منگوایا۔ سوار ہوئے۔ اور تھوڑے سے ساتھیوں کے گھیرے میں اپنے اہل بیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب "ساباط مدائن" پہنچے۔ تو بنی اسد کے ایک ملعون جراح بن سنان نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ آپ کی ران مبارک پر خنجر سے ایک وار کیا۔ کہ ہڈی تک پھاڑ گیا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ کے پہلو پر خنجر مارا۔ اور کہنے لگا۔ اپنے باپ کی طرح تم بھی کافر ہو گئے ہو۔

حوالہ نمبر ۲:۔

کشف الغمہ:۔

اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ قَدْ اَصْبَحْتُ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَمَنِّهٖ وَاَنَا اَنْصَحُ خَلْقِ اللّٰهِ لِخَلْقِهٖ وَمَا اَصْبَحْتُ مُتَحَمِّلاً عَلٰی اَمْرِ مُسْلِمٍ ضَغِيْنَةً وَلَا مُرِيْدًا لَّهٗ بِسُوْٓءٍ وَّلَا غَائِلَةٍ وَاِنَّ مَا تَكْرَهُوْنَ فِی الْجَمَاعَةِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِمَّا تُحِبُّوْنَ فِی الْفُرْقَةِ وَاِنِّیْ نَاظِرٌ لَّكُمْ خَيْرًا مِّنْ نَّظَرِكُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَلَا تُخَالِفُوْا اَمْرِیْ وَلَا تَرُدُّوْا عَلٰی رَاْیِیْ غَفَرَ اللّٰهُ لِیْ وَلَكُمْ وَاَرْشَدَنِیْ وَاِيَّاكُمْ لِمَا فِيْهِ الْمَحَبَّةُ وَالرِّضَآءُ

قَالَ فَنَظَرَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ قَالُوْا
مَا تَرَوْنَهٗ يُرِيْدُ بِمَا قَالَ قَالُوْا نَظُنُّ اَنَّهٗ
يُرِيْدُ اَنْ يُّصَالِحَ مُعَاوِيَةَ وَ يُسَلِّمَ الْاَمْرَ
اِلَيْهِ فَقَالُوْا كَفَرَ وَ اللّٰهِ الرَّجُلُ وَ شَدُّوْا
عَلٰى فُسْطَاطِهٖ فَانْتَهَبُوْهُ حَتّٰى اَخَذُوْا مُصَلَّاهُ
مِنْ تَحْتِهٖ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ يُّقَالُ
لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعَالٍ
الْاَزْدِيُّ فَنَزَعَ مُطْرِفَهٗ عَنْ عَاتِقِهٖ فَبَقِيَ
جَالِسًا مُتَقَلِّدًا السَّيْفَ بِغَيْرِ رِدَائِهٖ ثُمَّ
دَعَا بِفَرَسِهٖ فَرَكِبَهٗ وَ اَحْدَقَ بِهٖ طَوَائِفُ
مِنْ خَاصَّتِهٖ وَ شِيْعَتِهٖ وَ مَنَعُوْا مِنْهُ مَنْ
اَرَادَهٗ وَدَعَا رَبِيْعَةَ وَ هَمْدَانَ فَاطَافُوْا
بِهٖ وَ مَنَعُوْهُ فَسَارَ وَ مَعَهٗ شَوْبٌ مِّنْ غَيْرِهِمْ
فَلَمَّا مَرَّ فِيْ مَظْلِمِ سَابَاطٍ بَدَرَ اِلَيْهِ رَجُلٌ
مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ اِسْمُهُ الْجَرَّاحُ بْنُ سِنَانٍ
وَ اَخَذَ بِلِجَامِ فَرَسِهٖ وَ بِيَدِهٖ مِغْوَلٌ
وَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْرَكْتَ يَا حَسَنُ
كَمَا اَشْرَكَ اَبُوْكَ مِنْ قَبْلُ
وَ طَعَنَهٗ فِيْ فَخِذِهٖ فَشَقَّهٗ حَتّٰى
بَلَغَ الْعَظْمَ فَاعْتَنَقَهُ الْحَسَنُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ خَرَّا جَمِيْعًا

اِلَى الْاَرْضِ ۔

(۱ دکشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل ص ۵۲۹
مطبوعہ تبریز طبع جدید)
(۲ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۲
مطبوعہ قم فی صلحہ علیہ السلام
مع معاویہ)

ترجمہ :-

امابعد! خدا کی قسم! میں امید کرتا ہوں ۔ کہ میں صبح کروں اللہ کی حمد و احسان کے ساتھ ۔ اور اللہ کی مخلوق کی بہتری میرے پیشِ نظر ہو ۔ اور کسی مسلمان کے ساتھ کینہ پروری کے ساتھ میری صبح نہ ہو ۔ اور نہ ہی کسی کی برائی اور دھوکہ میرے پیش نظر ہو ۔ اتفاق کہ جس کو تم اچھا نہیں سمجھتے ۔ وہ اس انتشار و افتراق سے بہتر ہے ۔ جو تم بہتر سمجھے بیٹھے ہو ۔ میں خود تم سے تمہارے لیے بہتر سوچتا ہوں ۔ لہٰذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرو ۔ اور میری رائے رد نہ کرو ۔ اللہ تمہیں اور مجھے بخشے ۔ اور اپنی رضا و محبت کی طرف راہنمائی کرے ۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ۔ اور پوچھا ۔ جو کچھ امام نے کہا ۔ تم اس سے کس نتیجہ پر پہنچے ہو ۔ انہوں نے کہا ۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں ۔ اور خلافت انہیں سونپنا چاہتے ہیں ۔ انہوں نے کہا ۔ خدا کی قسم! اس نے کفر کیا ۔ یہ کہہ کر آپ کے خیمہ پر حملہ آور ہوئے ۔ اور آپ کے سامان کو لوٹنے کے بعد آپ کے نیچے سے مصلیٰ بھی کھینچ لیا ۔ پھر ایک شخص ”عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جعال ازدی“ نے آپ کے کندھے سے چادر اتار لی ۔ آپ برہنہ تن تلوار پہنے ہوئے رہ گئے ۔

پھر امام نے گھوڑا منگوایا۔ سوار ہوئے۔ اور اپنے چند خادم اور ساتھیوں کے گھیرے میں روانہ ہوئے۔ وہ آپ کو حفاظت میں لیے ہوئے جا رہے تھے۔ امام نے "ربیعہ اور ہمدان" کو طلب کیا۔ یہ بھی امام کے ارد گرد آکر دشمنوں کے لیے ڈھال بن گئے۔ ان چند لوگوں کے علاوہ کچھ اور آدمی بھی آپ کے ساتھ تھے جب یہ چھوٹا سا قافلہ "ساباط" کے سایوں میں پہنچا۔ تو بنی اسد کے ایک آدمی جراح بن سنان نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا کہنے لگا۔ اللہ اکبر! اے حسن! تم بھی اپنے باپ کی طرح شرک میں گرفتار ہو گئے۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کی ران میں نیزہ مارا۔ جس کا گھاؤ ہڈی تک پہنچ گیا۔ امام حسن نے ایک آدمی کا سہارا لیا۔ اور دونوں زمین پر گر گئے۔

حوالہ نمبر ۳:۔

الاخبار الطوال:۔

فَلَمَّا انْتَهٰى اِلٰى سَابَاطَ رَاٰى مِنْ اَصْحَابِهٖ فَشَلًا وَّ تَوَاكُلًا عَنِ الْحَرْبِ فَنَزَلَ سَابَاطَ وَقَامَ فِيْهِمْ خَطِيْبًا ثُمَّ قَالَ (اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ اَصْبَحْتُ غَيْرَ مُتَحَمِّلٍ عَلٰى مُسْلِمٍ ضَغِيْنَةً وَاِنِّيْ نَاظِرٌ لَكُمْ كَنَظْرِيْ لِنَفْسِيْ وَاَرٰى رَاْيًا فَلَا تَرُدُّوْا عَلٰى رَاْيِيْ اِنَّ الَّذِيْ تَكْرَهُوْنَ مِنَ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِمَّا تُحِبُّوْنَ مِنَ الْفُرْقَةِ وَاَرٰى اَكْثَرَكُمْ قَدْ نَكَلَ عَنِ الْحَرْبِ وَفَشَلَ عَنِ الْقِتَالِ وَلَسْتُ اَرٰى

اَنْ اَحْمِلَكُمْ عَلٰى مَا تَكْرَهُوْنَ فَلَمَّا سَمِعَ اَصْحَابُهٗ ذٰلِكَ نَظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ مِمَّنْ يَرٰى رَاْىَ الْخَوَارِجِ (كَفَرَ الْحَسَنُ كَمَا كَفَرَ اَبُوْهُ مِنْ قَبْلِهٖ) فَشَدَّ عَلَيْهِ نَفَرٌ مِّنْهُمْ فَانْتَزَعُوْا مُصَلَّاهُ مِنْ تَحْتِهٖ وَانْتَهَبُوْا ثِيَابَهٗ حَتّٰى انْتَزَعُوْا مُطْرِفَهٗ عَنْ عَاتِقِهٖ فَدَعَا بِفَرَسِهٖ فَرَكِبَهَا وَنَادٰى (ابْنَ رَبِيْعَةَ وَهَمْدَانُ) فَتَبَادَرُوْا اِلَيْهِ وَرَفَعُوْا عَنْهُ الْقَوْمَ ـ

۱۔ الاخبار الطوال لابی حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری شیعی ص ۲۱۶-۲۱۷ مطبوعہ بیروت (ذکر رحمت جیوش معاویہ)

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۳ مطبوعہ قم فی صلحہ مع معاویہ)

ترجمہ:

پس جب آپ ساباط پہنچے۔ تو اپنے ساتھیوں کو جنگ سے کاہل اور سست پایا۔ وہاں آپ نے خطبہ دیا۔ اور کہا۔ لوگو! میں اس حال میں صبح کرتا ہوں۔ کہ کسی مسلمان کے خلاف میرے دل میں کینہ نہیں ہوتا۔ اور میں تمہارے متعلق اسی طرح بھلے کی بات سوچتا ہوں۔ جس طرح خود اپنے لیے۔ اور میری رائے کو مت ٹھکرانا۔ تم اتفاق کو انتشار و تفرقہ سے برا سمجھتے ہو۔ اور تمہاری اکثریت جہاد سے گریزاں اور بزدل ہے۔ میں تمہیں اس بات کو ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔ جس کو تم

پسند نہیں کرتے۔ جب آپ کے ساتھیوں نے یہ کلمات سنے۔ ایک دوسرے کو دیکھا۔ تو ان میں سے ایک خارجی نے کہا۔ حسن نے ویسے ہی کفر کیا۔ جس طرح اس کے باپ نے کفر کیا تھا۔ پھر کیا تھا۔ ایک جماعت امام حسن پر ٹوٹ پڑی ان کے نیچے سے مصلیٰ بھی کھینچ لیا۔ اور کپڑے چھین لیے۔ یہاں تک کہ کندھوں سے چادر اتار لی۔ آپ نے گھوڑا منگوایا۔ سوار ہو کر ربیعہ اور ہمدان کو آواز دی وہ دوڑے ہوئے آپ کی طرف آئے۔ اور مخالفین کو پیچھے دھکیلا۔

حوالہ نمبر ۴:۔

مناقب آل ابی طالب:۔

وَرُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ یَا اَهْلَ الْعِرَاقِ اَنَا سَخِیٌّ عَلَیْکُمْ بِنَفْسِیْ ثَلَاثٌ قَتْلُکُمْ اَبِیْ وَطَعْنُکُمْ اِیَّایَ وَانْتِهَابُکُمْ مَتَاعِیْ۔

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب
جلد چہارم صفحہ ۳۴ قم خیابان)

ترجمہ:۔

امام حسن نے عراقیوں سے کہا۔ اے عراقیو! (شیعو!) میں نے تم پر تین قربانیاں کیں۔ تمہارا میرے والد کو قتل کرنا۔ اور مجھے نیزہ مارنا اور میرا سامان لوٹنا۔ (یعنی میں نے ان میں سے کسی کا بدلہ نہیں لیا۔)

شیعوں نے امام حسن کو مذل المومنین یعنی مومنوں کو ذلیل کرنے والا کہا۔

حوالہ نمبر ۵:-

مناقب آل ابی طالب :-

قَالَ مَاذِنُ الرَّاسِبِیْ اِنَّهٗ لَمَّا صَالَحَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ وَعَزَلَ وَقِیْلَ لَهٗ یَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مُسَوِّدَ الْوُجُوْهِ فَقَالَ لَا تَعْذِلُوْنِیْ فَاِنَّ فِیْهَا مَصْلِحَةً ۔

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب
جلد چہارم ص۳۶)

ترجمہ

ماذن راسبی کہتا ہے۔ جب امام حسن نے امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ آپ کو ملامت کی گئی۔ اور کہا گیا۔ اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے اور ان کے منہ کالے کرنے والے۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ اس میں، مصلحت ہے۔ (یعنی صلح میں بہتری ہے)

حوالہ نمبر ۶:-
رجال کشی :-

روی عن علی بن الحسن الطویل عن علی بن النعمان

عن عبد الله بن مسکان عن ابی حمزة عن ابی جعفر علیه السلام قال جَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُقَالُ لَهُ سُفْيَانُ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَهُوَ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَهُ فَدَخَلَ عَلَى الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ مُحْتَبٍ فِيْ فِنَاءِ دَارِهٖ فَقَالَ لَهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْزِلْ وَلَا تَعْجَلْ فَنَزَلَ فَعَقَلَ رَاحِلَتَهٗ فِي الدَّارِ وَاَقْبَلَ يَمْشِيْ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلَيْهِ قَالَ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا قُلْتَ؟ قَالَ قُلْتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(رجال کشی ص ۱۰۳ مطبوعہ کربلا تذکرہ سفیان بن ابی لیلی الهمدانی)

ترجمہ:-

(بحذف اسناد) امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ امام حسن کے ساتھیوں میں ایک شخص سفیان بن ابی لیلی اونٹنی پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ اس وقت امام اپنے گھر گوٹھ مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ آکر کہنے لگا اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے تم پر سلام۔ آپ سے امام حسن نے نیچے اترنے کو کہا۔ اور فرمایا جلد بازی نہ کرو۔ اس نے سواری کو باندھ دیا۔ اور آپ کے پاس چل کر آگیا۔ تو آپ نے اسے پوچھا۔ تو نے ابھی کیا کہا تھا؟ کہنے لگا میں نے یہ کہا تھا۔ السلام علیکم! اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے۔

حوالہ نمبر ۴:-

احتجاج طبرسی:-

عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ لِيْ طُعِنَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمَدَائِنِ اَتَيْتُهُ وَهُوَ مُتَوَجِّعٌ فَقُلْتُ مَا تَرٰی يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ النَّاسَ مُتَحَيِّرُوْنَ؛ فَقَالَ اَرٰى وَاللّٰهِ اِنَّ مُعَاوِيَةَ خَيْرٌ لِّيْ مِنْ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لِيْ شِيْعَةٌ اِبْتَغَوْا قَتْلِيْ وَانْتَهَبُوْا ثِقْلِيْ وَاَخَذُوْا مَالِيْ وَاللّٰهِ لَئِنْ اٰخُذُ مِنْ مُعَاوِيَةَ عَهْدًا اَحْقِنُ بِهٖ دَمِيْ وَاٰمَنُ بِهٖ فِيْ اَهْلِيْ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّقْتُلُوْنِيْ فَتَضِيْعَ اَهْلُ بَيْتِيْ وَاَهْلِيْ وَاللّٰهِ لَوْ قَاتَلْتُ مُعَاوِيَةَ لَاَخَذُوْا بِعُنُقِيْ حَتّٰى يَدْفَعُوْنِيْ اِلَيْهِ سَلْمًا. وَاللّٰهِ لَئِنْ اُسَالِمُهٗ وَاَنَا عَزِيْزٌ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّقْتُلَنِيْ وَاَنَا اَسِيْرٌ اَوْ يَمُنُّ عَلَيَّ فَيَكُوْنُ سُبَّةً عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ اٰخِرَ الدَّهْرِ وَلِمُعَاوِيَةَ لَا يَزَالُ يَمُنُّ بِهَا وَعَقِبُهٗ عَلَى الْحَيِّ مِنَّا وَالْمَيِّتِ۔

(۱)- احتجاج طبرسی جلد دوم ص۱۰ احتجاج الحسن علیہ السلام علی من انکر علیہ مصالحتہ معاویۃ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

(۲) جلاء العیون جلد اول ص۲۳۲ زندگانی امام مجتبیٰ مطبوعہ تہران طبع جدید۔

ترجمہ:-

زید بن وہب جہنی کہتا ہے۔ کہ مقام مدائن میں جب حضرت امام حسن کو نیزے سے زخمی کیا گیا۔ تو میں ان کے پاس آیا۔ ابھی انہیں درد تھا۔ میں نے پوچھا۔ اے رسول کے نواسے! آپ کی اب کیا رائے ہے؟ لوگ سخت حیرانی میں ہیں۔ فرمایا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں سے میرے حق میں معاویہ بہتر ہے۔ یہ اپنے آپ کو میرا شیعہ کہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ میرا سامان لوٹا۔ میرا مال لے لیا۔ خدا کی قسم! اگر میں معاویہ سے صلح کا عہد کر لوں۔ تو میرا خون محفوظ اور میں اس کی وجہ سے اپنے گھر والوں میں امن سے ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔ اور گھر بار تباہ و برباد کر دیں۔ خدا کی قسم! اگر میں معاویہ کے مقابلہ میں لڑوں۔ تو لوگ مجھے گردن سے پکڑ کر صحیح سالم اس کے پاس لے جائیں گے۔ خدا کی قسم! اگر میں عزت و آبرو سے ان کے ساتھ صلح کر لیتا ہوں۔ تو یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قیدی بنا کر قتل کر دے۔ یا احسان کر کے جان بخشی کر دے۔ تو یہ بعد میں بنی ہاشم کے لیے آخر زمانہ تک ایک طریقہ بن جائے گا۔ اور معاویہ ہمیشہ کے لیے اس کا احسان جتلاتا رہے گا۔ اور اس کی اولاد ہمارے زندوں مردوں پر احسان کرتی رہیں گی۔

حوالہ نمبر ۸:-

احتجاج طبرسی:-

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَقِیْصَیْ قَالَ لَمَّا صَالَحَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ مُعَاوِیَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ دَخَلَ عَلَیْهِ النَّاسُ فَلَامَهُ بَعْضُهُمْ عَلٰی

بَيْعَتِهٖ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيْحَكُمْ مَا تَدْرُوْنَ مَا عَمِلْتُ وَاللّٰهِ الَّذِيْ عَمِلْتُ لِشِيْعَتِيْ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ غَرَبَتْ اَلَا تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اِمَامُكُمْ وَمُفْتَرَضُ الطَّاعَةِ عَلَيْكُمْ وَاَحَدُ سَيِّدَيْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ بِنَصٍّ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيَّ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۹ مطبوعہ نجف اشرف
طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابی سعید عقیقی کہتا ہے۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے صلح کی۔ آپ کے پاس لوگ آئے۔ اور بعض نے بیعت کرنے پر ملامت کی۔ امام نے فرمایا۔ افسوس تم پر! تم کیا جانو میں نے کیا کیا؟ خدا کی قسم میں نے جو کچھ اپنے ساتھیوں کے لیے کیا۔ وہ ہر اس چیز سے بہتر ہے۔ جس پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے۔ میں تمہارا امام ہوں۔ اور تم پر میری اطاعت فرض کی گئی ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جنت کے دو نوجوانوں میں سے ایک ہوں۔

مذکورہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی شیعوں نے آپ کی ران یا پہلو کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا۔
۲۔ شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا تمام مال لوٹ لیا۔
۳۔ انہوں نے امام موصوف کے نیچے سے مصلی (جائے نماز) تک کھینچ لیا۔
۴۔ شیعوں نے آپ کو اور آپ کے والد کو (معاذ اللہ) کافر اور مشرک کہا۔
۵۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اتفاق و اتحاد پسند ہے۔ اور تمہیں انتشار و تفرقہ عزیز۔
۶۔ آپ نے قسمیہ فرمایا۔ کہ ان شیعوں سے میرے اور میرے خاندان کے حق میں امیر معاویہ بہتر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مجھے قتل کرنے کی ٹھانی۔ مال و متاع لوٹا۔ زخمی کر دیا۔ اُدھر امیر معاویہ سے صلح کرنے میں میری جان اور گھر بار کی، حفاظت ہو گی۔ لہذا میں ان شیعوں پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ میرے اعتبار کرنے پر یہ مجھے پکڑ کر قتل کروا دیں۔
۷۔ امام حسن نے عراقی (شیعوں) لوگوں کو فرمایا۔ میں نے تین چیزوں سے تم پر احسان کیا۔ (۱) تم نے میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو میں نے قصاص کا مطالبہ نہ کیا۔ (۲) تم نے مجھے نیزہ مار کر گہرا زخم پہنچایا۔ میں نے اس کا بدلہ نہ لیا۔ (۳) تم نے میرا ساز و سامان لوٹا۔ میں نے تاوان طلب نہ کیا۔

۸۔ شیعوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو "یامذل المومنین"، کہا۔ (اے مومنوں کو ذلیل و رسوا کرنے والے)

۹۔ آپ کو "یامسود الوجوہ"، بھی کہا۔ (اے لوگوں کے منہ کالے کرنے والے)

۱۰۔ شیعوں نے آپ کو ملامت کی۔

مذکورہ امور پر مختصر تبصرہ:۔

شیعہ لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہے۔ اور دعواے بھی۔ کہ آئمہ اہل بیت کے ارشادات واجب الاتباع ہیں۔ اور ان کے فرامین نصوص قطعیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم نے گذشتہ اوراق میں جو حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ وہ سب ان کی کتب سے نقل کیے ہیں۔ اور ان میں امام ثانی سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خطبات کے ضمن میں آپ کے ارشادات مذکور ہوئے اب ہم ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ جس طرح آئمہ اہل بیت کے ارشادات کا ماننا تم پر لازم ہے۔ اسی طرح امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو بھی مانیے۔ کہ شیعہ میرے قتل کرنے کے درپے تھے۔ انہوں نے مجھے زخمی کیا میرا مال و متاع لوٹا۔ اور مجھے گالیاں دیں۔ کیا آپ کو ان باتوں کا امام موصوف کے کہنے پر یقین ہے۔ اگر ہے۔ تو پھر بات بالکل صاف ہو گئی۔ کہ "شیعیانِ حسن"، ہی صاف "دشمنانِ حسن"، تھے۔ اور اگر انکار کریں۔ تو تمہارا وہ عقیدہ کدھر گیا۔ کہ آئمہ معصومین کی باتوں کی اتباع اور انہیں ماننا، واجب ہے۔

ان واقعات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ "ظالم شیعان حسن"، انتہائی درجہ بے باک اور منافق تھے۔

امام بار بار انہیں اپنی حیثیت کا تعارف کرا رہے ہیں۔ کہ تم پر میری اطاعت بوجہ امام معصوم ہونے کے واجب ہے۔ میں نوجوانانِ جنت کے سرداروں میں

سے ایک ہوں۔ اس وقت پوری دنیا میں میرے اور میرے بھائی کے سوا کوئی دوسرا نواسۂ رسول نہیں۔ لہٰذا میں جس سے صلح کروں۔ تمہیں بھی صلح کرلینی چاہیے۔ اور جس بات کا کہوں۔ اُسے رد نہیں کرنا چاہیے۔

احتجاج طبرسی:۔

"اَیُّهَا النَّاسُ اَنَّكُمْ لَوِ الْتَمَسْتُمْ فِیْمَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَمْ تَجِدُوْا رَجُلًا مِّنْ وَلَدِ النَّبِیِّ غَیْرِیْ وَغَیْرَ اَخِیْ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۹ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:۔ لوگو! اگر مشرق و مغرب چھان ڈالو۔ تو میرے اور میرے بھائی کے بغیر تمہیں اولادِ نبی میں سے کوئی نہ ملے گا۔

کشف الغمہ:۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ اِذْ صَعِدَ اِلَیْهِ الْحَسَنُ فَضَمَّهٗ اِلَیْهِ وَقَالَ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّهٗ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَظِیْمَتَیْنِ۔

(کشف الغمہ جلد اول ص ۵۴۶ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔ ابوبکرہ سے روایت ہے۔ کہ ہمیں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اچانک امام حسن آئے۔ تو آپ نے امام کو سینہ سے لگا لیا۔ اور فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔ کہ امیر معاویہ سے میری صلح ــــــــــــــــ بمطابق فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لہٰذا تمہیں اس معاملہ میں میری مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ میں ہر صورت میں تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا واجب الاطاعت ہونا بھی بتایا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا بھی ذکر فرمایا۔ لیکن مجال ہے۔ کہ "ان محبت و عقیدت اہلبیت" کے ٹھیکداروں نے کسی بات کو قبول کیا ہو۔ اور اپنی ہٹ دھرمی چھوڑی ہو۔ امام نے جب ہر طرح انہیں لاجواب کر دیا۔ تو ان بدنصیبوں نے اہل بیت سے ان مٹ دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے۔ امام موصوف کو "مذل المومنین"، اور "مسود الوجوہ" کے قبیح القابات دیئے۔ اور انہیں اور ان کے والد گرامی کو مشرک اور کافر کہہ کر اپنی دشمنی کی فضا کو ہموار کیا۔ اب ہم قارئین سے پوچھتے ہیں۔ کہ محبت اہل بیت اور ایمان حقیقی کا یہی تقاضا تھا، جو ان کے سلوک سے ظاہر ہوا؟

ان حالات و واقعات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ "شیعان حسن" سے بڑھ کر امام حسن کا کوئی دشمن نہ تھا۔ اور ان سے زیادہ کوئی گستاخ نہ تھا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی ۲:

شیعوں کا ایک بے حیا اور ناقابل سماعت مذاق کو امام حسن کی طرف منسوب کرنا

جلاء العیون:۔

ایضا روایت کردہ است کہ روزے حضرت امام حسن علیہ السلام در مجلس معاویہ بود مروان بآں حضرت گفت۔ کہ موئے شارب تو زود سپید شدہ است۔ حضرت فرمود کہ سببش آنست دہان ما بنی ہاشم خوشبو، میباشد و زنانِ مادہان ما رامی بوسند از نفس ایشان موئی شارب ما سفید میشود و دہانِ شما بنی امیہ چوں بدبو است زنانِ شما از گند دہان شما احراز می کنند دہان خود را بر پہلوئے روئے شما می گذارند باین سبب عذار شما زود سپید می شود پس مروان گفت کہ در شما بنی ہاشم خصلت بدی است کہ شہوت جماع بسیار دارید حضرت فرمود کہ از زنانِ ما برداشتہ اند و بمردان ما دادہ اند و از مردانِ شما برداشتہ اند بر زنانِ شما گزاشتند باین سبب از عہدۂ زن بنی امیہ بر نمی آید مگر مرد ہاشمی۔

(۱۔ جلاء العیون جلد اول ص۴۰۰-۴۱۰ مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۲۹۵ھ بسبب صلح آنحضرت بروایت امام باقر۔)

(۲۔ مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص۲۳ مطبوعہ قم خیابان طبع جدید فی سیادتہ علیہ السلام)

ترجمہ:۔

ایضاً روایت کی گئی ہے ایک روز امام حسن رضی اللہ عنہ مجلسِ معاویہ میں تشریف رکھتے تھے۔ مروان نے کہا۔ آپ کی مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سبب اس کا یہ ہے۔ کہ ہم بنی ہاشم کا دہن خوشبودار ہوتا ہے۔ اور ہماری ازواج بوجہ اپنے خوش استشمام کرتی ہیں۔ اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم بنی امیہ گندہ دہن ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دہنوں سے احتراز کرتی ہیں اور اپنا منہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس سبب سے تمہارے رخسار بہت زیادہ سفید ہو جاتے ہیں۔ پس مروان نے کہا۔ تم بنی ہاشم میں ایک خصلتِ بد یہ ہے۔ کہ خواہش جماع زیادہ رکھتے ہو۔ امام حسن نے فرمایا خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی اور مردوں میں اضافہ ہوئی۔ اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں رکھ دی گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ زنِ امویہ سوائے مرد ہاشمی کے دوسرے سے سیراب نہیں ہوتی۔

(جلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۲۲ مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف رجسٹرڈ لاہور)

گستاخی ۳:۔

جلاء العیون:۔

ابن شہر آشوب از طریق مخالفاں روایت کردہ است کہ روزے حضرت امام حسن علیہ السلام

با یزید پلید نشستہ بود خرما می خوردند یزید گفت یا حسن من ترا دشمن می دارم حضرت فرمود کہ راست میگوئی شیطانی با پدرت شریک شدہ در وقت جماعِ مادرت آب شیطان باآب پدر پلیدت ضم شدہ است تو از آں دو سگ بہم رسیدہ بایں سبب دشمن من گردیدہ و شیطان باحرب ضم شد در وقتی کہ با مادر ابوسفیان جماع میکرد بایں سبب ابوسفیان دشمن جدی بود و پدر تو نیز بایں سبب دشمن پدر من بود ہر کہ عداوت ما اہل بیت دارد البتہ فرزند زنا است یا شریک شیطان است چنانچہ حق تعالیٰ در قرآں می فرماید کہ و شارکھم فی الاموال والاولاد۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۴۰۹ مطبوعہ تہران طبع جدید۔ سبب صلح آنحضرت بروایت امام باقر)

ترجمہ:۔

ابن شہر آشوب نے بطریقِ مخالفین روایت کی ہے۔ ایک روز امام حسن یزید پلید کے ساتھ بیٹھے خرمے نوش فرما رہے تھے۔ یزید نے کہا۔ اے حسن میں تم کو دشمن رکھتا ہوں۔ امام حسن نے فرمایا۔ تو سچ کہتا ہے۔ جب تیرے باپ نے تیری ماں کے ساتھ مجامعت کی شیطان اس وقت تیرے باپ کا شریک تھا۔ اور شریک ہوا نطفۂ شیطان تیرے باپ کے نطفہ کے ساتھ اور تو دو کتوں کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے میرا دشمن ہے۔ اور شیطان حرب کا شریک تھا جس وقت اس نے مادرِ ابوسفیان سے مقاربت کی اسی وجہ سے ابوسفیان میرے نانا کا دشمن تھا۔ اور شیطان حرب کا شریک تھا۔ اور تیرا باپ بھی اسی وجہ سے

میرے باپ کا دشمن تھا۔ اور جو ہم اہل بیت کا دشمن ہے۔ وہ بے شک فرزند زنا ہے یا شیطان اس کے نطفہ میں شریک ہے۔ جس طرح خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ وشارکھم فی الاموال والاولاد۔
(جلاء العیون اردو جلد اول ص ۴۲۳
مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف
رجسٹرڈ لاہور)

مذکورہ ۲ دو عبارتوں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مروان سے کہا۔ کہ تم (اموی) مردوں کی شہوت منتقل ہو کر تمہاری عورتوں میں چلی گئی۔ اور ہماری عورتوں کی شہوت منتقل ہو کر ہم مردوں میں آگئی۔ اسی لیے اموی عورت کی تسلی ہاشمی سے ہی ہو سکتی ہے۔ (اور ہاشمی عورت اموی مرد کے ساتھ بخوبی گزارہ کر سکتی ہے۔ (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات)

۲۔ امام حسن نے اپنی مونچھوں کے جلد سفید ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا۔ کہ ہمارے منہ سے خوشبو آنے کی وجہ سے ہماری عورتیں اپنا منہ ہمارے منہ پر رکھ کر لطف اندوز ہوتی ہیں۔ اور ان کی سانس کی گرم ہوا سے ہماری مونچھوں کے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ اُدھر اموی مردوں کے منہ سے بدبو آنے کی وجہ سے ان کی عورتیں اپنا منہ ان کے رخساروں پر رکھتی ہیں۔ لہٰذا امویوں کے رخساروں کے بال پہلے سفید ہوتے ہیں۔ (استغفر اللہ

۲۔ یزید کے ساتھ کھجوریں کھانے کے دوران امام حسن نے یزید کی اہل بیت سے دشمنی کا سبب یہ بیان کیا۔ کہ تمہاری والدہ کے ساتھ بوقتِ جماع تمہارے باپ کے ساتھ شیطان شریک ہو گیا تھا۔ اس لیے اِن دو کتوں کے نطفے سے تم پیدا ہوئے۔ اسی طرح ابوسفیان کے ساتھ بھی بوقت جماع شیطان شریک ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کے درمیان دشمنی ہوئی۔ گویا دشمن اہل بیت والد الزنا ہوتا ہے۔

کیا امام حسن رضی اللہ عنہ کی گفتگو ایک بازاری لفنگے کی گفتگو جیسی ہو سکتی ہے؟

ہر شرم و حیاء والا مذکورہ عبارات کو پڑھ کر شرم کے مارے سر نہیں اٹھا سکتا کیونکہ اخلاق و مروت سے گری ہوئی ایسی گفتگو تو بازاری آدمی بھی کرنے سے کتراتا ہے۔ اور سننا گوارہ نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ شرم و حیاء کے پیکر نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی گندی گفتگو فرمائیں۔ ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ۔ امام حسن کی شخصیت وہ عظیم شخصیت تھی۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالٰی نے دو مسلمان جماعتوں میں صلح کرائی۔ یعنی دنیا کی نمود و نمائش کو چھوڑ کر خلق خدا کے بھلے اور فائدے کی بات کی۔ اور ایسی بردباری اور ہمت خوش اخلاقی سے پیدا ہوتی ہے۔ تو جس نواسۂ رسول کی یہ شان ہو۔ وہ چھوٹی موٹی باتوں سے غضبناک ہو کر ایسی بے ہودہ گفتگو

گفتگو کر سکتا ہے۔؟

خود امام موصوف کا قول ہے۔ ''رفعت و شان اگر ملتی ہے تو ایتانِ جمیل اور ترک قبیح سے''، یعنی اچھے اخلاق کے ذریعہ آدمی بلندیوں کو چھو لیتا ہے۔

آپ نے ہی فرمایا: ''سید وہ ہے جو گالی سن کر جواب نہ دے''

(کشف الغمہ جلد اول ص۵۶۹ مطبوعہ تبریز

فی کلامہ ومواعظہ علیہ السلام)

ابھی چند سطور پہلے آپ نے دیکھا کہ شیعوں نے آپ کو ''یا مذل المؤمنین ـ و مسود الوجوہ''، کہا لیکن آپ نے اس کا اسی رنگ میں کوئی جواب نہ دیا۔

اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کی سیرت سامنے رکھ کر مذکورہ روایات کو دیکھیں۔ تو آپ یقیناً یہ کہنے میں باک محسوس نہیں کریں گے۔ کہ یہ سب کچھ ان گندے لوگوں کے ذہن کی پیداوار ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

بفرض محال اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امام حسن نے واقعی یزید کو دو کتوں کی اولاد کہا۔ تو اس کے مفاسد صرف یزید تک نہیں بلکہ امام حسن و حسین اور اہل بیت تک پہنچیں گے۔ جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ گزشتہ اوراق میں بحوالہ رجال کشی ص۱۰۲ ہم نقل کر چکے ہیں۔ کہ حسنین نے اپنی رضامندی سے امیر معاویہ کی بیعت کی۔ اور ''مقتل ابی مخنف ص۵'' میں مذکور ہے۔ کہ امیر معاویہ کی طرف سے امام حسن کو سالانہ دو لاکھ دینار وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اور آپ نے پڑھا۔ کہ یزید اور امام حسن اکٹھے کھجوریں کھا رہے تھے۔

جو ولدِ سگ اور ولد الزنا (معاذ اللہ) ہو۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا، اس سے دو لاکھ دینار وظیفہ قبول کرنا۔ اور پھر حرامی کے بیٹے حرامی کے ساتھ بیٹھ کر کھجوریں کھانا کہاں کی عبادت۔ اور کہاں کا تقویٰ ہے؟ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ان من گھڑت روایات سے شیعہ لوگوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے اخلاق فاضلہ عالیہ پر شدید حملہ کیا۔ اور انہیں نہایت

گھٹیا بازاری آدمی ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ اس لیے ثابت ہوا۔ کہ شیعہ کتب کے مطابق شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت خیانت کی "جلاء العیون"، کی عبارت ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون :۔

بدرستیکہ خدا خیانت کنندگان را دوست نمیدارد و با تو خیانت کرد سائر شیعان نیز چنیں سخنان باں حضرت عرض کردند۔

جلاء العیون اردو ترجمہ جلد اوّل ص ۴۲۱۔

ترجمہ :۔
بتحقیق خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور معاویہ نے آپ سے خیانت کی۔ پس سب شیعوں نے بھی امام حسن سے اسی طرح خیانت کی۔ (جلاء العیون اردو ترجمہ جلد اول ص ۴۲۱ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور)۔

فصل ہشتم

امام حسین رضی اللہ عنہ سے گستاخیاں!
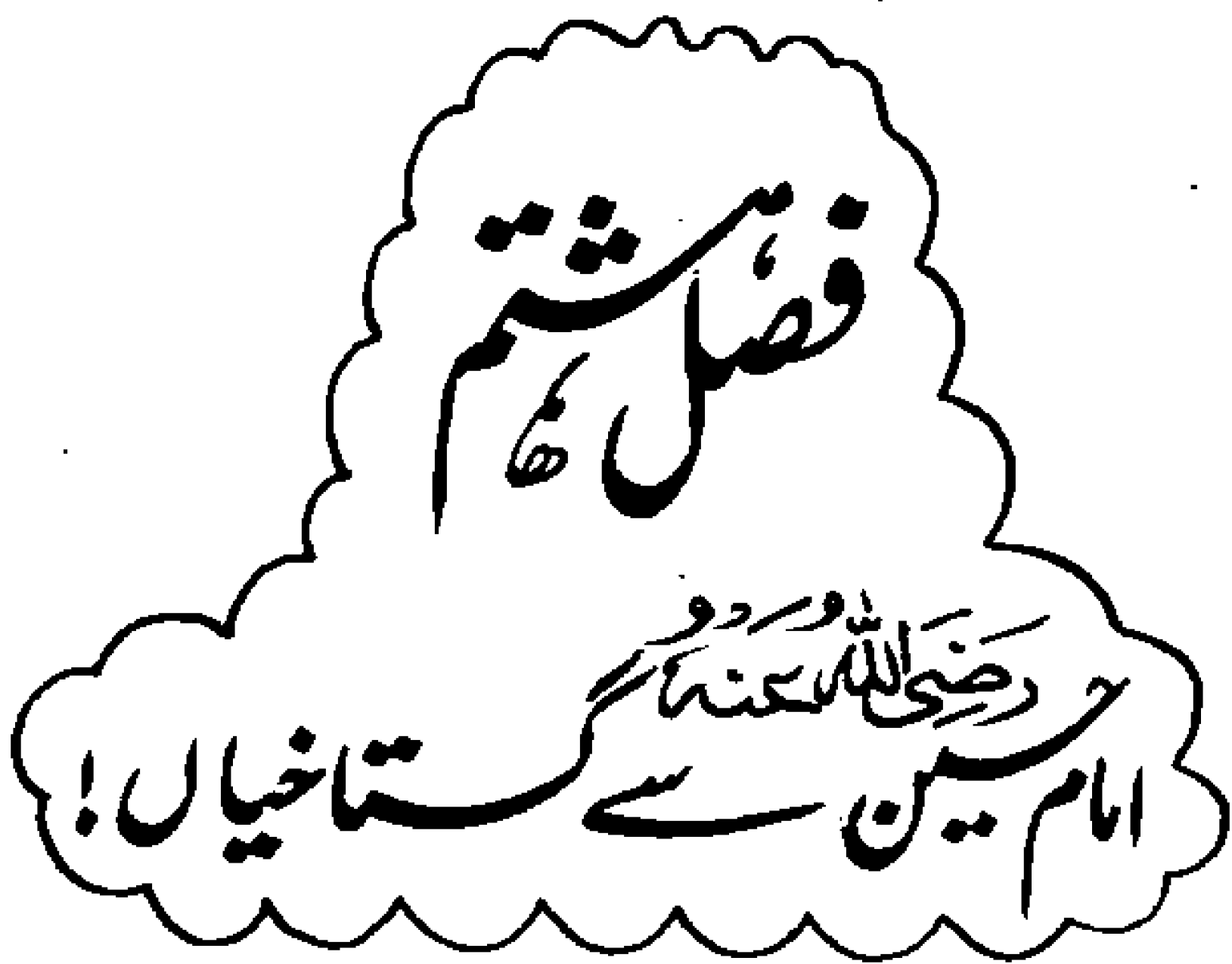
قتل حسین رضی اللہ عنہ کے اصل ذمہ دار کون لوگ ہیں؟

ہم اصل مضمون کو ذکر کرنے سے پہلے کچھ کوفہ اور اہل کوفہ کے بارے میں شیعہ کتب سے حوالہ جات پیش کر رہے ہیں تاکہ جب ان کے متعلق صحیح تصور ذہن میں آجائے گا۔ تو پھر ہم اس حوالے سے یہ بات کر سکیں گے۔ کہ امام حسین کو کن لوگوں نے اور کس شہر میں بلایا تھا۔ تاکہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا پس منظر معلوم ہو جائے۔ اور پھر اس پس منظر میں آپ کی شہادت بیان ہو۔ لہذا کوفہ اور اہل کوفہ کی شان ملاحظہ ہو۔

فرمان علیؓ: اہلِ کوفہ سب شیعہ تھے۔

نہج البلاغۃ:۔

فَقَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ ضَجَرًا بِتَثَاقُلِ

اَصْحَابِهٖ عَنِ الْجِهَادِ وَمُخَالِفَتِهِمْ لَهٗ فِي الرَّاْيِ
فَقَالَ مَا هِيَ اِلَّا الْكُوْفَةُ اَقْبِضُهَا وَاَبْسُطُهَا۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۵ ص ۶۷ مطبوعہ
بیروت۔)

تَرْجَمَہ:۔
آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا سوائے کوفہ کے اور کوئی میری مملکت نہیں ہے۔ چاہے میں اسے لپیٹوں چاہے کشادہ کروں (جس طرح چاہوں تصرف کروں۔)

مجالس المؤمنین:۔

و بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامہ دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل محتاج بدلیل است اگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۵۶ مطبوعہ تہران
سن طباعت ۱۳۷۵ھ در ذکر فدک)

تَرْجَمَہ:۔
کوفہ والوں کا شیعہ ہونا دلیل کا محتاج نہیں۔ اور کوفی الاصل کا سنی ہونا خلاف اصل ہے۔ لہٰذا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ اگرچہ وہ سنی امام اعظم ابو حنیفہ ہی کیوں نہ ہو۔

فرات کوفی:۔

قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ مُعَنْعَنًا عَنْ

(۶) عَبْدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَنَا مِمَّنْ اَنْتُمْ فَقُلْنَا لَهٗ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَقَالَ لَنَا اِنَّهٗ لَيْسَ بَلَدٌ مِنَ الْبُلْدَانِ وَ لَا مِصْرٌ مِنَ الْاَمْصَارِ اَكْثَرَ مُحِبٍّ لَنَا مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ اِنَّ اللّٰهَ هَدَاكُمْ لِاَمْرٍ جَهِلَنَا النَّاسُ فَاَحْبَبْتُمُوْنَا وَاَبْغَضَنَا النَّاسُ وَصَدَّقْتُمُوْنَا وَكَذَّبَ النَّاسُ۔

(۱۔ تفسیر فرات کوفی ص۱۷۶-۱۷۷ مطبوعہ مطبع حیدریہ نجف اشرف۔)

(۲۔ الروضۃ من الکافی جلد ۸ ص ۸۱ احیاء امرھم وانتظار فرجھم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) عبداللہ بن ولید سے روایت ہے کہ ہم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ تم کن لوگوں میں سے ہو؟ ہم نے عرض کی۔ کوفی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی ملک اور کوئی شہر ایسا نہیں۔ جس کے باشندے کوفیوں سے بڑھ کر ہمارے محب (شیعہ) ہوں۔ اللہ نے تمہیں ایک ایسا منصب (شیعہ ہونا) عطا کیا ہے۔ جس سے لوگ جاہل ہیں۔ تم نے ہم سے محبت کی۔ لوگوں نے ہم سے بغض و عناد کیا۔ تم نے تصدیق کی۔ لوگوں نے تکذیب سے کام لیا۔

ترجمہ مقبول:۔
جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدائے تعالیٰ نے شہروں میں سے چار کو پسند فرمایا پس ارشاد فرمایا۔
"والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین"
پس والتین سے مراد ہے مدینہ اور الزیتون سے مراد ہے بیت المقدس اور طور سینین سے مراد ہے کوفہ اور ھذا البلد الامین سے مراد مکہ معظمہ۔
(ترجمہ مقبول ص/۷۱۵)

مذکورہ عبارتوں سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کو اپنی پوری مملکت میں سے قابل اعتماد شہر فرمایا۔ گویا مملکت بھی یہی ہے۔ چاہے اسے لپیٹوں یا کھولوں۔
۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کوفیوں سے بڑھ کر ہمارا کسی شہر میں کوئی محب نہیں۔
۳۔ کوفی اصلی شیعہ ہیں۔ اگر کوئی کوفی اپنے آپ کو سُنی کہلاتا ہے۔ تو خلاف اصل ہونے کی وجہ سے اس کے لیے دلیل چاہیئے۔ چاہے وہ ابو حنیفہ ہی کیوں نہ ہو۔

حاصل کلام:۔
کوفہ اصل کے اعتبار سے شیعوں کا شہر ہے۔ جس میں کسی کا سُنی ہونا محتاج دلیل

ہے۔ لیکن شیعہ ہونے کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ میں کوفی ہوں۔ یہ شہر محبان اہل بیت کا قابل فخر مرکز تھا۔ اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے "طور سینین" بھی فرمایا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے اصل شیعہ تھے۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ امام حسین کو بیگانوں نے نہیں خود اپنے مجبول (شیعوں) نے کوفہ بلایا تھا۔ تو ہم اس پس منظر میں واقعہ کربلا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون:۔

امام حسین کو کوفہ میں آنے کی دعوت دینے والے آپ کے مخلص شیعہ تھے

"چوں ایں اخبار باہل کوفہ رسید شیعانِ کوفہ در خانہ سلیمان بن صرد خزاعی جمع شدند وحمد و ثنائے حق تعالیٰ ادا کردند و درباب موتِ معاویہ وبیعت یزید سخن گفتند سلیمان گفت کہ چوں معاویہ بجہنم واصل شدہ و حضرت امام حسین علیہ السلام از بیعت یزید امتناع نمودہ و بجانب کہ معظمہ رفتہ است و شما، شیعان او و پدر بزرگوار او اید گرمیدانید کہ او را یاری خواہید کرد و با دشمنانِ او جہاد خواہید کرد۔ و بجان و مال در نصرت او کوشش خواہید نمود نامہ باو نویسید و او را طلب نمائید و اگر در یاری او سستی خواہید ورزید و آنچہ شرط نیک خواہی و متابعت است بعمل نخواہید آورد او را فریب مدہید و در مہلکہ میفگنید۔ ایشان گفتند کہ چوں ایں دیار را بنورِ قدومِ خود منور گرداند ہمگی بقدم اخلاص لبیک اور می شتابیم و بدست ارادت با او بیعت می نمائیم

ودر یاری او دفع شر اعادی او جان افشانیہا بظہور میر سانیم پس عریضہ باین مضمون بخدمت آنحضرت قلمی نمودند۔"

(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۱۸ - ۵۱۹ مطبوعہ تہران زندگانی سید الشہدا - طبع جدید ۱۳۹۸ھ)

ترجمہ:-

جب یہ خبریں کوفیوں تک پہنچیں۔ کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے۔ اللہ کی حمد وثناء کے بعد معاویہ کی قوت اور بیعت یزید کے بارے میں گفتگو چل نکلی سلیمان کہنے لگا۔ جب معاویہ (معاذاللہ) جہنم پہنچ گیا ہے۔ اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ اور مکہ روانہ ہو گئے ہیں۔ تم لوگ جو ان کے اور ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو۔ خوب جان لو کہ ان کی امداد کرو گے۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرو گے۔ جان ومال سے ان کی مدد کی کوشش کرو گے۔ ان کو رقعہ لکھنا چاہیئے۔ اور انہیں بلانا چاہیئے۔ اگر تم نے ان کی مدد میں سستی دکھلائی۔ اور ان کی متابعت کو عمل میں نہ لائے تو ان کو فریب دو گے۔ اور ان کو ہلاکت میں ڈالو گے ان سب نے کہا۔ کہ جب امام ہمارے اس شہر کو اپنے آنے سے منور کریں گے۔ ہم سب مخلصانہ طور پر ان کی طرف بھاگیں گے۔ اور ان کی بیعت کریں گے۔ ان کی مدد میں ان کے دشمنوں کو اپنی جانیں قربان کر کے دفع کریں گے۔ پھر اسی مضمون کا رقعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

ارشاد شیخ مفید:۔

وَبَلَغَ اَهْلَ الْكُوْفَةِ هَلَاكُ مُعَاوِيَةَ فَارْجَفُوْا بِيَزِيْدَ وَعَرَفُوْا خَبَرَ الْحُسَيْنِ (ع) وَامْتِنَاعِهٖ مِنْ بَيْعَتِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ اَمْرِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فِيْ ذٰلِكَ وَخُرُوْجِهِمَا اِلٰى مَكَّةَ فَاجْتَمَعَتِ الشِّيْعَةُ بِالْكُوْفَةِ فِيْ مَنْزِلِ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخُزَاعِيِّ فَذَكَرُوْا هَلَاكَ مُعَاوِيَةَ فَحَمِدُوا اللّٰهَ وَاَثْنَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ اِنَّ مُعَاوِيَةَ قَدْ هَلَكَ وَاِنَّ حُسَيْنًا قَدْ تَقَبَّضَ عَلَى الْقَوْمِ بَيْعَةً وَقَدْ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ وَاَنْتُمْ شِيْعَتُهٗ وَشِيْعَةُ اَبِيْهِ فَاِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّكُمْ نَاصِرُوْهُ وَمُجَاهِدُوْا عَدُوِّهٖ وَنَقْتُلُ اَنْفُسَنَا دُوْنَهٗ فَاكْتُبُوْا اِلَيْهِ وَعَلِّمُوْهُ وَاِنْ خِفْتُمُ الْفَشَلَ وَالْوَهْنَ فَلَا تَغُرُّوا الرَّجُلَ فِيْ نَفْسِهٖ قَالُوْا لَا بَلْ نُقَاتِلُ عَدُوَّهٗ نَقْتُلُ اَنْفُسَنَا دُوْنَهٗ قَالَ فَاكْتُبُوْا اِلَيْهِ فَكَتَبُوْهُ اِلَيْهِ۔

(ارشاد الشیخ مفید ص ۲۰۲ مطبوعہ قم خیابان ارم فی خروج الحسین علیہ السلام من المدینۃ۔)

ترجمہ:۔

کوفیوں کو امیر معاویہ کے فوت ہونے کی اطلاع ملی۔ تو وہ یزید کے بارے میں پریشان ہوئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات سے آگاہ ہوئے اور پتہ چلا۔ تو کوفی شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے۔ معاویہ کے فوت ہونے کی بات ہوئی۔ اللہ کی حمد وثنا کہی

پھر سلیمان بن صرد نے کہا۔ معاویہ فوت ہو گئے۔ اور حسین نے قوم کی بیعت لینے سے پس وپیش کیا ہے۔ اور مکہ چلے آئے۔ تم (کوفیو) ان کے اور ان کے والد کے شیعہ (محب) ہو۔ اگر تم جانتے ہو۔ کہ تم ان کے معاون ہو۔ اور ان کے دشمن کے خلاف جہاد کرنے والے ہو۔ اور اُن کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے والے ہو۔ تو انہیں اس بارے میں لکھو۔ اور انہیں بتلاؤ۔ اور اگر تم بزدلی اور کمزوری سے خوفزدہ ہو۔ تو انہیں یہاں بلا کر دھوکہ نہ دینا۔ سب نے کہا۔ نہیں نہیں ہم ان کے دشمن سے لڑیں گے۔ اپنے آپ کو قربان کریں گے۔ تو اس نے کہا۔ اچھا۔ پھر اب انہیں (اسی مضمون کا) رقعہ لکھو۔ تب رقعہ لکھا گیا (اور امام کو بھیجا گیا)

مقتل ابی مخنف :-

فَلَمَّا بَلَغَ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَاةُ مُعَاوِيَةَ اِمْتَنَعُوا مِنَ الْبَيْعَةِ لِيَزِيْدَ وَ قَالُوْا لَقَدِ امْتَنَعَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْبَيْعَةِ لِيَزِيْدَ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَ قَدْ لَحِقَ بِمَكَّةَ وَ لَسْنَا نُبَايِعُ يَزِيْدَ قَالَ اَبُوْ مَخْنَفٍ وَ كَانَ عَامِلُ الْكُوْفَةِ يَوْمَئِذِ النُّعْمَانُ بْنُ الْبَشِيْرِ الْاَنْصَارِيُّ فَاجْتَمَعَ مِنَ الشِّيْعَةِ جَمَاعَةٌ اِلٰى مَنْزِلِ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخُزَاعِيِّ قَالُوْا نَكْتُبُ اِلَى الْحُسَيْنِ فَقَالَ لَهُمْ يَا مَعْشَرَ النَّاسِ اِنَّ مُعَاوِيَةَ قَدْ هَلَكَ وَ قَدِ امْتَنَعَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْبَيْعَةِ وَ نَحْنُ شِيْعَتُهُ وَ اَنْصَارُهُ فَاِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّكُمْ تَنْصُرُوْنَهُ وَ تُجَاهِدُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَافْعَلُوْا وَ اِنْ خِفْتُمْ

الْوَهْنَ وَالتَّخَاذُلَ فَلَا تَغُرُّوا الرَّجُلَ فَقَالُوا بَلْ نُقَاتِلُ عَدُوَّهُ؛ فَقَالَ: اُكْتُبُوا عَلَى اِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكَتَبُوا كِتَابًا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۱۴ مطبوعہ مطبع حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔

کوفیوں کو جب امیر معاویہ کے انتقال کی خبر پہنچی۔ تو انہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ یزید کی بیعت سے تو امام حسین نے انکار کر دیا ہے۔ اور مکہ آ گئے ہیں۔ ہم یزید کی بیعت کس طرح کر سکتے ہیں ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ ان دنوں کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر انصاری تھے۔ شیعوں کی ایک جماعت سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئی۔ اور کہا۔ ہم امام حسین کو رقعہ لکھتے ہیں سلیمان نے کہا۔ لوگو! معاویہ کا انتقال ہو چکا ہے اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے، ہم حسین کے شیعہ اور مددگار ہیں۔ اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ ان کی مدد کرو گے۔ اور ان کے سامنے جہاد کرو گے۔ تو کر لو۔ اور اگر تم کو اپنی کمزوری اور ذلت کا خوف ہو تو اس مرد کو کوفہ بلا کر دھوکہ نہ دینا۔ سب نے کہا۔ ہم ان کے دشمن کے خلاف ضرور لڑیں گے۔ تو سلیمان نے کہا۔ اچھا۔ اللہ کا نام لے کر انہیں لکھو۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف رقعہ لکھا گیا۔ (اور بھیجا گیا۔

لمحہ فکریہ:۔

شیعہ لوگ ہمیشہ سے یہی رٹ لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ اور بھولے بھالے

سُنیوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہی حربہ استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے سُنی ہیں سنیوں نے آپ کو کوفہ بلایا۔ اور ان کی بیعت کی۔ بعد میں غداری کر کے یزید کے حامی اور ہمنوا بن گئے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ لہٰذا نواسۂ رسول کا خون ان سُنیوں کے سر ہے۔ یہی قاتلانِ حسین ہیں۔ اور قاتلانِ حسین کس منہ سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم "محبان اہل بیت" ہیں؟ "محبان اہل بیت" تو ہم ہیں۔ کیونکہ ہم شیعوں نے نہ تو امام کو کوفہ بلوایا۔ نہ اُن کی بیعت کر کے غداری کی۔ اور نہ ہی یزید کی ہمنوائی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں ہم نے شہید کیا۔

ہم نے اسی پروپیگنڈا کو واضح کرنے اور حقیقت حال کی وضاحت کرنے کے لیے اپنی نہیں ان کی کتب کے تین حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔ تاکہ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" کے مطابق خود انہیں بھی اپنے گھر کی خبر ہو جائے۔ اور کہتے پھریں سے

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مذکورہ بالا حوالہ جات میں بالکل صاف صاف اقرار ہے۔ کہ ہم کوفہ والے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ "شیعان علی اور شیعان حسین" تھے۔ اس صاف گوئی پر قربان۔ پھر بھی اگر یہی کہو۔ کہ کوفہ میں بلانے والے سُنی تھے۔ تو شاباش تمہاری دیانت داری اور انصاف پسندی پر پھر تمہیں اپنے قاعدہ کے مطابق یہ ثابت کرنا پڑے گا۔

کوفی سُنی کیونکر تھے؟ کیونکہ جب تمہارے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جنہیں دنیا سنی کہتی ہے۔ وہ بھی کوفی ہونے کی وجہ سے اپنا سنی ہونا دلیل سے ثابت کریں گے۔

تب اُن کا سنی ہونا مانا جائے گا۔ تو جن لوگوں کو تمہاری کتب "شیعان علی"

رکیں۔ اور جن کے بارے میں صرف کوئی ہونا بھی شیعہ ہونے کے لیے کافی تھا۔ انہیں سنی کہہ دینا تو آسان ہے۔ لیکن ثابت کرنا شائد تمہارے بس سے باہر ہو۔

ان عبارات میں واضح طور پر موجود ہے۔ کہ "سلیمان بن صرد خزاعی" نے کہا ہم امام حسین اور ان کے والد کے شیعہ ہیں۔ اس لیے اگر تم اے اہل کوفہ! ان کی صحیح مدد کر سکو۔ اور ان کے مخالفین کے سامنے جم جاؤ۔ اور اپنی جانوں تک نثار کرنے کا عزم صمیم رکھتے ہو۔ تو پھر امام حسین کو یہاں آنے کی دعوت دینا اور ان سے بیعت کرنا، اور ان کے حق میں یزیدیوں سے ٹکرانا مفید ہے۔ اور اس کے لیے امام موصوف کو رقعہ بھیجنا ضروری ہے۔ لیکن اگر تم نے بزدلی دکھانا ہے۔ اور بیعت کر کے مکر جانا ہے۔ اور لڑائی کے وقت انہیں اکیلا چھوڑ دینا ہے۔ تو بعد کی ذلت اور رسوائی سے بہتر ہے۔ کہ ابھی چپ سادھ لو۔ اور انہیں یہاں آنے کی زحمت نہ دو۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔ اور خود کتب شیعہ اس کی مؤید ہیں۔ کہ ان کوفیوں نے "سلیمان بن صرد" کو یقین دلایا۔ پھر خط لکھا۔ اور یوں "بسم اللہ" ہوئی اس پروگرام کی۔ جس کی ورد "الناس"، میدان کربلا میں شہادت امام عالی مقام کی صورت میں سامنے آئی۔ امام عالی مقام کو کوفہ بلانے کے لیے "سلیمان بن صرد" کی تقریر کے بعد پہلا رقعہ لکھا گیا۔ اور پھر لگاتار رقعہ جات کی بارش ہوئی۔ حتیٰ کہ ان کے حوالہ سے اٹھارہ ہزار خط لکھے گئے ———— جن میں سے ہر ایک خط کے اندر انہی وعدوں اور معاہدات کی پابندی کا عزم تھا۔ جس کی بنیاد "سلیمان بن صرد" کے گھر رکھی گئی۔ ہم آئندہ اوراق میں ان خطوط کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کر رہے ہیں۔ تاکہ واقعہ کربلا اور اس میں ملوث لوگوں کے پہنچاننے میں آسانی ہو۔ اور واضح ہو جائے، کہ خونِ حسین کس کے سر ہے۔

☆

امام عالی مقام کی طرف "شیعوں" کے خطوط دعوت کوفہ اور صریح اقرار کہ ہم شیعان حسین آپ کو کوفہ بلا رہے ہیں

جلاء العیون:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - ایں نامہ ایست بسوئی حسین بن علی علیہ السلام از جانب سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نجیہ و رفاعہ بن شداد بجلی و حبیب بن مظاہر و سائر شیعان او مومناں و مسلمانان اہل کوفہ - سلام خدا بر تو باد و حمد میکنیم خدارا بر نعمتہائی کہ ما را داد بر ما و شکر میکنیم اورا بر آنکہ ہلاک کرد دشمن جبار معاند ترا کہ بے رضائی امت بر ایشاں والی شد و بجاگو عدوان بر ایشاں را بنا حق تصرف نمود - و نیکاں ایشاں را بقتل رسانید و بداں ایشاں را بر نیکاں مسلط گردانید و اموال خدارا بر مالداران و جباراں قسمت نمود - پس خدا اورا لعنت کند - چنانچہ قوم ثمود را لعنت کرد - بدانکہ ما در ایں وقت امامی و پیشوائی نداریم بسوئی ما توجہ نما - و بشہر ما قدم رنجہ فرما - کہ ما ہمگی مطیع تو ایم - شاید کہ حق تعالیٰ حق را ببرکت تو بر ما ظاہر گرداند و نعمان بن بشیر حاکم کوفہ در قصر الامارت نشستہ است در نہایت مذلت و بجمعہ او حاضر نمیشویم و در عید با او بیروں نمی رویم چوں خبر برسد کہ شما متوجہ ایں صوب گردیدہ اید او را از کوفہ بیروں می کنیم تا باہل شام ملحق گردد والسلام

پس ایں نامہ را با عبداللہ بن مسمع ہمدانی و عبداللہ بن وائل بخدمت آں زبدۂ اہلبیت عصمت و جلالت فرستادند۔ و مبالغہ کردند کہ ایشاں آں نامہ را بانہایت سرعت بخدمت آنحضرت برسانند۔ پس ایشاں در دہم ماہ رمضان داخل مکہ شدند و نامۂ اہل کوفہ را با نحضرت رسانیدند۔ باز اہل کوفہ بعد از دو روز از فرستادن آں قاصداں قیس بن مسہر و عبداللہ بن شداد و عمارہ بن عبداللہ را فرستادند با صد و پنجاہ[۱۵۰] نامہ کہ عظمائے اہل کوفہ نوشتہ بودند۔ یک کس و دو کس و چہار کس و زیادہ یک نامہ نوشتہ بودند و باز بعد از دو روز ہانی بن ہانی سبیعی و سعید بن عبداللہ حنفی را بخدمت آں حضرت رواں کردند۔ و نوشتند۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایں عریضہ ایست بخدمت حسین بن علی از شیعاں و فدویاں و مخلصان آنحضرت۔ اما بعد۔ بزودی خود را بدوستان و ہواخواہاں خود برساں۔ کہ ہمہ مردم ایں ولایت منتظر قدوم مسرت لزوم تو اند و بسوئی غیر تو رغبت نمی نمایند البتہ تعجیل تمام خود را بایں مشتاقان مستہام برساں۔ والسلام خیر ختام۔

پس شبث بن ربعی و حجار بن ابجر و یزید بن حارث و عروہ بن قیس و عمرو بن حجاج و محمد بن عمر و عریضہ دیگر نوشتند بایں مضمون۔ اما بعد۔ صحراہا سبز شدہ و میوہ ہا رسیدہ اگر بایں صوب تشریف آوری۔ لشکرہائی برائے تو مہیا و حاضر اند در شب و روز انتظار مقدم شریف تو می برند و ہر چند ایں نامہ ہا بآنحضرت میرسید۔ حضرت تامل نمودہ جواب ایشاں رانمی نوشت تا آنکہ در یک روز ششصد نامہ از آں غداراں بآنحضرت رسید چوں مبالغہ ایشاں از در گذشت و رسولاں بسیار نزد آنحضرت جمع شدند۔ دوازدہ[۱۲۰۰۰] ہزار نامہ از آں ناصبہ بآں

جناب رشید۔

(۱۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۱۹ مطبوعہ تہران طبع جدید۔ درخواست کردن اہل کوفہ برائے ورود آنحضرت را)

(۲۔ چہاردہ معصوم جلد اول ص ۵۱۹)

ترجمہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط حسین بن علی علیہ السلام کی طرف من جانب سلیمان بن صرد خزاعی مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد بجلی، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے تمام شیعان حسین مسلمانوں اور مومنین کی طرف سے ہے۔ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ اللہ کی ہم پر کامل نعمتوں کے بدلہ اس کی ہم حمد کرتے ہیں۔ اور اس کا شکر ہے۔ کہ اس نے آپ کے ایک ظالم اور جابر دشمن کو ہلاک کیا۔ جو امت کی مرضی کے بغیر ان کا والی بنا رہا۔ اور ظلم و زیادتی سے ان کا حاکم رہا۔ ان کے اموال میں ناحق تصرف کیا۔ نیکوں کو قتل کیا۔ اور بروں کو نیکوں پر مسلط کر دیا۔ اللہ کا مال، مالداروں اور سرکشوں پر خرچ کیا۔ لہٰذا اللہ اس پر لعنت کرے۔ جس طرح اس نے قوم ثمود پر لعنت کی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس وقت ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں۔ ہمارا خیال فرمائیے۔ اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے حق ہم پر ظاہر فرما دے۔ نعمان بن بشیر گورنر کوفہ دارالامارت میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی گزر نہایت ذلت سے ہو رہی ہے۔ ہم جمعہ پڑھنے اس کے ہاں نہیں جاتے۔ اور نہ ہی عید کے لیے اس کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ جب ہمیں آپ کے

یہاں آنے کی اطلاع ملے گی ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔ اور وہ شام چلا جائے گا۔ والسلام۔

اس خط کو عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وائل کے ذریعہ امام حسین رضی کے پاس پہنچایا۔ اور پُرزور کہا۔ کہ لوگ اس خط کو بہت جلد امام حسین تک پہنچائیں دس رمضان المبارک کو یہ پیغامبر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور کوفیوں کا خط امام موصوف کو دیا۔ ان کے دو دن بعد قیس بن مصہر عبداللہ بن شداد اور عمارہ بن عبداللہ کو ڈیڑھ سو رقعہ جات دے کر امام کے پاس کوفیوں نے بھیجا۔ جو رقعہ جات کوفیوں کے بڑے لوگوں کی طرف سے تھے۔ ایک ایک رقعہ دو دو، تین تین، چار چار یا زیادہ آدمیوں کی طرف سے مشترکہ تھا۔ اس کے دو دن بعد پھر ہانی بن ہانی سبعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط امام حسین بن علی کی طرف ان کے نام لیواؤں اور خادموں نے لکھا ہے۔ اما بعد۔ بہت جلد آپ اپنے ہی خواہ اور دوستوں کے پاس تشریف لے آئیں۔ اس علاقہ کے تمام لوگ آپ کی مبارک تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا انہیں نہیں بھاتا۔ بہت تاکید ہے۔ کہ آپ ان جانثاروں اور مشتاقان دید کو اپنے لقا سے خوش کریں۔ والسلام خیر ختام۔

اس کے بعد شیث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، عروہ بن قیس، عمر بن حجاج اور محمد بن عمرو نے ایک اور خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ اما بعد۔ صحرا سبز ہو گئے۔ میوہ جات پک گئے۔ اگر آپ ادھر قدم رنجہ فرمائیں۔ تو آپ کے لئے فوج بالکل تیار ہو گی۔ اور آپ کی تشریف آوری

کا ہم رات دن انتظار کر رہے ہیں۔

یہ خط جس قدر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملے۔ آپ نے ان کے جواب میں جلدی نہ کی۔ حتیٰ کہ ایک دن میں چھ سو رقعے ان مکاروں اور غداروں کے آپ کو پہنچے اور ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا۔ اور بہت سے ایلچی آپ کے پاس جمع ہو گئے بارہ ہزار خطوط بھی اس طرف سے وصول ہو چکے تھے۔ انتہیٰ۔

نوٹ:۔

مذکورہ روایت میں سعید بن عبداللہ "حنفی"، کا لفظ آیا ہے اس سے مراد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا مقلد ہرگز نہیں، بلکہ مراد بنو حنیفہ قوم کا فرد ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ، امام حسین کی شہادت کے وقت پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ شہادت حسین ۶۱ھ میں اور ولادت امام ابو حنیفہ ۸۰ھ میں ہے۔

مقتل ابی مخنف:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِلَی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ مِنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخُزَاعِیِّ وَالْمُسَیَّبِ بْنِ نُجَیَّۃَ وَرِفَاعَۃَ بْنِ شَدَّادٍ الْبَجَلِیِّ وَحَبِیْبِ بْنِ مُظَاھِرٍ الْاَسَدِیِّ وَمَنْ مَّعَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ سَلَامٌ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا نَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاعْلَمْ یَا ابْنَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَابْنَ عَلِیِّ نِ الْمُرْتَضٰی اَنْ لَّیْسَ لَنَا اِمَامٌ غَیْرُکَ فَاَقْدِمْ اِلَیْنَا

لَنَا مَا لَکَ وَعَلَیْنَا مَا عَلَیْکَ فَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَّجْمَعَنَا بِکَ عَلَی الْحَقِّ وَالْهُدٰی وَاعْلَمْ اَنَّکَ تَقْدِمُ عَلٰی جُنُوْدٍ مُّجَنَّدَةٍ وَّاَنْهَارٍ مُّتَدَفِّقَةٍ وَّعُیُوْنٍ جَارِیَةٍ فَاِنْ لَّمْ تَقْدِمْ عَلٰی ذٰلِکَ فَابْعَثْ اِلَیْنَا اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ بَیْتِکَ یَحْکُمُ بَیْنَنَا بِحُکْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسُنَّةِ جَدِّکَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاعْلَمْ اَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِیْرٍ فِیْ قَصْرِ الْاِمَارَةِ لَسْنَا نَشْهَدُ مَعَهٗ جُمُعَةً وَّلَا جَمَاعَةً وَّلَوْ اَنَّکَ اَقْبَلْتَ اِلَیْنَا لَکُنَّا اَخْرَجْنَاهُ اِلَی الشَّامِ وَالسَّلَامُ۔

وَبَعَثُوا الْکِتَابَ مَعَ عُمَرَ بْنِ نَافِذِ التَّیْمِیِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّمِیْعِ الْهَمْدَانِیِّ فَخَرَجَا مُسْرِعَیْنِ حَتّٰی قَدِمَا عَلَی الْحُسَیْنِ وَمَعَهُمَا خَمْسُوْنَ صَحِیْفَةً وَلَبِثُوْا یَوْمَیْنِ اٰخَرَیْنِ وَبَعَثُوْا اِلَیْهِ مُسْهِرَ الْاَنْصَارِیَّ وَمَعَهٗ کِتَابٌ فِیْهِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِلَی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ لَا اِمَامَ غَیْرُکَ لَنَا یَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَجَلَ الْعَجَلَ ثُمَّ لَبِثُوْا یَوْمَیْنِ اٰخَرَیْنِ وَکَتَبُوْا کِتَابًا یَقُوْلُوْنَ فِیْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَدْ اَیْنَعَتِ الثِّمَارُ فَاقْدِمْ اِلَیْنَا یَا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْرِعًا قَالَ اَبُوْ مِخْنَفٍ وَّتَوَاتَرَتِ الْکُتُبُ اِلَیْهِ فَسَئَلَ الرُّسُلَ عَنْ اَمْرِ النَّاسِ فَقَالُوْا اِنَّهُمْ

كُلُّهُمْ مَعَكَ ثُمَّ كَتَبُوْا مَعَ هَانِئِ بْنِ هَانِئٍ وَسَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْحَنَفِيِّ وَكَانَ اٰخِرَ الرَّسُوْلِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَلَمَّا قَرَءَ الْكِتَابَ جَمِيْعًا كَتَبَ فِيْ كِتَابٍ۔

(۱۔مقتل ابی مخنف طبع الحیدریہ قدیم فی النجف ص ۱۸ فی خروج الحسین علیہ السلام)
(۲۔مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص ۹۰ (فی قتلہ علیہ السلام۔) طبع قم جدید)
(۳۔اخبار الطوال ص ۲۲۹/ اہل کوفہ والحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام حسین رضی اللہ عنہ بن علی بن ابی طالب کو سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجیہ، رفاعہ بن شداد البجلی، حبیب بن مظاہر اسدی اور ان کے تمام ساتھیوں نے کوفہ سے یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد۔ ہم اللہ وحدہ لاشریک کی حمد کرتے ہیں۔ اور محمد وآل محمد پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ آپ کے بغیر ہمارا کوئی امام نہیں۔ اس لیے ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ ہم نفع ونقصان میں شریک رہیں گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت وسبب سے ہمیں ہدایت وحق پر جمع کردے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپ جب آئیں گے۔ تو ایک مضبوط لشکر آپ کی خاطر تیار ہو گا۔ اس

وقت نہریں جاری ہیں۔ چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اگر آپ خود تشریف نہ لا سکیں۔ تو اہل بیت میں سے کسی کو بھیج دیجیے۔ تاکہ وہ ہمارے درمیان اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق فیصلہ کرے۔

آپ کو علم ہوگا۔ کہ کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر انصاری قصر دارالامارۃ میں ہے۔ اور ہم نہ جمعہ پڑھنے اس کے ہاں جاتے ہیں۔ اور نہ نماز باجماعت میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اگر آپ تشریف لائیں۔ تو ہم اسے فوراً نکال کر شام بھیج دیں گے۔ والسلام

عمر بن نافذ التیمی اور عبداللہ بن السمیع ہمدانی کو رقعہ دے کر روانہ کیا۔ یہ دونوں بہت جلد امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے پاس پچاس کے قریب رقعہ جات تھے۔ ان کے دو دن بعد مسہر الانصاری کو رقعہ دے کر بھیجا۔ جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد یقین فرمائیے آپ کے بغیر اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا کوئی امام نہیں۔ جلدی فرمائیے۔ جلدی تشریف لائیے۔ پھر دو دن بعد لوگوں نے اور رقعہ لکھا جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پھل پک چکے ہیں اے بنت رسول کے فرزند بہت جلد ہمارے ہاں تشریف لائیے۔

ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ پے در پے رقعہ جات پہنچنے لگے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ ایلچیوں سے کوفہ کے حالات دریافت فرماتے تھے ایلچیوں نے کہا۔ حضرت! وہ سب آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر اس کے بعد ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ الحنفی کے ہاتھ رقعہ بھیجا۔ کوفیوں کی طرف سے

یہ آخری ایلچی تھا۔ جب امام موصوف نے تمام رقعہ جات پڑھے۔ تو یہ جواب تحریر فرمایا۔

ذبح عظیم :۔

امیر معاویہ نے جب اپنا پیمانۂ عمر لبریز کر کے ساغر حکومت یزید کے خوار کو دیا اور مملکت میں ایک تغیر حادث ہوا۔ تو پیروان علی علیہ السلام نے اس وقت فرصت سمجھ کر کوفہ میں سلیمان بن صرد صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر ایک پر تاثیر جلسہ کیا۔ جس میں باہم یہ عہد کیا گیا۔ کہ نصرت اہل بیت اطہار میں اپنی جان ومال سے دریغ نہ کریں گے۔ چنانچہ باتفاق رائے اہل جلسہ سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ اور رفاع ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر نے ایک عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لکھی۔ جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا۔

الحمد للہ کہ آپ کا دشمن جبار عنید ہلاک ہوا۔ فبعدت کما بعدت ثمود۔ اب آپ ہماری پیشوائی اور رہنمائی کے لیے تشریف لائیں۔ جس وقت آپ ادھر کا قصد فرمائیں گے۔ ہم حاکم کوفہ کو کوفہ بلکہ حدود عراق سے نکال دیں گے۔ ہم اس سے بالکل جدا ہو گئے ہیں۔ اور جمعہ اور جماعات میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ عبداللہ بن سبع اور عبداللہ بن وال سفیر و نامہ بر قرار پائے۔ جنہوں نے دسویں رمضان المبارک کو مکہ معظمہ میں عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کے حضور میں پیش کی۔ اس کے بعد مسلسل عرضیاں پہنچنے لگیں۔ از انجملہ پانچ سو اکیس عرضیاں جن میں سے کوئی ایک شخص کی طرف سے تھی کوئی دو اور کوئی چار کی طرف سے تیس

بن مسہر عبدالرحمن بن عبداللہ اور عمارہ ابن عبید کی معرفت وصول ہوئیں۔ اس سلسلہ میں شیث ابن ربعی حجاز ابن الحر یزید ابن حارث یزید ابن عدیم عروۃ ابن قیس، عمر بن حجاج اور محمد بن عمید کی عرضیاں پہنچیں۔ جن میں بکمال وضاحت یہ مقصد ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ سب سامان منتظم ہو چکا ہے۔ اور لشکر آراستہ آپ کی نصرت کے لیے تیار ہے۔ جلد تشریف لائیے۔ سب سے آخر ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ اہل کوفہ کے سفیر پہنچے۔ اور اس مضمون کی عرضی لائے۔ کہ اب آنے میں تاخیر نہ کیجئے۔ جلد آئیے۔ تمام لوگ چشم براہ ہیں۔ اور آپ کے سوا کسی کی امامت اور خلافت سے رضامند نہیں ہیں۔ سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ بعض عرضیوں پر یہ جملہ بھی درج تھا۔

"وان لم تقبل الینا فانت اثم"، یعنی اس حالت میں کہ ہم طالب ہدایت ہیں۔ اور آمادۂ نصرت ہیں۔ اگر پھر بھی آپ تشریف نہ لائے تو اس کا بوجھ و گناہ آپ پر ہوگا۔

(ذبح عظیم ص ۱۴۶ طبع جدید مصنف خان بہادر مولوی سید اولادِ حیدر)

لمحہ فکریہ:۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کے بعد ہر شخص پر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ امام عالی مقام کو خطوط لکھنے والے پکے اور کٹر شیعہ تھے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے فدائی اور جانثار ہونے کے مدعی تھے۔ ان کی وفاداری اور دعوٰے اطاعت کا یہ عالم تھا۔ کہ امام عالی مقام کے سوا کسی کو امام ماننے کے لیے تیار بھی نہ تھے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کا اس قدر انتظار تھا۔ کہ سب کو تہ،

چشم براہ تھا۔ اور ہر خط و رقعہ میں یہ الفاظ تحریر کرکے اپنی امتیازی شناخت بھی کرا چکے۔ کہ "یہ عریضہ آپ کے اور آپ کے والد کے شیعوں، مخلصوں اور پیروکاروں کی طرف سے ہے" آپ کو امام بنانے کا اتنا عزم تھا کہ وقت کے گورنر نعمان بن بشیر کے پیچھے نمازیں پڑھنی چھوڑ دیں۔ اور انہیں حدود عراق سے نکالنے کی ٹھانی ہوئی تھی۔ ان تصریحات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ کوفہ بلانے والے سُنّی تھے۔ اور انہوں نے پے در پے بارہ ہزار رقعہ جات لکھے ؟

ان شیعوں نے امام موصوف کو ہر طرح سے یقین دہانی کرائی۔ کہ آپ کی خاطر لشکر جرار تیار رکھا ہے۔ ہمارے پکے ہوئے پھل آپ کے اشارے کے منتظر ہیں۔ اور ہمارے چشموں کا پانی آپ کی خاطر جوش میں ہے۔ خدارا آپ جلد تشریف لائیے۔ جلد تشریف لائیے۔ اگر اب بھی آپ تشریف فرما نہ ہوئے۔ تو کل قیامت کو جوابدہی کے لیے تیار رہیئے۔

ان حوالہ جات سے دو باتیں بالکل عیاں اور ظاہر و باہر ہوئیں۔

۱۔ امیر معاویہ کے انتقال کے بعد سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہو کر مجلس مشاورت قائم کرنے والے اتفاق رائے سے امام حسین کو کوفہ بلانے والے سب کے سب شیعہ تھے۔

۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط و عرائض لکھنے والے اور انہیں لے جانے والے بھی تمام کے تمام "شیعانِ علی"، اور پکے "محب حسین" تھے۔

کوفی شیعوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب امام حسین رضؓ کی طرف سے

جلاء العیون :-

حضرت در جواب نامۂ اخیر ایشاں نوشت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایں نامہ ایست از حسین بن علی بسوئی گروہ مومناں و مسلماناں و شیعاں۔ اما بعد۔ بدرستیکہ ہانی و سعید نامہ از شما آوردند بعد از رسولان بسیار مکاتیب بے شمار از شما بمن رسیدہ بود بر مضامین ہمہ اطلاع بہم رسانیدم و در جمیع نامہا نوشتہ بودید۔ کہ امامی نداریم۔ بزودی بیا شاید کہ حق تعالیٰ مارا ببرکت تو بر حق و ہدایت مجتمع گرداند۔ اینک می فرستم بسوئی شما برادر و پسر عم و محل اعتماد خود مسلم بن عقیل را پس اگر او بنویسد بسوئی من کہ مجتمع شدہ است رای عقلاء و دانایاں و اشراف و بزرگاں شما برآنچہ در نامہا درج کردہ بودید انشاء اللہ بزودی بسوئی شما می آیم پس بجان خود سوگند یاد می کنم کہ امامی نیست مگر کسی کہ حکم کند در میان مردم بکتاب خدا و قیام نماید در میان مردم بعدالت و قدم از جادہ شریعت مقدسہ بیروں نگزارد و مردم را بر دین حق مستقیم بدارد۔ والسلام۔

(جلاء العیون صفحہ ۲۵۰ جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید۔ درخواست کردن اہل کوفہ برائے ورود آنحضرت را)

ترجمہ :- از مترجم جلاء العیون۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط حسین بن علی کا شیعوں،

مومنوں مسلمانوں اہل کوفہ کی طرف ہے۔

اما بعد۔ بہت سے قاصدوں اور خطوط آنے کے بعد جو تم نے ہانی و سعید کے ہاتھ مجھے بھیجا۔ مجھے پہنچ گیا۔ سب تمہارے خطوط مجھے پہنچے۔ اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا کہ تم نے سب خطوط میں میرے پاس لکھا ہے۔ کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ بہت جلد آپ ہمارے پاس تشریف لائیے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو بحق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھے جو کچھ خطوط میں تم نے مجھے لکھا بمشورہ عقلاء و دانایاں و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے۔ اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ امام وہی ہے۔ جو درمیاں مردم بکتاب خدا حکم اور بعدالت قیام کرے۔ اور قوم جادۂ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے۔ اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ والسلام حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

(ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۱۹۰ مطبوعہ
شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس
لاہور طبع جدید)

ذبح عظیم:۔

دو المنتہران کے متواتر خطوط اور کثرت اشتیاق اور اظہار عقیدت کو ملاحظہ فرما کر جیسا کہ ہمارے معزز معصرنے لکھا ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ تحریر زیب رقم فرمائی۔ جس کو ہم بجنسہٖ ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ اِلَى الْمَلَاۤءِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاِنَّ هَانِيًا وَّسَعِيْدًا قَدِمَا عَلَيَّ بِكُتُبِكُمْ وَكَانَا اٰخِرَ مَنْ قَدِمَ عَلَيَّ مِنْ رُسُلِكُمْ وَقَدْ فَهِمْتُ كُلَّ الَّذِيْ اقْتَصَصْتُمْ وَذَكَرْتُمْ وَمَقَالَةَ جُلِّكُمْ اَنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالْهُدٰى وَاَنَا بَاعِثٌ اِلَيْكُمْ اَخِيْ وَابْنَ عَمِّيْ وَثِقَتِيْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيْلٍ فَاِنْ كَتَبَ اِلَيَّ اَنَّهٗ قَدِ اجْتَمَعَ رَاْيُ مَلَاۤءِكُمْ وَذَوِي الْحِجٰى وَالْفَضْلِ مِنْكُمْ عَلٰى مِثْلِ مَا قَدِمَتْ بِهٖ رُسُلُكُمْ وَقَرَاْتُ فِيْ كُتُبِكُمْ فَاِنِّيْ اَقْدَمُ اِلَيْكُمْ وَشِيْكًا اِنْ شَاۤءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَعَمْرِيْ مَا الْاِمَامُ اِلَّا الْحَاكِمُ بِالْكِتَابِ الْقَائِمُ بِالْقِسْطِ الدَّائِنُ بِدِيْنِ الْحَقِّ الْحَابِسُ نَفْسَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ۔

(ذبح عظیم ص ۱۴۲ مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشریہ لاہور طبع جدید)

ترجمہ:-

یہ خط ہے حسین بن علی کی طرف سے جمیع مومنین و مسلمین کے نام واضح ہو کہ سب سے آخر میں ہانی اور سعید تم لوگوں کے خطوط لے کر آئے۔ اور تمہارے

سابق و لاحق خطوط میں جو مقاصد مرقوم تھے۔ میں نے ان کو سمجھا۔ تم نے باتفاق اپنے تمام عرض پیام میں ظاہر کیا ہے۔ کہ ہم لوگوں کی ہدایت کے لیے کوئی امام نہیں۔ تم آؤ۔ تو امید ہے۔ کہ خدا ہم سب کو تمہاری رہنمائی سے راہ راست اور مسلک حق پر فائز فرمائے۔ لہذا میں اپنے برادر عم زاد اور اہل خاندان سے معتمد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اور ان کو میں نے حکم دیا ہے۔ کہ وہ تمہارے حالات اور معاملات سے آگاہی حاصل کر کے حقیقت امر سے مجھے مطلع کریں۔ پس اگر انہوں نے لکھا۔ کہ تم سب خاص و عام باتفاق طالب حق ہو۔ اور آخرت حق پر آمادہ ہو۔ تم میں جو ارباب عقل و فضل ہیں۔ وہ سب تم سے متفق الرائے ہیں۔ جیسا کہ تم اپنے خطوط میں ظاہر کر چکے ہو۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔ اور نیز واضح رہے۔ کہ امام پس وہی امام ہے۔ جو مطابق کتاب خدا عمل کرے۔ اور طریق عدل و حق پر قائم ہو۔ اور اپنے نفس کو ہمیشہ احکام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا مقید و پابند رکھے۔ والسلام۔

مقتل ابی مخنف :۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِنَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ اِلَی الْمَلَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاِنَّ ھَانِیًا وَّ سَعِیْدًا قَدِمَا اِلَیَّ بِکُتُبِکُمْ وَکَانَ اٰخِرَ مَنْ قَدِمَا اِلَیَّ مِنْ رُسُلِکُمْ وَقَدْ فَھِمْتُ مَا ذَکَرْتُمُوْہُ اَنَّہٗ لَیْسَ لَکُمْ اِمَامٌ غَیْرِیْ وَ تَسْئَلُوْنِیَ الْقُدُوْمَ اِلَیْکُمْ فَھٰذَا اَخِیْ وَ ابْنُ عَمِّی الْمُفَضَّلُ عِنْدِیْ مِنْ

اَهْلِ بَيْتِي مُسْلِمُ بْنُ عَقِيلٍ مُرْسَلٌ اِلَيْكُمْ وَقَدْ اَمَرْتُهٗ اَنْ
يَكْتُبَ اِلَيَّ بِحُسْنِ رَأْيِكُمْ وَ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ وَاَنَا
اَقْدَمُ اِلَيْكُمْ لِلْنِّسَاءِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی

(۱۔مقتل ابی مخنف ص ۱۹ فی خروج الحسین،
مطبوعہ حیدریہ نجف طبع قدیم)
(۲۔ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۴ مطبوعہ قم
فی نزول مسلم بن عقیل علی
الکوفہ)
(۳۔الاخبار الطوال ص ۲۳۰/اہل کوفہ
والحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین بن علی کی طرف سے مومنین کوفہ کے معززین کی طرف۔ اما بعد۔ ہانی اور سعید تمہارے رقعہ جات لے کر میرے پاس پہنچے۔ یہ تمہارے ایلچیوں میں سے آخری ایلچی ہیں۔ جو کچھ تم نے لکھا میں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ تمہارا میرے بغیر کوئی امام نہیں۔ اور تم مجھے اپنے ہاں آنے کو کہتے ہو۔ میرا بھائی اور چچازاد اور میرے اہل بیت میں سے میرا قابل اعتماد "مسلم بن عقیل" تمہارے پاس آرہا ہے۔ میں نے اُسے کہا ہے۔ کہ وہاں جا کر تمہارے متعلق اچھی رائے اور تمہارے حالات مجھے لکھے۔ میں انشاء اللہ تمہارے پاس آؤں گا۔

نوٹ:۔

تقریباً ایک ہی مضمون کی عبارات ہم نے مختلف کتب سے مکمل طور پر اس لیے

تحریر کی ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ تمام شیعہ مؤرخین و محققین کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دعوتِ کوفہ دینے والے کوفی شیعہ ہی تھے۔

خلاصہ کلام:۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے بارہ ہزار خطوط کے جواب میں جو دو سطری جواب تحریر فرمایا۔ اس میں کوفیوں کی اس بات کو دہرایا گیا ہے۔ کہ تم نے لکھا ہے۔ کہ "ہمارا آپ کے بغیر کوئی امام نہیں"، آپ نے اپنے چچا زاد بھائی "مسلم بن عقیل" کو بھیجا، اور انہیں کچھ ہدایات بھی دیں۔ اور مسلم بن عقیل کے تسلی بخش جواب کے بعد خود بھی کوفہ آنے کا وعدہ فرمایا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے خط میں جو یہ الفاظ تحریر فرمائے۔
"الی الملا من المومنین"، یعنی یہ خط میں کوفہ کے ان معززین کو لکھ رہا ہوں۔ جن کے خطوط میرے پاس آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ خط لکھنے والے، خط لانے والے اور خط کا جواب وصول کرنے والے سب کے سب کوفی شیعہ تھے۔

جب امام مسلم رضی اللہ عنہ کی اٹھارہ ہزار کوفیوں شیعوں نے بیعت کی۔ تو انہوں نے امام حسین کو خط لکھا۔ کہ آپ جلدی کوفہ آجائیں

جلاء العیون:۔

چوں داخل شہر کوفہ شد۔ در خانۂ مختار بن ابی عبید ثقفی نزول اجلال فرمود و مردم

کوفہ از استماع قدوم مسلم اظہار سرور بسیار نمودند۔ و فوج فوج بخدمت او می آمدند۔ و نامۂ حضرت امام حسین را برایشاں می خواند از استماع آں نامہ گریاں گردیدہ بیعت میکردند۔ تا آنکہ بردست مسلم ہجدہ ہزار نفر از اہل کوفہ بشرف بیعت آنحضرت سرفراز گردیدند۔ پس مسلم عراضیہ بخدمت آں حضرت نوشت کہ تا حال ہجدہ ہزار نفر از اہل کوفہ ———— در بیعت شما در آمدہ اند۔ اگر متوجہ ایں طرف گردید۔ مناسب است۔ چوں تردد شیعاں بخدمت مسلم بسیار شد۔ نعمان بن بشیر کہ از جانب معاویہ و یزید والی بود در حقیقت حال مطلع شدہ بمسجد در آمد۔ در منبر بعد از حمد و ثنائی الہی و درود بر حضرت رسالت پناہی گفت، ۔اما بعد! اے بزرگان خدا۔ از حق تعالی بترسید و بسوئی فتنہ وافتراق امت مبادرت منمائید کہ موجب کشتن مرداں و ریختن خون مسلمانان و نہب و غارت اموال ایشاں می گردد..... .... عبد اللہ بن مسلم بیزید نامہ نوشت و در نامہ درج نمود کہ مسلم بن عقیل بکوفہ آمدہ و شیعان برائے حسین بن علی با وبیعت مینمایند اگر کوفہ را می خواہی کسی را بحکومت کوفہ بفرست کہ در امر دشمنان تو اہتمام نماید۔ زیرا کہ نعمان بن بشیر یا تاب مقاومت ندارد یا دانستہ مسامحہ می نماید۔ (جلاء العیون جلد ۲ ص ۵۲۱ فرستادن مسلم

ترجمہ:۔

لوگ فوج در فوج خدمت حضرت مسلم میں آتے تھے۔ اور مسلم نامۂ امام حسین پڑھتے تھے۔ اور وہ لوگ نامہ سن کر روتے تھے۔ اور بیعت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اٹھارہ ہزار کوفی شرف بیعت امام حسین سے مشرف ہوئے اس وقت ایک عریضہ امام مسلم نے خدمت امام حسین میں لکھا۔ کہ اس وقت اٹھارہ ہزار آدمی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اگر آپ

یہاں تشریف لائیں۔ تو مناسب ہے۔ جب بہت شیعہ حضرت امام مسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ اور نعمان بن بشیر جو کہ معاویہ اور یزید کی طرف سے حاکم کوفہ تھا۔ حقیقت حال سے مطلع ہوا۔ مسجد میں آکر منبر پر گیا۔ اور بعد حمد و ثنائے الٰہی و درود حضرت رسالت پناہی نعمان نے کہا۔ اما بعد۔ اے بزرگان خدا۔ لازم ہے۔ کہ حق تعالیٰ سے ڈرو اور امت میں فتنہ نہ کرو۔ کہ موجب قتل و خون ریزی مسلمانان و غارت اموال بزرگان نہ ہو۔ .... خطبہ کے بعد بنوامیہ کے ایک حلیف عبداللہ بن مسلم ربیعہ نے یزید کو نامہ لکھا۔ اور اس خط میں درج کیا۔ کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے اور شیعان کوفہ مسلم بن عقیل سے امام حسین کی بیعت کرتے ہیں۔ اگر کوفہ کی ریاست منظور ہے۔ کسی کو حاکم کوفہ بنا کر بھیج دو۔ کہ دشمنوں کے حق میں مثل تمہارے اہتمام کرے۔ اس لیے کہ نعمان بن بشیر کو تاب مقابلہ نہیں۔ یا دانستہ تساہل کرتا ہے۔

(جلاء العیون مترجم اردو۔ جلد دوم ص ۱۹۲
مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف
پریس لاہور۔ طبع جدید۔

ذبح عظیم:۔

حضرت مسلم کے خاص حالات صاحب صلاح التشائین لکھتے ہیں۔ جب حضرت مسلم داخل کوفہ ہوئے، تو اہل کوفہ نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور ان کو مطمئن کر دیا۔ کہ ہم نصرت و اطاعت کو حاضر ہیں۔ اٹھارہ ہزار اہل کوفہ سے بیعت لینے کے بعد حضرت مسلم نے تقریباً گیارہ ذلیقعدہ کو عابس بن شبیب کے ہاتھ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں یہ خط روانہ کیا۔ وہ سب واقف ہیں۔ کہ پیش رو قافلہ اپنے اہل قافلہ

سے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ یہاں کی کیفیت یہ ہے۔ کہ اس وقت تک اٹھارہ ہزار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اب مناسب ہے۔ کہ آپ بہت جلد تشریف لائیے کیونکہ سب آپ کے مطیع ہیں۔ اور سب نے آل معاویہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

(ذبح عظیم ص ۱۴۹ مطبوعہ تہران طبع جدید
نیجر کتب خانہ اثناء عشریہ رحمٰن موری
اولادئین)

اسی ہزار شیعوں نے امام مسلم کی بیعت کی اس پر ایک یزیدی نے یزید کو کیا خط لکھا۔

مقتل ابی مخنف :۔

حَتّٰی وَصَلَ الْکُوْفَۃَ فَنَزَلَ لَیْلًا فِیْ دَارِ سُلَیْمَانَ بْنِ صَرْدٍ وَقِیْلَ فِیْ دَارِ الْمُخْتَارِ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ الثَّقَفِیِّ فَجَعَلَ النَّاسُ یَخْتَلِفُوْنَ اِلَیْہِ فَاَقْرَاَھُمْ کِتَابَ الْحُسَیْنِ فَجَعَلُوْا یَبْکُوْنَ وَیَنْتَحِبُوْنَ فَقَامَ عَابِسُ بَکَرِیٌّ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَذَکَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَاَقْبَلَ عَلٰی مُسْلِمٍ وَقَالَ اِنِّیْ لَسْتُ اَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلٰکِنْ اُخْبِرُکَ بِمَا فِیْ نَفْسِیْ اِذَا دَعَوْتُمُوْنِیْ اُجِیْبُکُمْ وَاَضْرِبُ بِسَیْفِیْ عَدُوَّکُمْ حَتّٰی اَلْقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ جَلَسَ وَ

فَامَ حَبِیْبُ بْنُ مَظَاهِرٍ وَقَالَ یَرْحَمُكَ اللهُ قَدْ قَضَیْتَ مَا عَلَیْكَ وَاَنَا وَاللهِ عَلٰی مِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْمِخْنَفٍ وَجَعَلَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِ عَشَرَةً بَعْدَ عَشَرَةٍ وَعِشْرِیْنَ بَعْدَ عِشْرِیْنَ وَاَقَلَّ وَاَكْثَرَ حَتّٰی بَایَعَهٗ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ۔

اس کے بعد عبداللہ بن شعبہ یزیدی نے یزید کو یہ خط لکھا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِیْلٍ وَرَدَ الْكُوْفَةَ وَقَدْ بَایَعَهٗ شِیْعَةُ الْحُسَیْنِ فَاِنْ كَانَ لَكَ فِی الْكُوْفَةِ حَاجَةٌ فَانْفِذْ اِلَیْهَا رَجُلًا قَوِیًّا فَاِنَّ النُّعْمَانَ ضَعِیْفٌ وَیَتَضَاعَفُ۔

(مقتل ابی مخنف فی دخول مسلم بن
عقیل الکوفۃ ص ۲۰-۲۲ طبع قدیم

ترجمہ:-

یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے۔ رات کے وقت سلیمان بن صرد یا مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر اترے۔ لوگ ان کے پاس آنا شروع ہو گئے۔ انہیں امام حسین کا رقعہ پڑھ کر سنایا۔ وہ رونا شروع ہو گئے۔ عابس بکری کھڑا ہوا۔ اللہ کی حمد و ثنا اور حضور کی ذات پر صلوٰۃ و سلام پڑھا۔ اور امام مسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ لوگوں کے دلوں کی بات تو میں جانتا نہیں ہوں مجھے اپنا پتہ ہے تم جب بھی مجھے پکارو گے۔ حاضر ہو جاؤں گا۔ میں تمہارے دشمنوں میں اس وقت تک تلوار چلاؤں گا کہ اللہ سے جا ملوں۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر اٹھا۔ اور اس نے کہا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ آپ نے اپنے ذمہ حق کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور خدا کی قسم! میں بھی تمہاری طرح عہد کرتا ہوں۔ ابو مخنف

نے کہا۔ کوئی ان کے پاس دس دس، بیس بیس یا کم و بیش آتے رہے۔ اور اس دن اسی ہزار مردوں نے بیعت کی (عبداللہ بن نعبثحہ (ترجمہ) اما بعد مسلم بن عقیل کوفہ آچکا ہے۔ اور امام حسین کے شیعوں نے اس کی بیعت بھی کر لی ہے۔ اگر تمہیں کوفہ کی ضرورت ہے۔ تو یہاں کسی مضبوط آدمی کو بھیجو۔ کیونکہ نعمان کمزور ہے۔ اور بہت ہی کمزوری ظاہر کرتا ہے۔

خلاصہ گفتگو:۔

کوفہ پہنچنے پر جن اٹھارہ ہزار کوفیوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام حسین کے لیے بیعت کی۔ یہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پکے شیعہ تھے۔ کیونکہ انہیں کے خطوط کے جواب میں امام حسین نے مسلم بن عقیل کو بھیجا۔ اور جب مسلم بن عقیل انہیں امام موصوف کا رقعہ پڑھ کر سناتے۔ تو یہ زار و قطار روتے۔ اور پھر امام مسلم کے سامنے ان کے سرکردہ آدمیوں نے بڑے جانثارانہ اور غلامانہ، خطبات کہے۔ ان کی اتنی بڑی تعداد اور ان کے دلفریب خطبات نے مسلم بن عقیل کو یہ باور کرا دیا۔ کہ کوفی شیعہ امام حسین کے واقعی فدائی اور شیدائی ہیں۔ اسی لیے امام مسلم نے امام حسین کو خط لکھ دیا۔ کہ حالات سازگار ہیں۔ لہٰذا آپ کوفہ تشریف لے آئیے۔ چنانچہ اس پیغام کے ملنے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔ ادھر یزید کے حامیوں کی اطلاع پر یزید نے گورنر بصرہ عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ سے تبدیل کر کے کوفہ پر مقرر کر دیا۔

گورنر کوفہ ابن زیاد کی دھمکیوں سے شیعوں نے امام حسین کی بیعت توڑ دی

مقتل ابی مخنف:۔

ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ وَ اَمَرَ مُنَادِيَهٗ يُنَادِيْ فِيْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ اَنِ اثْبُتُوْا عَلٰى بَيْعَةِ يَزِيْدَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَبْعَثَ اِلَيْكُمْ مِنَ الشَّامِ رِجَالًا يَقْتُلُوْنَ رِجَالَكُمْ وَ يَسْبُوْنَ حَرِيْمَكُمْ قَالَ اَبُوْ مِخْنَفٍ فَلَمَّا سَمِعَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ جَعَلَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَنَا وَ الدُّخُوْلِ بَيْنَ السَّلَاطِيْنَ وَ نَقَضُوْا بَيْعَتَ الْحُسَيْنِ وَ بَايَعُوْا يَزِيْدَ قَالَ اَبُوْ مِخْنَفٍ وَ كَانَ مُسْلِمٌ قَدْ اَصْبَحَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَوْعُوْكًا فَلَمْ يَخْرُجْ لِلصَّلٰوةِ فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ الظُّهْرِ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاَذَّنَ وَ اَقَامَ وَ صَلّٰى وَحْدَهٗ وَلَمْ يُصَلِّ مَعَهٗ اَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِذْ هُوَ بِغُلَامٍ فَقَالَ لَهٗ يَا غُلَامُ مَا فَعَلَ اَهْلُ الْمِصْرِ فَقَالَ يَا سَيِّدِيْ اِنَّهُمْ نَقَضُوْا بَيْعَةَ الْحُسَيْنِ وَ بَايَعُوْا يَزِيْدَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۲۵-۲۶ طبع قدیم فی ذهاب ابن زیاد من البصرة للكوفة۔)

ترجمہ:۔

ابن زیاد خطبہ دے کر جب منبر سے اترا۔ اور منادی کرنے والے کو قبائل عرب میں منادی کرنے کو کہا۔ کہ "یزید کی بیعت پر پختہ رہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ شام سے تمہاری خاطر کچھ لشکر بھیجے۔ پھر وہ تمہارے مردوں کو قتل کر دیں۔ اور تمہارے آزاد عورتوں کو قیدی بنالیں"۔ ابو مخنف کہتا ہے۔ جب کوفیوں نے یہ سنا۔ تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ ہمیں حکمرانوں کے درمیان مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ انہوں نے امام حسین کی بیعت توڑی اور یزید کی بیعت کر لی۔ ابو مخنف کہتا ہے۔ اس دن امام مسلم نے پریشانی میں صبح کی نماز صبح پڑھنے کے لیے مسجد بھی نہ گئے۔ ظہر کے وقت مسجد میں جاکر اذان اور اقامت کہی۔ اور تنہا نماز پڑھی۔ کوئی بھی نمازی نہ آیا۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک غلام سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا اے غلام! شہر والوں نے کیا کیا؟ غلام نے کہا۔ میرے مولا! ان کوفیوں نے امام حسین کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت کر لی ہے۔

حاصل کلام:۔

ابن زیاد کی دھمکی ایسی کارگر ہوئی۔ کہ وہ کوفی شیعہ جو ایک وقت امام حسین کے لیے مرنے مارنے پر بیعت کر رہے تھے۔ اور جو ان کا پیغام سن کر روتے روتے چپ نہ کرتے تھے۔ جنہوں نے قسمیں کھائی تھیں۔ کہ ہم نہیں پھریں گے۔ صرف ایک ہی دن میں بات یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ مسلم بن عقیل خود ہی اذان و اقامت اور اکیلے ہی نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے مارے ڈر کے ایسا "تقیہ" کیا۔ کہ بے شمار وعدے کرنے کے باوجود امام حسین کی بیعت توڑ دی۔ اور یزید کی بیعت کر لی ہے۔ ادھر حالات نے یوں پلٹا

کھایا۔ اُدھر امام حسین رضی اللہ عنہ مسلم بن عقیل کا پیغام سن کر کوفہ روانہ ہونے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اپنے بیگانے آ جا رہے ہیں۔ اور ہر قسم کی گفتگو ہو رہی ہے۔ آیئے کچھ اس کی جھلک بھی دیکھیں۔

صحابہ کرام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں کی سابقہ غداریاں یاد دلائیں اور بہت روکا مگر آپ نے شیعوں کے خطوط پر اعتماد کیا اور روانہ ہوئے۔

مقتل ابی مخنف:۔

فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ نَاشَدْتُكَ اللهَ يَا اَخِي اَنْ لَا تَسِيْرَ اِلٰى قَوْمٍ قَتَلُوْا اَبَاكَ وَغَدَرُوْا بِاَخِيْكَ فَاَقِمْ عِنْدَ حَرَمِ جَدِّكَ وَاِلَّا فَارْجِعْ اِلٰى حَرَمِ اللهِ فَاِنَّ لَكَ فِيْهِ اَعْوَانًا كَثِيْرَةً فَقَالَ لَهٗ لَابُدَّ مِنَ الْمَسِيْرِ اِلَى الْعِرَاقِ .... فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا بْنَ الْعَمِّ قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ يُرِيْدُ الْعِرَاقَ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ قَدْ اَجْمَعَ رَاْيِيْ عَلَى الْمَسِيْرِ فَقَالَ يَا بْنَ الْعَمِّ تَسِيْرُ اِلٰى قَوْمٍ قَتَلُوْا اَبَاكَ وَغَدَرُوْا بِاَخِيْكَ فَلَسْتُ اٰمَنُ عَلَيْكَ اَنْ يَغُرُّوْكَ فَاَنْشُدُكَ اللهَ اَنْ لَا تَخْرُجَ فَاَبٰى

الْحُسَيْنُ وَ دَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَحَدَّثَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ لَسْتُ اَدْرِيْ لِاَيِّ حَالٍ تَرَكْنَا هٰذَا الْاَمْرَ يَتَوَلَّاهُ غَيْرُنَا فَقَالَ الْحُسَيْنُ قَدْ كَتَبَ اِلَيَّ شِيْعَتِيْ وَاَشْرَافُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ بِالْقُدُوْمِ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۴۰/مسیر الحسین الی العراق طبع قدیم نجف اشرف

ترجمہ:۔

امام حسین سے محمد بن حنفیہ نے کہا آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ آپ ایسی قوم کے پاس نہ جائیے۔ جس نے آپ کے والد کو قتل کیا۔ اور آپ کے بھائی سے غداری کی۔ آپ اپنے نانا جان کے حرم مدینہ منورہ میں ٹھہر جائیں۔ ورنہ مکہ تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہاں آپ کے بہت معاون ہیں۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اعراق جانا ہی ہے ......
پھر امام حسین کو ابن عباس نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے۔ مجھے پتہ چلا ہے۔ کہ آپ عراق جانے کی تیاری میں ہے۔ امام حسین نے کہا میری رائے اسی پر ہی ہے۔ کہ میں وہاں جاؤں تو ابن عباس نے عرض کی۔ ایسی قوم کے پاس جانا چاہتے ہو۔ جس نے تمہارے والد مکرم کو شہید کیا۔ اور تمہارے بھائی سے دھوکہ کیا۔ مجھے آپ کے بارے میں خطرہ ہے۔ کہ وہ آپ کو بھی دھوکہ دیں گے۔ تو تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔ وہاں نہ جائیے۔ امام حسین نے ملنے عبداللہ بن زبیر آئے۔ کچھ باتیں کیں۔ پھر کہا مجھے معلوم نہیں۔ کہ ہم نے کس حال

یں اس معاملہ کو چھوڑا۔ اور اغیار اس پر قبضہ کر بیٹھے۔ امام حسین نے کہا مجھے
میرے شیعوں اور کوفہ کے کرتے دھرتے لوگوں نے وہاں آنے کو کہا ہے
لہذا میں جاؤں گا۔

ذبح عظیم :-

عبداللہ بن عمر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں بقصد حج آئے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے
عبداللہ بن عمر اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان جو گفتگو واقع ہوئی۔ ہم وہ بیان کرتے ہیں۔
عبداللہ بن عمر جناب امام حسین علیہ السلام کا قصد مصمم دیکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور کہنے لگے۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ کوفہ والے آپ کے خاندان کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ
کو ان کی طرف سے پوری احتیاط برتنی چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو ان سے بچانا لازم ہے۔ آپ
ان کے قول و قرار پر اعتماد نہ کریں۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ لوگوں نے عام طور پر یزید سے بیعت کر لی ہے۔ اور
کوفہ والے بھی دولت و زر کے لالچ سے اس کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ آپ کا ساتھ
چھوڑ دیں گے۔ یا آپ کو شہید کر دیں گے۔ اس لیے آپ امن و امان سے خدا کے گھر میں
بیٹھے رہیں۔

(ذبح عظیم مصنفہ اولاد حیدر رشیعی ص۱۶۳-۱۶۴
کتب خانہ اثنا عشری لاہور)

جلاء العیون :-

پس ابن عمر نے کہا۔ یا حضرت آپ موضع جسد اطہر اپنا جسے رسول خدا
چومتے تھے۔ مجھے دکھا دیجیے۔ پس حضرت نے موضع ناف مبارک

دکھایا۔ اور اس نے تین مرتبہ بوسہ اس موضع اطہر کا لیا۔ اور با گریہ وزاری کہا میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۸ فصل چودھویں)

حاصل کلام :-

امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، محمد بن حنفیہ اور ابن زبیر نے آپ کو کوفہ جانے سے بہت روکا۔ اور اہل کوفہ کی ہر غداری اور دھوکہ بازی یاد دلائی۔ آپ کے باپ کو قتل کرنا اور آپ کے بھائی سے دھوکہ کرنا بھی یاد دلایا۔ اور قسمیہ عرض کی۔ آپ ادھر کا ارادہ ملتوی فرمادیں۔ اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہیں۔ ورنہ چل کر مکہ معظمہ تشریف رکھیں۔ یہیں آپ کی بہتری ہے۔ لیکن ان تمام حضرات کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہی کہا۔ کہ میرے مخلص شیعوں اور کوفہ کے رئیسوں نے مجھے بلایا ہے۔ لہٰذا میں ضرور جاؤں گا۔

عبداللہ بن عمر کو جب یقین ہو گیا۔ کہ امام اب رکتے نہیں ہیں۔ تو انہیں اپنی ناف مبارک دکھانے کو کہا۔ تاکہ آخری وقت اس مقدس مقام کو چوم سکیں۔ جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ اسے تین مرتبہ چوما اور پھر عرض کی۔ اچھا۔ خدا حافظ۔ اور یہ کہہ کر حضرت عبداللہ بن عمر رو دیئے۔ یہ بھی معلوم ہوا صحابہ کرام امام حسین کے حق میں مخلص تھے۔

سفر کربلا میں عبداللہ بن یقطیر اور مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سن کر امام حسین کا ارشاد کہ ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا۔

مقتل ابی مخنف:۔

حَتّٰی اِنْتَهٰی اِلٰی زُبَالَةَ فَنَزَلَ بِهَا ثُمَّ قَامَ خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللهَ وَ اَثْنٰی عَلَيْهِ وَ ذَكَرَ النَّبِیَّ فَصَلّٰی عَلَيْهِ ثُمَّ نَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا جَمَعْتُكُمْ عَلٰی اَنَّ الْعِرَاقَ فِیْ قَبْضَتِیْ وَ قَدْ جَآءَنِیْ خَبَرٌ صَحِيْحٌ اَنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيْلٍ وَ هَانِیَٔ بْنَ عُرْوَةَ قُتِلَا وَ قَدْ خَذَلَتْنَا شِيْعَتُنَا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَصْبِرُ عَلٰی ضَرْبِ السُّيُوْفِ وَ طَعْنِ الرِّمَاحِ وَ اِلَّا فَلْيَنْصَرِفْ مِنْ مَوْضِعِهٖ هٰذَا فَلَيْسَ عَلَيْهِ مِنْ ذِمَامِیْ شَیْءٌ فَسَكَتُوْا جَمِيْعًا وَجَعَلُوْا يَتَفَرَّقُوْنَ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا حَتّٰی لَمْ يَبْقَ عِنْدَهٗ اِلَّا اَهْلُ بَيْتِهٖ وَمَوَالِيْهِ وَقَالُوْا وَاللهِ مَا نَرْجِعُ حَتّٰی نَاْخُذَ بِثَارِنَا اَوْ نَذُوْقَ الْمَوْتَ غُصَّةً بَعْدَ غُصَّةٍ وَ هُمْ نَيِّفٌ وَ سَبْعُوْنَ رَجُلًا

وَهُمُ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مَعَهٗ مِنْ مَكَّةَ ـ

(مقتل ابی مخنف ص۴۳ مسیر الحسین الی العراق مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف ۱۳۷۵ھ)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ زبالہ کے مقام پر پہنچے۔ سواری سے اترے۔ اور خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر بلند آواز سے کہا لوگو! میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا۔ کہ عراق میری مٹھی میں ہے۔ اور ابھی ابھی صحیح خبر آئی ہے۔ کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ شہید کر دیئے گئے۔ ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا ہے۔ تم میں سے جو تلواروں اور نیزوں کے زخم برداشت کر سکتا ہے۔ تو بہتر۔ ورنہ اسی مقام سے واپس ہو جاؤ۔ واپس جانے والے پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ سب خاموش ہو گئے۔ اور دائیں بائیں کھسکنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ اہل بیت اور غلاموں کے علاوہ کوئی شیعہ نہ رہا۔ ان لوگوں نے کہا۔ خدا کی قسم! ہم امام مسلم کا بدلہ لیے بغیر نہیں جائیں گے۔ یا مر جائیں گے۔ یہ لوگ ستر سے کچھ اوپر (بہتر) تھے۔ اور یہی تھے جو امام حسین کے ساتھ مکہ سے آئے تھے۔

ارشاد شیخ مفید:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ قَدْ اَتَانَا خَبَرٌ فَظِيْعٌ قُتِلَ مُسْلِمُ بْنُ عَقِيْلٍ وَ هَانِئُ بْنُ عُرْوَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَقْطِرٍ وَقَدْ خَذَلَنَا شِيْعَتُنَا فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ

الْاِنْصِرَافَ فَلْيَنْصَرِفْ فِيْ غَيْرِ حَرَجٍ مِّنَّا ذِمَامٌ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ وَاَخَذُوْا يَمِيْنًا وَّشِمَالًا حَتّٰى بَقِيَ فِيْ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ جَاءُوْا مَعَهٗ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَنَفَرٌ يَّسِيْرٌ مِّمَّنِ انْضَمُّوْا اِلَيْهِ۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۲۳/ فی توجہ الحسین علیہ السلام الی الکوفۃ مطبوعہ مکتبہ بصیرتی قم خیابان)

ترجمہ:۔

اما بعد! ہمیں ایک افسوس ناک خبر موصول ہوئی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطیر کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تحقیق ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل و خوار کیا ہے۔ پس تم میں سے جو واپس جانا چاہے تو بڑی خوشی سے چلا جائے۔ اس پر کوئی رد و کد نہیں ہوگی۔ یہ سن لوگ (شیعہ) تتر بتر ہو گئے اور دائیں بائیں سے چلتے بنے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس صرف آپ کے وہی جان نثار رہ گئے جو مدینہ شریف سے آپ کو ساتھ ہو لیے تھے اور وہ چند لوگ جو ان کے کہنے پر ساتھ ہو لیے گئے تھے۔

مذکورہ دو عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ

حاصل کلام:۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کوفہ میں منزلِ زبالہ پر جب یہ خبر سنی کہ امام مسلم اور عبداللہ بن یقطیر اور ہانی بن عروہ شہید ہو چکے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کر دیا ہے کیونکہ آپ کو خط لکھنے والے اور بلانے والے شیعہ ہی تھے اس لیے آپ نے فرمایا ہمارے

شیعوں نے ہمیں رسوا کیا ہے تو اس سے صاف واضح ہوا کہ امام حسین اور آپ کے اہل بیت کو ذلیل کرنے والے شیعہ ہی ہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ساتھ چلنے والوں کو یہ بات سنائی اور فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے جس کی مرضی میرے ساتھ رہے اور جس کا دل چاہے چلا جائے کیونکہ اب وہ بات ختم ہو گئی کہ ہم اپنے شیعوں کے پاس جا رہے ہیں تو سب لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے سوائے ان لوگوں کے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اہل مکہ و مدینہ اہل بیت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی محب تھے اور اہل کوفہ مصنوعی محبت کے روپ میں حقیقتاً غدار اور اصلی قاتلان اہل بیت تھے۔

جنگ سے پہلے میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعوں کو وفاداری و جانثاری کے دعوے یاد دلائے مگر وہ ہر چیز سے مکر گئے۔

مقتل ابی مخنف:

ثُمَّ قَامَ الْحُسَيْنُ فِيْ اِزَارٍ وَّنَعْلَيْنِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَ ذَكَرَ نَبِيَّهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ مَعْذِرَةً اِلَى اللّٰهِ وَ اِلَيْكُمْ حَتّٰى اَتَتْنِيْ كُتُبُكُمْ اَنْ اَقْدِمْ عَلَيْنَا لَكَ مَا لَنَا وَ عَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا نُبَشِّرُ لَكَ اِمَامٌ سِوَاكَ فَاِنْ كُنْتُمْ لِقُدُوْمِيْ

كَارِهِيْنَ رَجَعْتُ عَنْكُمْ اِلٰى مَا شِئْتُ مِنَ الْاَرْضِ فَقَالَ الْحُرُّ اَنَا وَ اللّٰهِ لَسْتُ مِمَّنْ كَتَبَ اِلَيْكَ فَقَالَ الْحُسَيْنُ لِعُقْبَةَ بْنِ سَمْعَانَ اَخْرِجِ الْخُرْجَيْنِ الْمَمْلُوْئَيْنِ كُتُبًا فَاَخْرَجَهُمَا وَقَرَأَهَا عَلَيْهِمْ۔

(مقتل ابی مخنف ص۴۲ ملاقات الحر مع الحسین۔ مطبع حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔

پھر امام حسین چادر و نعلین پہنے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا۔ پھر کہا۔ لوگو! میں اللہ اور تم سے معذرت خواہ ہوں حتّٰے کہ میرے پاس تمہارے رقعہ جات آئے۔ جن میں مجھے یہاں آنے کو کہا گیا تھا۔ اور تمہارا وعدہ تھا۔ ہم خوشی غمی سب میں تمہارے ساتھ ہوں گے۔ اور آپ کے بغیر ہمارا کوئی امام نہیں۔ اگر تم میرے یہاں آنے سے بیزار ہو۔ میں واپس چلا جاتا ہوں۔ جہاں میری مرضی ہو۔ حر نے کہا۔ خدا کی قسم! میں رقعہ لکھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ پھر امام حسین نے عقبہ بن سمعان کو فرمایا۔ خطوں سے بھرے ہوئے دو تھیلے لاؤ۔ اور ان میں سے رقعہ جات نکالو۔ اس نے رقعہ جات نکالے۔ اور ان (شیعوں) کو پڑھ کر سنائے۔

جلاء العیون:۔

ایہا الناس من نیامدم بسوئے شما گر بعد از آنکہ نامہائے متواتر و متوالی،

و پیکہائے شما پیاپی بمن رسیدہ و نوشتہ بودید کہ البتہ بیا بسوئے ما کہ البتہ پیشوائے نداریم شاید کہ خدا مارا و شمارا بر حق و ہدایت مجتمع گرداند۔ اگر بر سرِ عہد و گفتارِ خود ہستید پیمان خود را تازہ کنید۔ و خاطر مرا مطمئن گردانید و اگر از گفتار خود برگشتہ اید و پیمان ہارا شکستہ و آمدن مرا کارہید من بجائے خود میگردم ...... حضرت عقبہ بن سمعان را فرمود کہ خرجینی کہ نامہہائے آنجاست حاضر ساز چوں خرجین را آورد مملو بود از نامہہائے کوفیان پس حر گفت من اطلاع ندارم از ایں نامہہائے و از جانب ابن زیاد مامور شدہ ام کہ چوں ترا ملاقات نمائم از تو جدا نشوم تا ترا بنزد ابن زیاد برم حضرت فرمود تا زندہ ام بایں مذلت راضی نہ خواہم شد۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۴۵۴-۴۵۵، آنحضرت بعراق و آمدن حر بمقابلہ آنسرور مطبوعہ تہران طبع جدید مطبوعہ تہران ۱۲۹۵ھ)

ترجمہ:۔

ایہاالناس میں تمہاری طرف نہیں آیا۔ مگر جب کہ متواتر تمہارے خطوط اور تمہارے قاصد پیاپے میرے پاس پہنچے۔ تم نے لکھا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیے کہ ہمارا امام و پیشوا کوئی نہیں ہے۔ شائد خدا ہم کو اور آپ کو حق و ہدایت پر متفق کر دے۔ اگر تم اپنے عہد و گفتار پر برقرار ہو۔ مجھ سے عہد و پیمان تازہ کر کے دل میرا مطمئن کرو۔ اور اگر اپنی گفتار سے پھر گئے ہو۔ اور عہد و پیمان کو شکستہ کر دیا ہے۔ اور میرے آنے سے بیزار ہو۔ میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں .... حضرت نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا۔ کہ وہ خرجین جن میں خطوط ہیں لے کر آؤ۔ جب خرجین لائے۔ حر

خطوط کوفیاں بے وفا سے بھری ہوئی تھیں۔ حُر نے کہا مجھے ان خطوط کی اطلاع نہیں ہے۔ مجھے ابن زیاد نے مقرر کیا ہے۔ کہ جب آپ سے ملاقات کروں۔ جُدا نہ ہوں۔ تاوقتیکہ آپ کو ابن زیاد کے پاس نہ لے جاؤں حضرت نے فرمایا جب تک زندہ رہوں۔ یہ ذلت مجھ سے گوارا نہ ہوگی۔

(جلاء العیون اردو ص۲۱۵-۲۱۶ جلد دوم
مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور۔)

مقتل ابی مخنف:۔

ثُمَّ نَادَى الْحُسَيْنُ وَيْلَكَ يَا شِيْثُ بْنُ رِبْعِيٍّ وَيَا كَثِيْرُ بْنُ شِهَابٍ وَّيَا فُلَانُ وَيَا فُلَانُ اَلَمْ تَكْتُبُوْا اِلَىَّ اَنْ اَقْدِمْ عَلَيْنَا لَكَ مَالَنَا وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا فَقَالُوْا لَمْ نَفْعَلْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ الْحُسَيْنُ اِذَا كَرِهْتُمُوْنِيْ دَعُوْنِيْ اَنْصَرِفُ اِلٰى مَا شِئْتُ مِنَ الْاَرْضِ فَقَالَ قَيْسُ بْنُ الْاَشْعَثِ اِنْزِلْ عَلٰى حُكْمِ الْاَمِيْرِ ابْنِ زِيَادٍ فَمَا تَرٰى اِلَّا مَا نُحِبُّ فَقَالَ الْحُسَيْنُ وَاللّٰهِ لَا اُعْطِيْ بِيَدِيْ اِعْطَاءَ الذَّلِيْلِ وَلَا اَفِرُّ فِرَارَ الْعَبِيْدِ ثُمَّ تَلَا اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۔

(مقتل ابی مخنف ص۵۵ مضایقۃ القوم
للحسین نجف اشرف حیدریہ)

ترجمہ:۔

میدان کربلا میں امام حسین نے شیث بن ربعی، کثیر بن شہاب اور دوسرے لوگوں کو کہا۔ تم برباد ہو جاؤ۔ کیا تم نے مجھے یہاں آنے کا نہ لکھا تھا۔ اور نفع و نقصان میں ساتھ دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ کہنے لگے ہم نے ایسی کوئی بات نہ لکھی اور نہ کہی۔ امام حسین نے فرمایا۔ اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو۔ تو میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں جہاں مرضی ہو چلا جاؤں۔ قیس بن اشعث نے کہا۔ امیر ابن زیاد کے حکم سے گھوڑے پر سے نیچے اترآئیں۔ تمہارے ساتھ اب جو ہم چاہیں گے۔ وہ سلوک ہو گا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! میں اپنے ہاتھ (بیعت کے لیے) ذلیل آدمی کو نہیں دے سکتا۔ اور نہ غلاموں کی طرح بھاگوں گا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ الخ)

جلاء العیون:۔ امام حسین کو بلانے والے ہی آپ کے قاتل بنے:۔

چوں روز دیگر شد عمر بن سعد با چہار ہزار منافق عنید بکربلا رسید و در برابر لشکر امام سعید فرود آمدند پس عمر، عروہ بن قیس احمسی را طلبید و خواست کہ برسالت بخدمت حضرت بفرستد چوں آں نامرد از آنہا بود کہ نامہ باں حضرت نوشتہ بود تمرد قبول رسالت نکرد۔ و ہر یک از روسائے لشکر کہ میگفت باین علت ابا میکردند۔ زیرا کہ اکثر از آنہا بودند کہ نامہ بحضرت نوشتہ بودند۔

جلاء العیون جلد دوم ص ۵۴۶ مطبوعہ تہران طبع جدید۔ زندگانی سید الشہداء

ترجمہ:۔ جب دوسرا دن ہوا۔ عمر بن سعد لعین مع چہار ہزار منافقین داخل کربلا

ہوا۔ اور مقابل لشکر امام حسین (رضی اللہ عنہ) اترا۔ اور عروہ بن قیس احمسی کو بلا کے چاہا بطور قاصدی امام حسین کے پاس بھیجے۔ مگر چونکہ وہ نامزد ان میں سے تھا۔ جنہوں نے خطوط امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھے تھے۔ اس نے قاصدی قبول نہ کی۔ اور جس امیر و رئیس لشکر سے کہتا تھا۔ کوئی قبول نہ کرتا تھا۔ اس لیے ان میں اکثر وہی لوگ تھے۔ جنہوں نے خطوط لکھے۔ اور عراق میں بلایا تھا۔

(جلاء العیون اردو ص۔ ۲۲۰ جلد دوم مطبوعہ لاہور۔)

جلاء العیون:۔

دمی بینیم شمارا کہ جمع شدہ اید برائے امرے کہ خدارا بخشم آوردہ اید بہر خود و غضب اورا متوجہ خود گردانیدہ اید وازرحمت او خود را محروم ساختہ اید پس نیکو پروردگار ہست پروردگار ما و بد بندگانید شمار برائے کشتن ذریت و عترت او۔ شیطان بفرمان برداری او وایمان آوردید ورظاہر پیغمبر او واکنون جمعیت کردہ اید برائے کشتن ذریت وعترت او۔ شیطان برشما غالب گردیدہ است۔ و یاد خدارا از خاطر شما محو کردہ است پس لعنت برشما باد و بر ارادت شما باد اے بیوفایان جفا کار غدار مارا در ہنگام اضطرار بمدد و یاری خود طلبید چوں اجابت شما کردیم و بہدایت و نصرت شما آمدیم شمشیر کینہ بر روئے ماکشیدہ اید و دشمنان خود را بر ما یاری کردید و از دوستان خدا دست برداشتید۔

(جلاء العیون جلد دوم ص۵۵۷ مطبوعہ تہران

خطبہ آں سرور در برابر سیاہ کوفہ)

ترجمہ:۔ میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم اس کام کے لیے جمع ہوئے ہو کہ خدا کو تم نے اپنے

اور غمگین کیا ہے۔ اور اس کے غضب کو اپنی جانب متوجہ کیا ہے اور اس کی رحمت سے محروم ہو گئے ہو۔ واضح ہو کہ ہمارا پروردگار نیکو کار ہے۔ اور تم اس کے خراب اور بدکار بندے ہو۔ تم نے اس کی فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ اور بظاہر اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اور آپ ہی اس پیغمبر کی ذریت و عترت کو قتل کرنے پر جمع ہو گئے ہو۔ شیطان تم پر غالب ہوا ہے اور اس نے یاد خدا تمہارے دلوں سے محو کر دی ہے۔ تم پر اور تمہارے ارادے پر لعنت ہو۔ اے بیوفایان جفا کاران تم پر لعنت ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطرار اپنی مدد کو مجھے بلایا۔ اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا۔ اور تمہاری نصرت و اعانت کرنے کو آیا۔ اس وقت تم سے تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔ اپنے دشمنوں کی تم نے یاری و مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دستبرداری کر کے دشمنوں سے مل گئے۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۲۲۲-۲۲۳ مطبوعہ لاہور)

مقتل ابی مخنف:

فَلَمَّا سَمِعُوْا كَلَامَ زُهَيْرٍ قَالُوْا لَنْ نَبْرَحَ حَتّٰى نَقْتُلَ صَاحِبَكُمْ وَمَنْ يُبَايِعُهُ اَوْ يُبَايِعَ لِيَزِيْدَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۶ مضایقۃ القوم للحسین مطبوعہ مطبع حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ۔ جب کوفی شیعوں نے میدان کربلا میں امام حسین کے ایک ساتھی زہیر سے

گفتگو سنی۔ (جس میں انہوں نے ان شیعوں کو خطوط لکھنے اور ان میں وعدے کیے جانے کا ذکر کیا تھا۔) تو انہوں نے جواب دیا۔ ہم امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیے بغیر نہیں جائیں گے۔ یا یزید کی بیعت پر آمادہ ہو جاؤ۔

ان خطبات حسین رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے مخاطبین وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے پے در پے خطوط لکھتے تھے۔ اور قسمیہ لکھا تھا۔ کہ ہماری موت وحیات اور نفع نقصان سب کچھ آپ کی خاطر ہے۔

۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اتمام حجت کے لیے انہیں دو بوریاں کھول کر ان کے جب خطوط دکھائے۔ تو سب نے انکار کر دیا۔ اور کہا ہم نے کوئی خط نہیں لکھا۔

۳۔ میدانِ کربلا میں امام کے ساتھیوں میں سے زہیر بن قیس نے شیعوں کو ان کے وعدے اور قسمیں یاد دلائیں۔ تو انہوں نے کہا۔ ہم تم سب کو قتل کر دیں گے بصورت دیگر یزید کی بیعت کرو۔

۴۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے جب کسی کو کمان دار بنایا جاتا تو وہ اپنے خطوط یاد کر کے ندامت محسوس کرتا۔

۵۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں خط بھیجنے والوں کو فرمایا۔ کہ تم نے مجھ سے وعدے کیے۔ اور مجھے یہاں آنے کی ترغیب دی۔ ہم تمہارے وعدوں پر یقین کر کے آ گئے۔ اب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت۔ اور عترت

کے قتل کے درپے ہو۔ تم پر اللہ کی لعنت۔ تم غدار و بے وفا نکلے۔ بلکہ تمہاری اٰئمہ سے بیوفائی بالکل واضح ہو گئی۔

حاصل کلام:۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے، بارہ ہزار خطوط اور بہت سے قاصدین بھیجنے والے، مسلم بن عقیل کی اٹھارہ ہزار بیعت کرنے والے اور نعمان بن بشیر گورنر کوفہ کو شام کی طرف دھکیلنے کا وعدہ کرنے والے سب کے سب "شیعان علی و شیعان حسین" تھے، پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں میدان کربلا میں آنے والے بھی یہی تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے انہیں خطوط دکھلائے۔ اور ان کی قسمیں وعدے یاد دلائے۔ کیونکہ یہ سب لوگ "کوفی الاصل" تھے۔ ان میں کوئی حجازی یا شامی نہ تھا۔ "مقتل ابی مخنف" نے کہا۔

مقتل ابی مخنف:۔ امام حسین کے مقابلہ میں کوئی شامی نہ آیا سب کوفی تھے:۔

فَتَكَامَلُوْا ثَمَانُوْنَ اَلْفَ فَارِسٍ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَيْسَ فِيْهِمْ شَامِيٌّ وَّلَا حِجَازِيٌّ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۲)

ترجمہ:۔

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جو اسی ہزار کا لشکر آیا وہ سب کے سب کوفی تھے۔ ان میں کوئی بھی حجاز یا شام کا رہنے والا نہ تھا۔

"ابی مخنف" کی اس عبارت سے تصدیق ہو گئی۔ کہ اسی ہزار کا لشکر جو میدان کربلا میں امام کے مقابل تھا۔ وہ سب کوفیوں کا تھا پچھلے اوراق میں آپ نے کوفی لوگوں کے بارے میں پڑھا کہ یہ سب "شیعان علی" تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام عالی مقام کو

بلانے والے بھی شیعہ تھے مسلم بن عقیل کے ہاتھ امام کے لیے بیعت کرنے والے اٹھارہ ہزار بھی شیعہ تھے۔ اور میدان کربلا میں امام اور اہل بیت کے قتل پر آمادہ بھی یہی اسی ہزار شیعہ تھے۔

میدان کربلا میں شہادتِ حسین کے بعد اہل بیت کو لوٹنے اور رونے والے شیعہ تھے۔

ذبح عظیم و نور العین :-

ملا ابو اسحاق اسفرائنی حضرت زینب علیہا السلام کی زبانی لکھتے ہیں۔ کہ ہم ایک خیمہ کے اندر بیٹھے تھے۔ کہ ناگاہ بہت سے مرد خیموں کے اندر چلے آئے۔ از انجملہ ایک شخص ازرق چشم تھا اس نے خیمہ کا کل اسباب لے لیا۔ اور پھر اس نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا۔ کہ وہ ایک چمڑے پر پڑے ہیں۔ وہ چمڑا بھی اس نے ان کے نیچے سے نکال لیا۔ ان کو زمین پر ڈال دیا۔ بعد اس کے میرے سر سے اس نے مقنع لے لیا۔ اور پھر اس نے میرے گوشواروں کی طرف دیکھا وہ بھی اتار لیے کہ میرا کان بھی کسی قدر پھٹ گیا۔ کیونکہ اس نے ان کو کھینچ لیا تھا اور خون میرے کانوں سے بہنے لگا تھا۔ وہ باوجود اس ظلم کے روتا بھی جاتا تھا۔ پھر اس نے اس خلخال کی طرف نظر کی۔ جو فاطمہ صغریٰ کے دونوں پیروں میں تھیں۔ اس کو اتارنے لگا۔ جب نہ اتریں۔ تو اس نے ان دونوں خلخالوں کو توڑ ڈالا۔ اور توڑ کر پیروں سے اتار لیا۔ پس میں نے اس سے پوچھا۔ کہ تو ہم کو لوٹتا بھی ہے۔ تو روتا کیوں ہے۔؟ اس نے جواب دیا۔ کہ میں اس مصیبت پر روتا ہوں،

جو تم اہل بیت پر نازل ہوئی ہے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں۔ کہ میں اپنے کان کے درد سے اور حضرت فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کے رونے سے اور زیادہ رونے لگی۔ اور میں نے کہا۔ کہ خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کر دے۔ بعض کتابوں میں اتنا اضافہ اور ہے۔ کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس کا جواب لی کہ اس سے کہا۔ کہ جب تجھ کو ہماری ان مصیبتوں پر اتنا رحم آتا ہے۔ تو پھر یہ زیور کیوں لیے لیتا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ اس وجہ سے یہ زیور لیے لیتا ہوں۔ کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ تو کوئی دوسرا نہیں ضرور لے لے گا۔ اس لیے اس سے بہتر یہی ہے۔ کہ میں ہی لے لوں۔ بہر حال ہمارے معزز مورخ بیان کرتے ہیں کہ یہ شخص جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ وہ "خولی ابن یزید الاصبحی" تھا۔

(۱۔ نور العین ص ۱۲۸)

(۲۔ مقتل ابی مخنف صـ ۹۷ (ھجوم القوم علیٰ خیم الحسین) طبع مکتبہ حیدریہ نجف اشرف (قدیم)

(۳۔ ذبح عظیم ص ۲۰۶-۲۰۷ غارت خیام اہل بیت علیہم السلام۔ مطبوعہ لاہور۔

(۴۔ انوار نعمانیہ جلد سوم صـ ۲۴۶ تذکرہ نور فی بعض اقوال الطواف)

شہادت حسینؓ کے بعد بازار کوفہ میں اہل بیت نے ماتم کرنے والے شیعوں کو مکار و غدار کہا اور اپنا، قاتل ٹھہرایا

خطبہ زین العابدین

اے ماتم کرنے والو ہمارا قاتل تمہارے سوا کون ہے

جلاء العیون:۔

چوں (اہل بیت رسالت) داخل کوفہ حضرت زین العابدین علیہ السلام را دیدند بسیار رنجور و نحیف است و دست مبارکش را در گردن غل کردہ اند و مخدرات استار عصمت را بر شتران برہنہ سوار کردہ اند صدا بنوحہ و شیون و گریہ بلند کردند حضرت با آواز ضعیف گفت کہ شما بر ما نوحہ و گریہ می کنید پس کہ ما را کشتہ است۔

(۱)۔ جلاء العیون جلد دوم ص۵۹۳ خطبہ حضرت زینب خاتون در کوفہ مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲)۔ احتجاج طبرسی جلد ۲ ص۲۹ خطبہ زینب بنت علی مطبوعہ قم طبع جدید و طبع قدیم ص۱۶۵

ترجمہ:۔

اہل بیت رسول جب کوفہ داخل ہوگئے۔ اہل کوفہ نے دیکھا۔ کہ امام زین العابدین بہت کمزور اور انتہائی تکلیف میں ہیں۔ ان کے ہاتھ مبارک گردن کے پیچھے باندھ دیئے گئے ہیں۔ اور اہل بیت کی مستورات ننگے اونٹوں پر سوار کی گئی ہیں۔ کوفیوں نے یہ دیکھ کر آواز گریہ و نوحہ بلند کی۔ امام زین العابدین نے کمزور آواز سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ہم پر نوحہ اور گریہ کرتے ہو۔ بتاؤ ہمیں مارنے والے کون ہیں؟

خُطبَہ سَیدہ زَینَبؓ

اے ماتم کرنے والو قیامت تک ماتم ہی کرتے رہو گے یہی تمہاری سزا ہے

جلاء العیون:۔

بشیر ابن حزم اسدی گفت دریں وقت زینب خاتون دختر امیر المومنین اشارہ کرد بسوئی مردم کہ خاموش شوید۔ وباں شدت واضطراب چناں سخن میگفت کہ گویا از زبانِ امیر المومنین سخن میگوید۔ پس بعد از ادائے محامد الٰہی و درود حضرت رسالت پناہی وصلوات بر اہل بیت اخیار وعترت اطہار گفت۔ اما بعد اے اہل کوفہ اہل غدر و مکر و حیلہ آیا شما بر ما میگر دید۔ ہنوز آب دیدہ ما از جور شما نہ ایستادہ و نالہ ما از ستم شما ساکن نگر دیدہ۔ مثل شما مثل آں زن است کہ رشتہ خود را محکم

می تا بیلہ و بازی کشود و شما نیز رشتہ ایمان خود را گسستید۔ کفر خود بر گشتید زیست در میان شما
مگر دعوی بے اصل سخن باطل و تملق فرزند کنیزاں و عیب جوئی دشمناں نیستید مگر مانند گیاہی
کہ در مزبلہ روئید مانقرۃ کہ آرائش قبر کردہ باشد۔ بد توشہ خود باخرت فرستادید۔ و خود را مخلد
در جہنم گردانیدید۔ اما شما بر ما گریہ و نالہ کنید۔ خود ما را کشتہ اید و بر ما میگریید بلے واللہ
باید کہ بسیار بگریید و کم خندہ کنید۔

(۱۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۲ مطبوعہ تہران
جدید خطبہ حضرت زینب خاتون
(۲۔ احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۹، طبع جدید
و طبع قدیم ص ۱۶۵
(۳۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۱۱۵،
فی مقتلہ مطبوعہ قم طبع جدید

ترجمہ:

حریم بن بشیر اسلامی کہتا ہے۔ کہ اس وقت حضرت زینب دختر امیر المومنین نے اشارۃً
کہا۔ خاموش رہو۔ اس حالت اضطراب و شدت میں اس طرح کلام کر رہی تھیں۔
گویا امیر المومنین کلام فرماتے ہیں۔ پس بعد ادائے حمد الٰہی و درود سید مختار و اہل بیت
اخیار و عزت اظہار فرمایا۔

اما بعد! اے اہل کوفہ اے اہل کر و غدر و حیلہ تم ہم پر گریہ کرتے ہو۔ اور تم
نے ہمیں قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا۔ اور
تمہارے ستم سے ہمارا فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا۔ اور تمہاری مثل اس عورت
کی ہے۔ جو اپنی رسی کو مضبوط بٹتی اور کھول ڈالتی تھی۔ تم نے بھی اپنی رسئی ایمان
کو توڑا اور اپنے کفر کی طرف پھر گئے۔ تمہارا دعویٰ مگر سراسر بے اصل اور

اور ایک فن باطل ہے۔ اور مانند خوشامد کنیزاں و عیب جوئی
دشمنان اور مثل تمہاری ایسی ہے جیسے گھاس گھورے پر اُگی ہو قبر سیاہ و تیرہ و تار پر
آرائش نقرہ کاری گئی ہو۔ تم نے اپنے لیے آخرت میں توشہ و ذخیرہ بہت خراب
بھیجا۔ اور اپنے کو ابدالآباد سزاوار جہنم کیا۔ تم ہم پر گریہ و بکا کرتے ہو۔ خود تم نے ہی
ہمیں قتل کیا۔ اور خود ہی روتے ہو۔ ہاں اللہ کی قسم! تمہیں زیادہ رونا ہو گا۔ اور کم
ہنسو گے۔

(ترجمہ جلاء العیون ص ۲۷۰، انصاف پریس لاہور)

خطبہ فاطمہ بنت حسین رض

اے ماتمیو! ہمارے قتل سے تمہارے دل شاد ہو گئے۔

جلاء العیون:۔

بعد ازاں فاطمہ دختر حضرت سید شہداء ایں خطبہ خواند .... اما بعد! اے
اہل کوفہ و اہل مکر و غدر و تکبر و حیلہ حق تعالیٰ ما اہل بیت رسالت را بے شما مبتلا گردانیدہ
و شمارا بما ممتحن ساختہ وا تبلائے مارا بر ما نعمت گردانیدہ و علم خود را بما دادہ و فہم
معارف را بما عطا کردہ و مائیم مستودع علم خدا و مخزن حکمت خدا و حجت خدا در زمین
بر جمیع عباد و بلاد گرامی داشتہ است مارا بکرامت خود و تفضیل دادہ است

مارا ببرکت پیغمبر خود بسیاری از مخلوقات تفضیلت بسیار ۔ ظاہر پس شما تکذیب کردید مارا و مارا کافر شمردید و قتال مارا حلال دانستید و اموال ما را غارت کردید و مارا اسیر کردید مانند اولاد ترک و کابل چنانچہ دیروز جدا ما را کشتید و پیوستہ خون اہل بیت از دم شمشیر ہائے شما میچکد برائے کینہ ہائے دیرینہ و دلہائے شما شاد شد۔

(۱۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۴ تا ۵۹۵
خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ مطبوعہ تہران جدید
(۲۔ احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۷ طبع جدید
طبع ص ۱۶۵

ترجمہ:۔

اس کے بعد سیدہ فاطمہ دختر سید الشہداء نے خطبہ پڑھا .... اما بعد! اے اہل کوفہ اہل غدر و مکر و تکبر و حیلہ۔ حق تعالیٰ نے ہم اہل بیت کو تمہارے ہاتھ مبتلا کیا ہے۔ اور تم کو ہم سے امتحان کیا ہے۔ اور بلاؤں کو ہم پر نعمت بنایا ہے اور اپنا علم ہم کو دیا ہے۔ اور فہم و ادراک ہم کو عطا کی ہے۔ اور ہم زمین خدا پر صندوق علم خدا و مخزن حکمت خدا جمیع عباد و بلاد پر ہیں اور ہم کو اپنی کرامت سے بزرگ کیا ہے۔ اور ہم کو اپنے پیغمبر کی برکت سے تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔ تم نے ہماری تکذیب کی۔ اور کافر سمجھا۔ اور ہم پر قتال کرنا حلال سمجھے۔ اور ہمارے مال کو غارت کیا۔ اور ہم کو مانند اسیران ترک و دیلم اسیر کیا کل کے روز تم نے ہمارے پدر بزرگوار کو قتل کیا۔ اور بسبب کینہ ہائے دیرینہ ہر وقت ہم اہلبیت کا خون تمہاری تلواروں سے ٹپکتا رہا اور ہمارے قتل کرنے سے تمہارے دل شاد ہوتے رہے۔

(ترجمہ جلاء العیون ص ۷۱، ۲ تا ۷۲، ۲ جلد دوم)

خطبہ ام کلثوم بنت فاطمہؓ

کوفیو! تمہارا بُرا ہو تمہارے منہ سیاہ ہو جائیں۔

جلاء العیون:۔

پس ام کلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بگریہ بلند کرد واز ہودج محترم ندا کرد حاضر افزا کہ اے اہل کوفہ بدر بحال شما و ناخوش باد اولیائی شما بچہ سبب برادرم حسین را خواندید و یاری او نکر دید و او را بقتل آوردید و اموال او را غارت کردید و پردگیان خرم سرائے او را اسیر کردید وائی بر شما و لعنت بر رو یہائے شما گر نمیدانید کہ چکار کردید۔ فرچہ گناہان او وزار بر پشت خود بار کردید و چہ خونہائی محترم ریختید و چہ دختران محترم کرم را نالاں کردید

(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۵ تا ۵۹۶ مطبوعہ ایران جدید۔ خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ

ترجمہ:۔

بعد اس کے ام کلثوم دوسری دختر جناب فاطمہ نے صدا سے گریہ وزاری بلند کی۔ اور رو رو کر آواز دی۔ کہ اے کوفہ والو۔ تمہارا مال و مآل برا ہو۔ اور تمہارے منہ سیاہ ہوں تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسین کو بلایا۔ اور ان کی مدد نہ کی۔ اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب ان کا لوٹ لیا۔ اور ان کے پردگیان عصمت و طہارت کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم و ستم

کیاہے۔ اور کن گناہوں کا اپنی پشت پر انبار کیاہے۔ اور کیسے خونہائے محترم کو بہایا دختران محترم کو نالاں کیا۔ اور کن بزرگوں کے مال کو تم نے لوٹا۔

(۱۔ جلاء العیون مترجم۔ جلد دوم ص ۷۳ ۲ جلد ۲ مطبوعہ لاہور)

(۲۔ مقتل ابی مخنف ص ۱۰۱ مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف طبع قدیم)

حاصل کلام:-

میدان کربلا میں امام عالی مقام کی شہادت اور آپ کے رفقاء کی قربانی کے بعد اہل بیت کے خیمہ سے سازوسامان لوٹنے والا، امام زین العابدین کے نیچے سے چمڑے کا تکیہ لے اڑنے والا، سیدہ زینب کے سرانور سے چادر اتارنے والا۔ فاطمہ صغریٰ کے پاؤں سے خلخال توڑ کر اتارنے والا اور سیدہ زینب کے ہی کانوں کے گوشوارے کھینچ کر اتارنے والا جس کا نام "خولی بن یزید اصبحی" تھا یہ لیڈر اکثر ماتمی کوئی شیعہ تھا۔ سیدہ زینبؓ نے پوچھا۔ ظالم اور یہ تو بتلا۔ کہ ہمیں لوٹ بھی رہا ہے اور ماتم بھی کرتا ہے؟ کہنے لگا۔ یہ دونوں باتیں محبت کی دلیل ہیں۔ لوٹ اس لیے رہا ہوں۔ کیونکہ اگر میں نے نہ لوٹا تو کوئی دوسرا لازمی طور پر لوٹ ہی لے گا۔ تو یہ اچھا ہو گا۔ کہ میرے آقاؤں اور اہل بیت کی نشانیاں میرے پاس آئیں۔ اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر جذباتِ محبت و عقیدت کا اظہار کرتا رہوں۔ اور رو اس لیے رہا ہوں۔ کہ آخر آپ اہل بیت کا پرانا خادم اور محب ہوں آپ کے دکھ اور درد نہیں دیکھے جاتے۔ دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ اس لیے آنکھیں آپ کو پریشان دیکھ کر جذباتِ محبت میں بے قابو ہیں۔ اور آنسوؤں کی لڑی پرو رہی ہیں۔ لہذا سیدہ! میرا لوٹنا بھی محبت اہل بیت، کا مظہر اور میرا رونا بھی غم اہل بیت کا اظہار ہے۔ "شیعان علی" میں سے ہوں۔ اور ہم نے ہی آپ کو یہاں بلایا۔ پھر کیوں لاتعلق رہ

سکتا ہوں۔

ادھر جب مخدرات اہل بیت اسیرانہ کوفہ پہنچیں۔ تو وہاں بھی چاروں طرف "شیعان علی اور محبان اہل بیت" کے نوحہ اور گریہ وفغاں کی آوازیں سنیں۔ ان کو بھی ان ستم زدہ خواتین نے خطاب میں کہا۔ تم نے ہمیں خطوط لکھ کر یہاں بلوایا۔ ہمارے آجانے کے بعد تم غدار نکلے۔ اور ہمارے شیعہ ہونے کے دعویدار و! ہمیں کافر کہا۔ پھر ہمیں قتل کیا۔ اتنا کچھ کرنے کے بعد اب رو رہے ہو۔ اور ہمارا ماتم کر رہے ہو۔ اللہ کی تم پر لعنت ہو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رکھے۔ اور اے غدارو! تمہیں (اور تمہاری نسلوں کو) قیامت تک پیٹنا نصیب ہو۔ اور ہنسنا کم نصیب ہو اور تمہارے منہ کالے رہیں، اہل بیت کی ہر دعا قبول ہوئی اور قاتلانِ حسین نے اپنے منہ کالے کرنے کے علاوہ کپڑے بھی کالے کر لیے۔

خلاصۂ واقعہ کربلا

قارئین حضرات! آپ کتب شیعہ کے حوالہ جات سے یہ معلوم کر چکے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد کوفہ میں شیعوں کی مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ جس میں یہ طے پایا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا جائے۔ اس کی خاطر رقعہ جات تحریر ہوئے۔ قاصدین بھیجے گئے۔ اور رقعہ جات میں حلفیہ لکھا گیا۔ کہ ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ یہ اجتماع کرنے والے، امام مظلوم کو بلانے والے۔ خطوط لکھنے والے، خطوط پہنچانے والے اور ان خطوں میں قسمیہ عہد و پیمان کرنے والے۔ اپنی موت وحیات کو امام موصوف کی موت وحیات سے وابستہ کرنے والے، امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں اٹھارہ ہزار بیعت کرنے والے سب کوفی اور شیعہ تھے۔ بلکہ انہیں "شیعان علی" کہلانے پر فخر تھا۔

اس کے ساتھ ہی امام مسلم کے ساتھ بیعت توڑ کر یزید کی بیعت میں داخل ہوتے

والے۔ امام مسلم کو شہید کرنے والے۔ میدانِ کربلا میں امام حسین کے مقابلہ میں لڑنے والے، آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنے والے۔ مستورات کے خیموں میں لوٹ مار کرنے والے۔ سیدہ زینب اور فاطمہ کے زیورات نوچنے والے، میدان کربلا میں لوٹ کرتے ہوئے رونے والے، کوفہ پہنچنے پر مستوراتِ اہل بیت کو نوحہ و ماتم کر کے محبت جتانے والے یہ سب کے سب وہی اشخاص تھے۔ جن کو پکے شیعہ کہا جاتا ہے۔

لہذا خود ان کی کتب کے حوالہ جات سے یہ یقین کر لینا درست ہے۔ کہ امام عالی مقام اور آپ کے رفقاء کو شہید انہی کوفیوں (شیعوں) نے کیا۔ جنہوں نے آپ کو کوفہ آنے کو لکھا۔ اور اہل بیت کی مستورات کی بے حرمتی اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک بھی انہی لوگوں کا تھا۔ اس لیے وہ تو مر گئے۔ لیکن اب ان کے گدی نشین لوگوں کو اپنے عقائد سے توبہ کر کے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت پر ثابت قدم ہو جانا چاہیے۔

انعام:۔

فقیر نے کتب شیعہ سے جتنے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک حوالہ بھی مذکور کتاب میں نہ ملے۔ تو اس نشاندہی کرنے والے کو فی حوالہ بیس ہزار روپیہ ادا کروں گا۔ اور اس کے علاوہ جو سزا چور کی وہی میری

(ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین)

ایک دھوکہ

قاتلانِ امام حسین "اہل سنت تھے"

ایک نئے شیعہ مجتہد کا نرالہ اجتہاد ۔

ہماری نظر سے ایک رسالہ گذرا مصنف کا نام "سید العلماء الحاج مولانا سید علی نقوی النقوی" اور رسالہ کا نام "قاتلانِ حسین کا مذہب" ہے۔ اس رسالہ میں مصنف نے بڑی ڈھٹائی اور فریب دہی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے سُنی تھے۔ حیرت اس بات پر بھی ہوئی کہ فریقین کی کتب میں مذکور ہے کہ امام حسین کو بلوانے والے "شیعیان علی" تھے۔ خط لکھ کر اپنے ہاں آنے کی دعوت دینے والے میدان کربلا میں تلواریں لئے مقابلہ پر اُترے تھے۔ ان حقائق کو چھپانے کی کوشش کی گئی۔ اور دو عدد دھوکے پیش کر کے ثابت کرنا چاہا کہ قاتلانِ حسین "اہل سنت تھے ۔

پہلا دھوکہ،

واقعہ کربلا کے وقت کوفہ سے شیعہ ختم ہو چکے تھے

قاتلان حسین کا مذہب، ابوالحسن مدائنی نے کتاب الامدادات جب اس

زمانے کی مرقع کشی کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"لَکَانَ اَشَدَّ النَّاسِ بَلَآءً حِیْنَئِذٍ اَھْلُ الْکُوْفَۃِ لِکَثْرَۃِ مَنْ بِھَا مِنْ شِیْعَۃِ عَلِیٍّ فَاسْتَعْمِلَ عَلَیْھِمْ زِیَادُ بْنُ سُمَیَّۃَ وَ ضَمَّ اِلَیْہِ الْبَصْرَۃُ فَکَانَ یَتَتَبَّعُ الشِّیْعَۃَ وَ ھُوَ بِھِمْ عَارِفٌ لِاَنَّہٗ کَانَ مِنْھُمْ اَیَّامَ عَلِیٍّ فَقَتَلَھُمْ تَحْتَ کُلِّ حَجَرٍ وَ مَدَرٍ وَ اَخَافَھُمْ وَقَطَعَ الْاَیْدِیْ وَ الْاَرْجُلَ وَسَمَلَ الْعُیُوْنَ وَ صَلَبَھُمْ عَلٰی جُذُوْعِ النَّخْلِ وَ طَرَدَھُمْ وَ شَرَدَھُمْ عَنِ الْعِرَاقِ فَلَمْ یَبْقَ بِھَا مَعْرُوْفٌ مِنْھُمْ"

ترجمہ:

معاویہ کے دور حکومت میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت میں اہل کوفہ تھے۔ اس لیے کہ وہاں شیعیان علی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ وہاں کا حاکم بھی زیاد بن سمیہ مقرر کیا گیا۔ اس نے شیعوں کو پوری جستجو کے ساتھ گرفتار کیا وہ ان کو پہچانتا بھی خوب تھا۔ کیونکہ علی کے زمانہ میں وہ ان ہی لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس نے ان کو جہاں پایا قتل کیا۔ اور ہاتھ پاؤں قطع کیے۔ آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں۔ درختوں پر سولیاں دلوائیں۔ اور عراق

سے جلاوطن کیا۔ یہاں تک کہ کوئی مشہور و معروف شخص ان میں سے باقی نہیں رہا۔
اس صورت حال کے ہوتے ہوئے ممکن تھا۔ کہ کوفے کے اندر شیعہ جماعت کے لیے
کوئی نمایاں حیثیت باقی رہتی۔ بلکہ مارے جانے سولی پانے اور جلاوطن ہونے کے بعد
جو بچے کچھے اشخاص موجود بھی تھے۔ وہ گوشوں کے اندر اور پردوں کے پیچھے زندگی بسر کرنے
پر مجبور تھے۔ اور شیعیت کا نام بھی زبان پر لانا اپنے استحقاق قتل کی دستاویز خیال
کرتے تھے۔ ... یہ صورت حال دو ایک ماہ، دو ایک سال نہیں بلکہ بیس سال تک قائم
رہی۔ جس میں بچے جوان اور جوان بوڑھے اور بوڑھے فنا ہو گئے۔ شیعیت ایک مخصوص
بامعرفت اور صاحب ایمان جماعت میں مخفی حیثیت سے پرورش پا رہی تھی۔ اور وہ
جماعت کوفہ کے اتنے بڑے شہر میں گم نامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔

(قاتلان حسین کا مذہب ۲۴ تا ۶۲

مطبوعہ لاہور)

جواب اوّل

حوالہ میں ذکر کی گئی کتاب کا مصنف شیعہ مذہب کا ہے

علی نقی نے کتاب الاحداث کی جو عبارت نقل کی۔ وہ ابوالحسن مدائنی شیعہ المذہب کی تحریر ہے۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات اور کتاب فاطمیات وغیرہ تحریر کیں۔ ان کتابوں میں زیادہ مواد شیعیت کا ہے اور مسلک شیعہ کے بڑے بڑے مجتہدین نے اس کی عبارات پر اعتماد کر کے اس کی روایات کو نقل بھی کیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا۔ کہ ابوالحسن مدائنی ہم اہل سنت کا نہیں بلکہ اہل تشیعہ

کا قابل اعتماد آدمی ہے۔ اس امر کا ثبوت شیعہ کتاب سے ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب،

ابو الحسن علی بن محمد بن عبداللہ بصری مدائنی شیخ متقدم و خبیر ماہر صاحب تصنیفات فراواں کہ از آنست کتاب خطبہ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وکتاب خطبہ ہائے امیر المومنین علیہ السلام وکتاب کسانیکہ از طالبین کشتہ شدند وکتاب فاطمیات وغیر انیہا۔ ابن ابی الحدید مدائنی در شرح نہج از او نقل نمودہ و ہم شیخ مفید در ارشادش وغیر آں نیز از او روایت کردہ اند۔

(کتاب الکنی والالقاب تصنیف شیخ عباس قمی۔ جلد ۳ ص ۲۰۲ تذکرہ مدائنی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ،

ابو الحسن مدائنی پرانے بزرگوں میں سے بہت بڑا عالم اور استاد تھا۔ بہت سی تصنیفات کا مالک تھا جن میں "خطبہ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم" "خطبہ ہائے امیر المومنین علیہ السلام اور آل بیت کے ان افراد کے بارے میں جو قتل کر دیئے گئے قابل ذکر ہیں کتاب فاطمیات بھی اسی کی تصنیف ہے۔ ابن ابی الحدید مدائنی نے نہج البلاغۃ کی شرح میں اس کی بہت سی عبارات نقل کیں۔ اسی طرح شیخ مفید نے "ارشاد شیخ مفید" میں اور بہت سے دوسرے لوگوں نے اس سے روایت کی ہے۔

یہ جو کچھ تحریر ہوا شیعہ کتاب سے تھا۔ اہل سنت کی اسماء رجال کے موضوع

پر لکھی گئی کتابوں میں ابوالحسن مدائنی کو "صاحب اخبار" کے الفاظ سے روشناس کرایا گیا۔ اور سند والی روایات بہت کم ذکر کرنے والا بتایا گیا۔

میزان الاعتدال:

عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبُوالْحَسَنِ الْمَدَائِنِیُّ الْاَخْبَارِیُّ صَاحِبُ التَّصَانِیْفِ ذَکَرَہٗ ابْنُ عَدِیٍّ فِی الْکَامِلِ فَقَالَ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ سَیْفِ الْمَدَائِنِیُّ مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ فِی الْحَدِیْثِ وَ ھُوَ صَاحِبُ الْاَخْبَارِ قَلَّ مَالَہٗ مِنَ الرِّوَایَاتِ الْمُسْنَدَۃِ۔

(میزان الاعتدال للذہبی جلد ۳ ص ۲۳۶ حرف العین۔ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابوالحسن علی بن محمد مدائنی اخباری بہت سی تصانیف کا مالک ہے۔ ابن عدی نے الکامل میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوالحسن مدائنی مذکور عبدالرحمٰن بن سمرۃ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ حدیث میں قوی نہیں تھا۔ اور صاحب الاخبار تھا۔ روایات مسندہ کی اس نے بہت تھوڑی تعداد میں روایت کی ہے۔

لہٰذا ایسے اخباری اور غیر قوی آدمی کی عبارت سے خیر مستفیض کو رد کرنا کم علمی اور جہالت کی دلیل ہے۔

جواب دوم

یہ کہنا غلط ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں شیعہ معدوم ہو گئے تھے

علی نقی نقوی کے دعوکہ میں دوسرا پہلو یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں شیعیت تختِ مرگ پر تھی۔ اور اس کے چاہنے والے ایک ایک کر کے ختم کئے جا رہے تھے۔ یہ پہلو ایک ایسی دیدہ دلیری ہے۔ جو حقائق کو ہرگز چھپا نہیں سکتی۔ کتب شیعہ بھی اس کی تردید کرتی ہیں۔ اور خود اس شخص کے بیان سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔ جو واقعہ کربلا کا پہلا راوی ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ لکھتا ہے۔ کہ جب شیعیوں نے امام حسین کو خط لکھے۔ تو انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہم آپ پر جان قربان کر دیں گے۔ ہمارے لشکر آپ کے لشکر ہوں گے۔ امام مسلم جب نمائندہ کی حیثیت سے تشریف فرما ہوئے۔ تو اسی ہزار شیعہ آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اس کے لئے حوالہ پیش خدمت ہے۔

مقتل ابی مخنف۔

إِنَّهُ لَيْسَ لَنَا إِمَامٌ غَيْرُكَ فَأَقْدِمْ إِلَيْنَا لَنَا مَا لَكَ وَ عَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا فَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَ الْهُدٰى

وَاعْلَمْ اَنَّكَ تَقْدِمُ عَلٰى جُنُوْدٍ مُجَنَّدَةٍ.

(مقتل ابی مخنف ص۱۸ فی خروج الحسین

مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ۔

بات یہ ہے کہ آپ کے سوا ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ لہذا آپ ہمارے پاس ضرور تشریف لے آئیں تا آپ کا فائدہ ہمارا فائدہ اور آپ کا نقصان ہمارا نقصان ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ہمیں حق و ہدایت پر جمع کر دے۔ اور آپ کو جاننا چاہئے کہ جب آپ تشریف لائیں گے۔ تو تیار لشکروں کی طرف تشریف لائیں گے۔

مقتل ابی مخنف۔

سَارَ حَتّٰى وَصَلَ الْكُوْفَةَ فَنَزَلَ لَيْلًا فِيْ دَارِ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ وَقِيْلَ فِيْ دَارِ الْمُخْتَارِ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ الثَّقَفِيِّ فَجَعَلَ النَّاسُ يَخْتَلِفُوْنَ اِلَيْهِ فَاَقْرَأَهُمْ كِتَابَ الْحُسَيْنِ فَجَعَلُوْا يَبْكُوْنَ وَيَنْتَحِبُوْنَ فَقَامَ عَابِسُ الْبَكْرِيُّ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَاَقْبَلَ عَلٰى مُسْلِمٍ وَقَالَ اِنِّيْ لَسْتُ اَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلٰكِنْ اُخْبِرُكَ بِمَا فِيْ نَفْسِيْ

اِذَا دَعَوْتُمُوْنِیْ اَجَبْتُکُمْ وَاضْرِبُ بِسَیْفِیْ عَدُوَّکُمْ حَتّٰی اَلْقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ جَلَسَ وَ قَامَ حَبِیْبُ بْنُ مُظَاهِرٍ وَقَالَ لَہٗ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ قَدْ قَضَیْتَ مَا عَلَیْکَ وَ اَنَا وَاللّٰہِ عَلٰی مِثْلِ ذٰلِکَ قَالَ اَبُوْ مِخْنَفٍ وَ جَعَلَ اَهْلُ الْکُوْفَۃِ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْہِ عَشَرَۃً بَعْدَ عَشَرَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ وَ اَقَلَّ وَ اَکْثَرَ حَتّٰی بَایَعَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ ۔

ترجمہ:

(کوفیوں کے مسلسل خطوط آنے پر امام حسین نے مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ بھیجا۔) آپ چلتے چلتے کوفہ پہنچ گئے رات کے وقت سلیمان بن صُرد یا مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر تشریف فرما ہوئے لوگ آپ کی آمد سُن کر زیارت کے لیے آنا جانا شروع ہو گئے۔ آپ نے انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کا پیغام پڑھ کر سُنایا۔ سن کر وہ رو دیئے اور آہ وزاری کرنے لگے۔ عابس بکری کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بعد کہنے لگا " اے مسلم! مجھے اور لوگوں کے دلوں کا تو پتہ نہیں میں اپنے دل کی بات کرتا ہوں آپ جب بھی مجھے بلائیں گے۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور اپنی تلوار کے ساتھ آپ کے دشمنوں کو مار بھگاؤں گا یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر جاؤں (مر جاؤں) پھر یہ بیٹھ گیا اور حبیب بن مظاہر نے

کھڑے ہو کر کہا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور خدا کی قسم! میرے جذبات بھی وہی ہیں۔ جو عابس بکری کے ہیں۔ ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ کوفی دس دس کی بیس بیس کی ٹولیوں میں یا کم زیادہ تعداد میں آتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن میں ہی امام مسلم کی اسی ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی۔

نیرنگ فصاحت:۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) فرمایا۔ سوائے کوفہ کے اور کوئی میری مملکت نہیں ہے چاہے میں اسے لپیٹوں چاہے کشادہ کروں (جس طرح چاہوں تصرف کروں)

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۳۹ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی قدیم)

مجالس المؤمنین۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامۂ دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل محتاج بدلیل است واگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد۔

(مجالس المؤمنین تصنیف نور اللہ شوستری۔ جلد اول ص ۵۶ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

کوفیوں کے شیعہ ہونے کے لیے دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت

نہیں ہے اور اصل کوفہ کے رہنے والے کا اپنے آپ کو سُنی کہنا چونکہ خلاف اصل ہے۔ لہٰذا اُسے اس کی دلیل دینا پڑے گی۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ کوفی ہی کیوں نہ ہو۔

لمحہ فکریہ۔

آپ حضرات نے ملاحظہ کیا۔ کہ علی نقی نے کس طرح دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اپنے گھر کی بات کو اپنی دلیل بنا کر اہل سنت کا رد کرنا کیسی بے معنی بات ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ تشریف لانے کے وقت یہ کہنا کہ شیعہ چُن چُن کر ختم کر دیئے گئے۔ اگر یہی حقیقت تھی۔ تو خطوط بھیجنے والے اور امام مسلم کی ایک ہی دن میں اسی ہزار بیعت کرنے والے کون تھے؟ کوفیوں کا امام حسین کو اپنا امام تسلیم کرنا اور اپنے لشکر کو ان کی کمان میں دینے کا اظہار کرنا اور کوفہ کے گورنر کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اس کو شکست دینا ان تمام باتوں کے لیے تیار کھڑے ہونا کس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کیا ایسے ارادے والے چند آدمی ہوتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو شیعہ کہنا اپنے قتل کے مترادف سمجھتے ہوں۔ امام مسلم بن عقیل کے سامنے حلف وفاداری اٹھایا جا رہا ہے۔ اور جگہ کی قلت کی وجہ سے دس دس بیس بیس کر کے آنے والے اسی ہزار تک پہنچ گئے۔ کیا ان تمام حالات وواقعات سے یہی سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ شیعیت پر حالتِ مرگ طاری تھی۔

مقام حیرت ہے۔ کہ علی نقی کا یا تو مطالعہ کم ہے۔ یا جھوٹ بولنے اور حق کو چھپانے کی پرانی عادت ہے۔ پھر اس کے باوجود "سید العلماء" کہلاتا ہے۔ کیا اسے یہ علم نہ تھا۔ کہ امام مسلم کی بیعت کرنے والے اپنی کتب میں ان کی تعداد کتنی تھی؟ اگر معلوم تھا۔ تو پھر یہ کہنا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ تشریف لانے کے وقت چند شیعہ باقی تھے وہ بھی چُھپ چُھپا کر وقت گزار رہے تھے۔ کتنا بڑا فریب ہے۔ ابو مخنف کے

علاوہ دوسرے لوگوں کے نزدیک خطوط لکھنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ کوفہ میں شیعہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ پھر یہ کون تھے؟ جب کہ انہوں نے خطوط میں اپنی شیعیت کا واسطہ دیا۔ اور اس کا اقرار بھی کیا۔

اس کے علاوہ نور اللہ شوستری (شہید ثانی) نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ کوفی بلا دلیل شیعہ ہیں۔ اور ان میں سے اہل سنت کا دعویٰ کرنے والے کو اپنے سُنّی ہونے کی دلیل دینا پڑے گی اگرچہ وہ مشرق و مغرب میں مشہور ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لہٰذا ثابت ہوا، کہ علی نقوی کا یہ کہنا کہ کوفی اہل سنت تھے۔ اور انہوں نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ بہت بڑا دھوکا اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ ہم ہی پوچھتے کہ قاتلانِ حسین خود تمہاری کتابوں کے حوالہ جات کی روشنی میں بتائیں کہ کون تھے؟ قاتلانِ حسین وہی لوگ ہیں، جنہوں نے پے در پے کوفہ سے امام کو خطوط لکھے۔ جنہوں نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ اور اپنے آپ کو خالص و مخلص "شیعیان علی" کہا۔ پوچھئے تو یہ لوگ کون تھے؟

دوسرا دھوکہ

علی نقی نے ایک چال چلی۔ تاکہ بھولے بھالے اہل سنت کو دھوکہ دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرے۔ یہ چال یہ چلی۔ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو جس قدر خطوط لکھے گئے۔ وہ اجماعی طور پر تھے۔ ان میں دو باتوں کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا۔ ایک یہ کہ ہم لکھنے والے آپ کے "شیعہ" ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ معاویہ اور اس کی آل غاصب امامت ہے اور آپ امامت کے حق دار ہیں" لیکن آخری خط جو سات آدمیوں کی طرف سے تھا۔ اس میں یہ

دونوں باتیں نہ تھیں اور انہی سات آدمیوں اور ان کے ساتھیوں نے امام کو شہید کیا۔ باقی اجتماعی خطوط لکھنے والے تو میدانِ کربلا میں اپنی جانثاری کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاتلانِ حسین اجتماعی خطوط والے نہ تھے۔ بلکہ آخری خط لکھنے والے سات اور ان کے ساتھی تھے۔ جو اپنے آپ کو شیعہ کہلانا پسند نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی معاویہ اور اس کی آل کو غاصبِ امامت کہنے پر تیار تھے۔ اور نہ ہی انہوں نے امام حسین کو امامت کا حق دار کہا۔ دیکھیے اس کی کلام اس کے اپنے الفاظ میں۔

قاتلانِ حسین کا مذہب

اب تک جو کاروائیاں ہو رہی ہیں۔ وہ اجتماعی کہی جا سکتی ہیں۔ اس لیے کہ ان میں جماعت شیعہ اور اس کے ذمہ دار نمائندے پیش پیش نظر آ رہے ہیں۔ اور وہ کاروائیاں اس خط پر ختم ہو گئیں جو اپنے مضمون کے اعتبار سے بھی بالکل آخری کہا جا سکتا ہے لیکن اس کے بعد ایک خط کوفے سے جاتا ہوا نظر آتا ہے امام حسین علیہ السلام کے نام جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَخْضَرَّ الْجِنَانُ وَ اَيْنَعَتِ الْاَثْمَارُ وَطَمَتِ الْاَجَامُ فَاِذَا شِئْتَ فَاقْدِمْ عَلٰى جُنْدٍ لَكَ مُجَنَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ"

"کھیتیاں لہلہا رہی ہیں۔ اور میوے درختوں میں رسیدہ ہیں۔ تالاب لبریز ہیں۔ پس جب آپ چاہیں تشریف لائیں ایک ایسے لشکر کی جانب جو آپ کے لیے آراستہ موجود ہے۔" والسلام

اس پر سات آدمیوں کے دستخط ہیں شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث یزید بن رویم، عروۃ بن قیس، عمرو بن الحجاج زبیدی محمد بن عمیر تمیمی۔ ذرا سے پہلے

خطوط اور اس خط میں عنوان کی حیثیت سے موازنہ کیجئے۔ ان خطوط میں سے ہر خط میں برابر اپنے تشیع و ایمان کا حوالہ ہے۔ معاویہ اور آل معاویہ کے غضب خلافت کا تذکرہ ہے۔ حسین بن علی کے استحقاق امامت کا اعتراف ہے۔ لیکن اس خط میں یہ کچھ بھی نہیں۔

اس کے علاوہ یہ سات آدمی اگر اس جمعیت کے رکن تھے۔ جو امام حسین کو دعوت دینے کی بانی تھی۔ تو ان اجتماعی خطوط میں ان کا کہیں نام کیوں نظر نہیں آتا۔ باوجودیکہ یہ لوگ کوئی گمنام اشخاص نہیں۔ بلکہ رؤسائے عشائر اور شیوخ قبائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ناممکن تھا۔ کہ سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر ایسے محراب عبادت میں زندگی گزارنے والے بے اسم ورسم اشخاص کا تو اس میں نام ہو۔ اور یہ لوگ نظر انداز کر دیئے جائیں۔ پھر جب کہ وہ کمیٹی ایک آخری کاروائی کر چکی تھی۔ جس میں پرزور الفاظ میں تعجیل کی درخواست تھی۔

اور پھر میری قوت شامہ کو تو اس خط کے طرز تحریر اور اس کے الفاظ سے بھی کوئی خلوص و محبت کی بو محسوس نہیں ہوتی۔ بلکہ برعکس اس کے مجھ کو اس کے اندر استہزاء اور تمسخر کا جوہر کارفرما نظر آ رہا ہے۔

آخر حسین کو لہلہاتی کھیتیوں سے کیا کام اور رسیدہ میووں سے کیا غرض، اور لبریز تالابوں سے کیا مطلب؟ پھر اس میں امام حسین کی تشریف آوری کی خواہش کا بھی پتہ نہیں ہے۔ بلکہ آنے کو آپ کی مشیت پر محول کر کے ایک خبر رسانی کی سی صورت ہے۔ یہاں پر تیاریاں ہو گئیں۔ جب آپ کا دل چاہے تشریف لائیے۔

ان وجوہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان اشخاص کو اس جماعت سے کہ جو شیعہ کہی جا سکتی تھی کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ تو جب دیکھا کہ خطوط اس قدر جا چکے ہیں۔ کہ امام حسین ضرور ہی ان کے مطالبہ کو پورا کر کے تشریف آوری عراق کا ارادہ کر لیں گے۔ اور موجودہ صورت حال کی بنا پر ان کو کامیابی حاصل ہو گی۔ تو ہم بھی پانچویں سواروں میں، کی مثل کے مطابق

یہ چاہا کہ ہم بھی خطوط لکھنے والوں میں شمار کر لیے جائیں۔ اس طرح حضرت کی حکومت ہونے پر جس کے توقعات قائم ہو چکے ہیں، ہم سے بدظنی پیدا نہ ہوگی۔ اور یا اس کے اندر کوئی سازش مضمر تھی۔ جس کی بنا پر متفقہ طور سے یہ خط لکھا گیا تھا۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے۔ کہ ان خطوط لکھنے والوں میں سے جو جماعت شیعہ کے نام سے گئے ہیں۔ ایک شخص کی بھی زندگی واقعہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں پائی نہیں جاتی۔

(قاتلانِ حسین کا مذہب۔ تصنیف
علی نقی نقوی ص۔ مطبوعہ انار کلی لاہور)

شیعہ مجتہد نے جن سات افراد کو قتل حسین کا ذمہ دار قرار دیا شیعہ کتب میں وہ شیعہ ثابت ہوئے

جواب اول۔

ناظرین! آپ نے غور فرمایا ہوگا۔ کہ اس دھوکہ نے پہلے دھوکہ کی تو دہی تردید کر دی ہے۔ دھوکہ دیا تھا۔ کہ امام حسین کی روانگی کے وقت کوفہ میں کوئی سر عام شیعہ نہ تھا۔ اور اب کہا جا رہا ہے۔ کہ سات آدمیوں کے سوا اٹھارہ ہزار خطوط لکھنے والے کٹر شیعہ تھے اور ان سات آدمیوں نے خون لگا کر شہید بننے کی کوشش کی۔ یا کسی سازش کے تحت ایسا کیا۔ بہر حال بقول علی نقی یہی چند آدمی گنتی تھے۔

اس تازہ دھوکہ میں علی نقی نے اس آخری خط لکھنے کی جو وجہ تحریر کی وہ یہ ہے کہ

چونکہ اب امام حسین رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری یقینی ہو گئی تھی۔ اور حالات کے سازگار ہونے کی وجہ سے ان کی حکومت وخلافت کے بن جانے کی قوی امید بھی تھی۔ لہذا ان سات آدمیوں نے مخالفت نہ کرنے کا ایک ذریعہ تلاش کیا۔ تو اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس وقت شیعوں کی اتنی بڑی کثرت تھی۔ کہ وہ حکومت بنانے کے لیے بال و پر تول رہے تھے۔ اور موجودہ حکومت کا تختہ الٹنے کی اپنے میں ہمت پاتے تھے۔

تیسری بات یہ کہ ان سات آدمیوں کے علاوہ تمام خطوط لکھنے والوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدان کربلا میں مقابلہ نہیں کیا بلکہ ان کی حمایت میں جانیں قربان کیں۔ اور مقابل میں مرنے والے وہی سات آدمی اور ان کے ہم پیالہ وہم نوالہ تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے اپنے خط میں اپنے آپ کو "شیعہ" نہ لکھا تھا۔ جیسا کہ ایک عربی عبارت بھی علی نقی نے نقل کی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی علی نقی کا ایک فریب اور دھوکہ دینا ہے کاش اس فریبی کو اپنی کتب کا ہی مطالعہ نصیب ہوتا۔ ذرا ناسخ التواریخ میں جھانک کر دیکھیں۔ کیا علی نقی کا کہنا درست ہے؟

ناسخ التواریخ:

مشبث بن ربعی و حجار بن ابجر و یزید بن حارث، ابن رویم و عروۃ بن قیس و عمرو بن حجاج زبیدی و محمد بن عمرو التیمی بدینگونہ مکتوب کردند۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ مِّنْ شِيْعَتِهٖ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ أَمَّا بَعْدُ - فَقَدْ اَخْضَرَتِ الْجِنَانُ وَ اَيْنَعَتِ الثِّمَارُ وَ اَعْشَبَتِ الْاَرْضُ وَ اَوْرَقَتِ الْاَشْجَارُ فَاِذَا شِئْتَ

فَاقْبِلْ عَلٰی جُنْدٍ لَّكَ مُجَنَّدَةٌ وَ
السَّلَامُ۔

(ناسخ التواریخ حالات سید الشہدا
علیہ السلام۔ جلد ۲ ص ۳۵ نامہ ہائے
مردم کوفہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

شبث بن ربعی، حجار بن الجر، یزید بن حارث، ابن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمرو التیمی نے اس قسم کا خط امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

"اللہ کے نام سے شروع جو رحمٰن و رحیم ہے۔ یہ خط حسین بن علی کی طرف ان کے شیعہ اور مومنین و مسلمین کا ہے۔ اما بعد باغات سرسبز و شاداب ہیں۔ پھل پک کر تیار ہو چکے ہیں۔ زمین لہلہا رہی ہے۔ درخت پتوں سے اٹے پڑے ہیں۔ سو جب آپ چاہیں تشریف لے آئیں۔ آپ کے لیے بطور تعاون ایک لشکر بالکل مسلح اور تیار کھڑا ہے"

لمحہ فکریہ:

یہ تھا اس خط کا مضمون جو ان سات آدمیوں نے تحریر کیا تھا کہ جن کے بارے میں علی نقی کی بھونڈی منطق یہ تھی کہ یہ لوگ سُنی تھے۔ کیونکہ انھوں نے اپنے نامہ میں لفظ شیعہ اور مومن نہیں لکھا۔ صاحب ناسخ التواریخ نے تو علی نقی کو چاروں شانوں کے سامنے چت کر دیا۔ "اب میں نہ مانوں" کا علاج کون کرے؟ کیونکہ اس میں صاف لفظ شیعہ آگیا ہے اور بقول علی نقی یہی لوگ قاتلانِ حسین ہیں۔ تو خوب واضح ہو گیا کہ قاتلان حسین شیعہ ہی تھے۔

جواب دوم

میدان کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل تمام شیعہ تھے

جیسا کہ ہم گذشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ میدان کربلا میں امام عالی مقام کے مقابلہ میں وہی لوگ تھے جنہوں نے بارہ یا اٹھارہ ہزار کی تعداد میں خطوط لکھے جنہوں نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جنہوں نے اپنی جان نثاری کی قسمیں اٹھائیں ابن زیاد کی زیادتیوں اور خوف کے مارے یہی "محبان حسین" بعد میں "قاتلانِ حسین" بنے۔ اگرچہ یہ لوگ دلی طور پر اس مقابلہ کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن ڈنڈا پیر سب کام کروا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے جب کسی کو کسی جتھہ کا سردار و سالار بنا کر امام کے ساتھ لڑائی کے لیے بھیجا جاتا۔ تو مارے شرم کے بیچارے کی گردن نہ اٹھتی تھی۔

سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر وفات امیر معاویہ کے بعد ہونے والی شیعوں کی میٹنگ سے لے کر بازار کوفہ میں قافلہ اہل بیت کے گرد اہل کوفہ کے ماتم تک سارے واقعات آپ نے بڑی تفصیل سے ملاحظہ فرما لیے اور یہ تمام واقعات ہم نے شیعہ کتب کے معتبر حوالہ جات سے پیش کیے ہیں ان تمام واقعات کا اعادہ تو اس وقت مناسب نہیں تاہم ان کا خلاصہ ہم اختصار کے ساتھ پیش کیے دیتے ہیں تاکہ مذکورہ تاریخی گواہیاں آپ کے ذہن میں دوبارہ تازہ ہو جائیں اور شیعہ مجتہد علی نقی نقوی کے دوسرے دھوکہ کی قلعی بھی کھل جائے۔

پہلے مرحلے پر سلیمان بن صرد نے اپنے گھر میں ہونے والے اجتماع سے کہا معاویہ جہنم واصل ہو گیا ہے (معاذ اللہ) وشما شیعان او و پدر بزرگوار او ید۔ یعنی تم

حسین اور اس کے والد علی کے شیعہ ہو. اگر مدد کر سکتے ہو تو امام حسین کو دعوت دو سب نے کہا ہم ان کی بھرپور مدد کریں گے۔ جلاء العیون جلد دوم ص۵۱۸ طبع جدید ارشاد شیخ مفید میں یہ الفاظ ہیں کہ سلیمان نے کہا انتم شیعتہ و شیعۃ ابیہ تم اس کے اور اس کے باپ کے شیعہ ہو۔ ارشاد شیخ مفید ص۲۰۲ مطبوعہ قم. مقتل ابی مخنف ص۱۷ طبع نجف میں ہے ونحن شیعتہ۔ ہم حسین کے شیعہ ہیں۔

دوسرے مرحلے جب کوفیوں نے امام حسین کو دعوت دی اور خطوط لکھے تو ان کے بعض چیدہ چیدہ الفاظ یہ تھے از جانب سائر شیعان و مؤمنان و مسلمان اہل کوفہ جلاء العیون جلد دوم ص۵۱۹ طبع تہران جدید یعنی یہ خط کوفہ کے تمام شیعوں کی طرف سے ہے۔ لَيْسَ لَنَا إِمَامٌ غَيْرُكَ مقتل ابی مخنف ص۱۸ یعنی اے امام حسین ہم آپ کے سوا کسی کو امام نہیں مانتے۔ وَإِنْ لَمْ تَقْبَلْ إِلَيْنَا فَأَنْتَ آثِمٌ ذبح عظیم ص۱۲۶ اگر آپ کوفہ نہ آئے تو آپ (روز قیامت) اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

تیسرے مرحلے پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب بقول شیعہ کتب ان الفاظ میں لکھا. بسوئے گروہ مومناں و مسلماناں و شیعاں جلاء العیون جلد دوم ص۵۲۰ یعنی یہ خط حسین بن علی کا شیعوں مومنوں مسلمانوں کی طرف ہے۔

جلاء العیون اردو جلد دوم ص۱۹۰

چوتھے مرحلہ پر جب امام مسلم کوفہ میں آ گئے تو شیعہ کتب کے مطابق آپ کی بیعت کرنے والے شیعہ ہی تھے. دیکھیے، چوں تردد شیعاں بخدمت مسلم بسیار شد جلاء العیون ص۱۹۳. تو ایسے میں ایک یزیدی انسان نے امام مسلم کی کوفہ میں سرگرمیوں کی مخبری یزید کو ان الفاظ میں کی. شیعان برائے حسین بن علی بیعت مے نمایند۔ جلاء العیون جلد دوم ص۵۲۱ یعنی شیعان کوفہ امام مسلم بن عقیل سے امام حسین کی بیعت

کرتے ہیں۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم ص۱۹۳)

وَقَدْ بَایَعَہٗ شِیْعَۃُ الْحُسَیْنِ مقتل ابی مخنف ص۲۰ طبع قدیم
یعنی حسین کے شیعوں نے مسلم کی بیعت کر لی ہے۔

پانچویں مرحلہ پر امام مسلم کا خط پا کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کی تیاری کر لی صحابہ کرام نے آ کر کوفہ جانے سے منع کیا تو امام حسین رض نے یہ جواب دیا۔ قَدْ کَتَبَ اِلَیَّ شِیْعَتِیْ مقتل ابی مخنف ص۳۰ یعنی مجھے میرے شیعوں نے خطوط لکھ دیے ہیں (اس لیے میں ضرور جاؤں گا) اس کا جواب امام حسین کے سگے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپ کو یہ دیا کہ ان (شیعوں) کے دھوکہ میں نہ آئیں قَوْمٌ قَتَلُوْا اَبَاکَ وَغَدَرُوْا بِاَخِیْکَ۔ اس قوم نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی (امام حسن رض) سے دھوکہ کیا۔

چھٹے مرحلہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کو چل پڑے راستہ میں امام مسلم کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا قَدْ خَذَلَتْنَا شِیْعَتُنَا۔ مقتل ابی مخنف ص۴۲ اور ارشاد شیخ مفید ص۲۲۳ یعنی ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا (کہ دھوکہ سے بلایا بے وطن کیا سفر میں لٹوا ڈالا اور میرے پہنچنے سے پہلے میرے بھائی کو مار ڈالا۔

ساتویں مرحلہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں کوفی فوج کے سامنے وہ خطوط انڈیل دیے جو انہوں نے آپ کو لکھے تھے۔ مگر کوفی صاف منکر ہو گئے کہ ہمیں ان خطوط کا کوئی علم نہیں دیکھیے مقتل ابی مخنف ص۴۲ اور جلاء العیون ص۵ بعد ازاں گورنر کوفہ عمر بن سعد جس یعنی کوفی سردار کو امام حسین کے پاس گفتگو کرنے کے لیے بھیجا جاتا وہی مارے شرم کے جانے سے انکار کر دیتا ہے کیونکہ تمام نے خطوط لکھے ہوئے تھے۔ دیکھیے وہر یک از رؤسائے لشکر کہ میگفت باین علت ابا میکردند

زیرانکہ اکثر از آنہا بود ند کہ نامہ بحضرت نوشتہ بودند جلاء العیون جلد دوم ص ۴۴۹۔

آٹھویں مرحلہ پر میدان کربلا کا خونی طوفان گذر جانے کے بعد اسیران اہل بیت پابجولاں زن و مرد اونٹوں کی ننگی پشتوں پر باندھ کر بازار کوفہ سے گذارے گئے تو اہل کوفہ یہ دیکھ کر نوحہ کرنے لگے۔ اور نوحہ ماتم کی ایک نوع ہے اسی لیے شیعہ علماء کتب اہل سنت سے ماتم ثابت کرنے کے لیے نوحہ کا لفظ پیش کرتے ہیں دیکھیے مولوی اسماعیل گوجروی شیعہ کی کتاب براہین ماتم وغیرہ۔ چنانچہ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۳ پر ہے چوں داخل کوفہ حضرت زین العابدین علیہ السلام دیدند ... صدائے بنوحہ و شیون و گریہ بلند کردند حضرت با واز ضعیف گفت کہ شمار برما نوحہ وگریہ مے کنید پس کہ مارا کشتہ است۔ یعنی جب کوفیوں نے امام زین العابدین کو بازار میں دیکھا تو نوحہ اور آہ و بکا کی آوازیں بلند کرنا شروع کر دیں۔ امام نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ تم ہم پر نوحہ (ماتم) کرتے ہو تبلاؤ ہمیں تمہارے سوا کس نے مارا ہے۔ سیدہ زینب رض نے فرمایا تو مارا کشتہ اید وبر ما میگرید بلی واللہ باید کہ بسیار میگرید یعنی تو دتم نے ہمیں قتل کیا اور تو د ہی نوحہ کر رہے ہو اسی طرح ہمیشہ نوحہ ہی کرتے رہو گے جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۳ احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۹ اور مناقب ابن شہر آشوب ص ۱۱۵ جلد چہارم۔

ان تمام مراحل اجمالی تذکرہ سے درج ذیل امور ثابت ہوتے۔

- امام حسین رضی اللہ عنہ کو شیعوں نے بلایا خطوط لکھے اور ان میں اپنا تعارف شیعہ کے لفظ سے کرایا۔

(۲) امام حسین رضی اللہ عنہ نے بلانے والوں کو جوابی خط لکھتے ہوئے انہیں شیعہ کہہ کر پکارا۔ اور فرمایا کہ مجھے شیعوں نے خط لکھے ہیں۔

(۳) امام مسلم کے کوفہ وارد ہونے پر شیعوں نے آپ کی بیعت کی کیونکہ یہ

شہر ہی شیعوں کا تھا۔

(۴) حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہادتِ مسلم کی خبر پہنچی تو آپ نے اس بشارت کا ذمہ دار شیعوں کو قرار دیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں شیعوں نے رسوا کیا ہے۔

(۵) امام حسین کا کوفی فوج کے سامنے خطوط انڈیلنا اور عمر بن سعد کے کہنے کے باوجود کوفی سرداروں کا مارے شرم کے امام حسین کے سامنے نہ ہونا یہ کھلی شہادتیں ہیں۔ اس بات کی کہ جنہوں نے آپ کو دعوت دی انہوں نے آپ کو شہید کیا اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ بلانے والے پکے شیعہ تھے۔ اب نتیجہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔

(۶) کوفی شیعوں نے قتلِ حسین جیسا جرم چھپانے کے لیے بازار کوفہ میں قافلۂ اہل بیت کے گرد ماتم شروع کر دیا جو اہل بیتِ رسول کو سخت ناگوار گزرا۔ اور انہوں نے شیعوں کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے فرمادیا کہ ماتم مت کرو تم ہی ہمارے قاتل ہو۔ اور ہماری بد دعا ہے کہ تا روز ابد یونہی ماتم کرتے رہو گے۔ خدا تمہارے چہرے سیاہ کرے۔ اللہ نے مظلوموں کی آہ سن لی اور آج تک قاتلانِ حسین اپنے جرم کی دنیوی سزا حاصل کرتے ہوئے ماتم کر کر کے اپنا حال تباہ کر رہے ہیں۔

قتلِ حسین جیسے جرم کی سزا تو ہے
تا حشر قاتلوں میں یہ ماتم بپا تو ہے

◎

فصل نہم

شیعوں کی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں

گستاخی ۱:

بقول شیعہ امام زین العابدین نے اپنے آپ کو یزید کا غلام ہونا مان لیا تھا

روضہ کافی:۔

ابْنُ مَحْبُوْبٍ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبٍ عَنْ بُرَیْدِ بْنِ مُعَاوِیَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِنَّ یَزِیْدَ بْنَ مُعَاوِیَةَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ وَهُوَ یُرِیْدُ الْحَجَّ فَبَعَثَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَاَتَاهُ

فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ اَتُقِرُّ لِي اَنَّكَ عَبْدٌ لِي اِنْ شِئْتُ بِعْتُكَ وَ اِنْ شِئْتُ اسْتَرَقَيْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَاللهِ يَا يَزِيدُ مَا اَنْتَ بِاَكْرَمَ مِنِّيْ فِيْ قُرَيْشٍ حَسَبًا وَلَا كَانَ اَبُوْكَ اَفْضَلَ مِنْ اَبِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْاِسْلَامِ وَمَا اَنْتَ بِاَفْضَلَ مِنِّيْ فِي الدِّيْنِ وَلَا بِخَيْرٍ مِنِّيْ فَكَيْفَ اُقِرُّ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ؟ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ اِنْ لَمْ تُقِرَّ لِيْ وَاللهِ قَتَلْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ لَيْسَ قَتْلُكَ اِيَّايَ بِاَعْظَمَ مِنْ قَتْلِكَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ۔

(حَدِيْثُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَعَ يَزِيْدَ لَعَنَهُ اللهُ)

ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَى ابْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ لِلْقُرَشِيِّ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَرَاَيْتَ اِنْ لَمْ اُقِرَّ لَكَ اَلَيْسَ تَقْتُلُنِيْ كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيْدُ لَعَنَهُ اللهُ بَلٰى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَدْ اَقْرَرْتُ لَكَ بِمَا سَاَلْتَ اَنَا عَبْدٌ مُكْرَهٌ فَاِنْ شِئْتَ فَاَمْسِكْ وَاِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَهُ يَزِيْدُ لَعَنَهُ اللهُ اَوْلٰى لَكَ حَقَنْتَ دَمَكَ وَلَمْ يَنْقُصْكَ

ذٰلِكَ مِنْ شَرَفِكَ ۔

(فروع کافی کتاب الروضہ جلد ہشتم ص۲۳۴-۲۳۵
مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۸۹ھ تذکرہ یزید مع
علی بن حسین)

ترجمہ:-
(بحذف اسناد) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جب یزید بن معاویہ حج کے ارادے سے جاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا۔ تو ایک قریشی آدمی کو بلوایا۔ اس کے آنے پر کہا۔ کیا تو میرا غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اگر میں چاہوں تجھے بیچوں اگر چاہوں غلام ہی رکھ لوں؟ اس قریشی نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! قریش میں باعتبار حسب کے تو مجھ سے زیادہ باعزت نہیں۔ اور نہ ہی تیرا باپ میرے باپ سے جاہلیت اور اسلام میں بہتر ہے۔ اور نہ تو ہی دین میں مجھ سے افضل ہے۔ اور نہ تو مجھ سے بہتر ہے تو میں کیونکر تیرا سوال قبول کروں؟ یزید نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر نہ مانا تو قتل کر دوں گا۔ تو قریشی نے کہا۔ میرا قتل حسین بن علی کے قتل سے زیادہ بڑا نہیں۔ تو نے اسے قتل کیا جو رسول اللہ کا نواسہ تھا۔ اتنا کہنے پر اس قریشی کو یزید نے قتل کروا دیا۔

(امام زین العابدین کا یزید ملعون کی بیعت کو تسلیم کر لینا)
پھر یزید نے امام زین العابدین کو بلایا۔ اور انہیں بھی وہی کچھ کہا جو اس قریشی کو کہا تھا۔ یزید سے امام زین العابدین نے کہا۔ اگر میں مطلوبہ اقرار نہ کروں۔ تو کیا مجھے بھی اسی شخص کی طرح قتل کر دے گا۔ جس طرح اس کو قتل کیا؟ یزید نے کہا ہاں امام زین العابدین نے کہا۔ تیرا مطالبہ میں نے مان لیا۔ میں عبد معذور ہوں۔ تیری مرضی اگر چاہے مجھے بیچ دے۔ چاہے رکھ لے یزید لعنۃ اللہ علیہ نے

کہا بہت اچھا کیا تم نے اپنا خون محفوظ کر لیا۔ اور اس سے تیری عزت میں کوئی فرق نہ آیا۔

جلاء العیون:-

کلینی بسند حسن از امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ یزید بہانہ حج بمدینہ آمد کہ از اہل مدینہ بیعت بگیرد پس فرستاد مردے از قریش را طلبید وگفت اقرار کن بہ بندگی من اگر خواہم ترا بکشم واگر خواہم بہ بندگی بگیرم آں مرد گفت بخدا سوگند کہ تو ازمن بہتر نیستی در حسب ونسب وپدر من بہتر بود در جاہلیت ودر اسلام وتو در دین از من بہتر نیستی چرا برائے تو ایں اقرار بکنم یزید گفت اگر اقرار نہ کنی بخدا سوگند کہ ترا میکشم آں مرد گفت کشتن تو مرا بدتر نخواہد بود از کشتن حسین بن علی فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس امر کرد کہ او را بقتل رسانیدند۔ فرستاد وحضرت علی بن الحسین علیہما السلام را طلبید وہماں سخن کہ آں مرد را گفت بحضرت گفت، حضرت فرمود کہ اگر برائے تو اقرار نکنم مرا خواہی کشت چنانچہ آں مرد را کشتی پس گفت بلی حضرت فرمود اقرار کردم بآنچہ سوال کردی یزید گفت خون خود را حفظ کردی واز شرف وبزرگواری تو چیزی کم نشود۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۶۷۷-۶۷۸
مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۹۸ھ مصائب و
احزانی کہ بہ آنحضرت وارد شد)

ترجمہ:-

کلینی نے بسند حسن حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ کہ یزید حج کے بہانے مدینہ آیا۔ کہ اہل مدینہ سے بیعت لے۔ پھر ایک قریشی کو طلب کر کے کہا۔ میری غلامی کا اقرار کر۔ اگر میں چاہوں تجھے قتل کر دوں۔ اور اگر چاہوں تجھے اپنی غلامی میں رکھ لوں۔ اس مرد دیندار نے کہا۔ قسم بخدا!

تو حسب و نسب میں مجھ سے بہتر نہیں ہے۔ اور تیرا باپ میرے باپ سے بہتر نہ تھا۔ نہ جاہلیت کے وقت نہ اسلام میں۔ اور تو دین میں مجھ سے بہتر نہیں ہے، پھر کس واسطے میں یہ اقرار کروں سو یزید نے کہا۔ قسم بخدا اگر تو اقرار نہ کرے گا۔ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اس مرد نے کہا۔ تیرا قتل کرنا میرے واسطے زیادہ نہ ہو گا۔ قتل حسین بن علی فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ سن کر یزید ملعون نے اس کو قتل کر دیا۔

اور کچھ لوگوں کو بھیج کر حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) کو طلب کیا۔ اور وہی کہا جو اس مرد سے کہا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ اگر میں اقرار نہ کروں۔ اس وقت تم مجھے قتل کر دے گا۔ جس طرح اس مرد کو قتل کیا۔ یزید نے کہا۔ ہاں۔ حضرت نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا۔ اس کا میں نے اقرار کیا۔ یزید نے کہا تم نے اپنی جان کی حفاظت کی۔ اور تمہارے شرف و بزرگی میں کچھ کم نہ ہوا۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۲۶۷
مطبوعہ لاہور)

لمحہ فکریہ :-

شیعہ حضرات کے نزدیک اگر فریقین کے نزدیک لڑائی کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ تو وہاں لڑائی کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابو بکر صدیق کے درمیان لڑائی کا حکم نہیں تھا۔ اور جہاد کی اجازت نہ تھی۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے مابین جہاد کا حکم تھا۔ اس جہاد میں حضرت امام حسین نے جام شہادت نوش فرمایا۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ جب یزید کے دامن پر کسی اہل بیت کے خون کے دھبے نہ تھے۔ تب امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب نے میدان کربلا میں جانیں قربان کیں۔ اور جب اس کا دامن

آلودہ ہو گیا۔ اور دنیا نے اسے قاتلِ اہل بیت کہا۔ تو ایسے وقت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت کر لی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ تو سب کچھ قربان کر دیں۔ اور یزید کے حق میں بیعت نہ کریں۔ اور ان کے فرزند ارجمند سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ صرف اپنی جان کے تحفظ کی خاطر اس کی بیعت کر کے اپنے آباؤ اجداد کے مشن کو بدنام کریں۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ لہٰذا معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام زین العابدین کے بارے میں بیعت کا یہ قصہ بھی انہی واقعات کی ایک کڑی ہے۔ جن کو بڑی چابک دستی سے ان شیعہ لوگوں نے گھڑا۔ اس طرح ''شیعان علی'' امام زین العابدین کے ساتھ وہی سلوک روا رکھے ہوئے ہیں۔ جو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلا کر پھر میدان کربلا میں کیا۔

اس واقعہ موضوعہ کا ایک حیران کن پہلو یہ بھی ہے۔ کہ ایک عام قریشی شخص تو جان دے دیتا ہے۔ لیکن یزید کے سامنے حق گوئی اور بے باکی کا عظیم مظاہرہ کرتا ہے۔ اور اس کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن اہل بیت کے سرتاج سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے پدر بزرگوار بھائیوں اور چچاؤں کے قاتل کی بیعت کر لیتے ہیں۔ اور حق کو چھپا کر باطل کی ہاں میں ہاں ملا لیتے ہیں۔ کیا امام زین العابدین میں ایک عام آدمی جتنی بھی غیرت ایمانی نہ تھی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ سب باتیں اہل بیت کی تذلیل اور کردار کشی کے لیے گھڑی گئی ہیں۔

(ان ھذا الا بھتان عظیم علی الامام العظیم)

گستاخی ۲:-

بفرمان زین العابدین رضی اللہ عنہ ہر منکر خلافتِ علی کے عضو تناسل اور دبر سے آواز آئی پہلے خلافت علی کا اقرار کرو ورنہ ہم بول و براز ہرگز نہیں کریں گے۔

(معاذ اللہ)

آئینہ حیدری :-

امام زین العابدین نے فرمایا کیا تم کو غدیر خم کا واقعہ کافی نہیں ہے۔ جبکہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین کہا۔ تم نے دیکھا۔ کہ آسمان کے دروازے کھل گئے تھے۔ اور فرشتے ان میں سے سر نکالے جھانک رہے تھے۔ اور تم کو پکار رہے تھے۔ یہ ولیٔ خدا ہے۔ اس کی متابعت کرو۔ ورنہ تم پر عذابِ خدا نازل ہوگا۔ اس سے ڈرو۔ کیا تم کو یہ بات کافی نہیں ہے۔ کہ تم نے دیکھا۔ کہ علی چلتا تھا۔ اور پہاڑ سامنے سے ہٹتے جاتے تھے۔ تاکہ موڑ کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جب وہ گزر گیا۔ تو پہاڑ پھر اپنی جگہ آ گئے۔ بعد ازاں علی نے دعا کی۔ اے خدا۔ ان لوگوں کو پھر نشانیاں دکھا۔ کہ یہ امر تیرے نزدیک سہل ہے۔ تاکہ تیری حجت ان پر اور زیادہ تاکید کرے۔ الغرض جب وہ لوگ اپنے گھروں کی طرف واپس گئے۔ تو اندر داخل ہونا چاہا۔ زمین نے ان کے پاؤں پکڑ لیے۔ اور ان کو اندر جانے سے روک دیا۔ اور آواز دی۔ کہ ہمارے اندر تم کو قدم رکھنا حرام ہے جب تک کہ ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کرو۔ تب انہوں نے اس کی ولایت کا اقرار کیا اور یہ کہہ کر گھروں میں داخل ہوئے۔ پھر اندر جا کر دوسرے کپڑے بدلنے کے لیے اپنا لباس اتارنے کا ارادہ کیا۔ تب وہ لباس ان پر بھاری ہو گئے۔ اور وہ ان کو نہ اتار سکے۔ اور کپڑوں نے ان کو آواز

دی۔ کہ تم پر ہمارا اتارنا آسان نہ ہوگا۔ جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ تب انہوں نے اس کی ولایت کا اقرار کیا۔ اور کپڑوں کو اتار دیا۔ پھر رات کا لباس پہننے کا ارادہ کیا۔ تب وہ بھاری ہو گیا۔ اور ان کو آواز دی۔ کہ تم پر ہمارا پہننا حرام ہے۔ جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ اس وقت انہوں نے اقرار کیا۔ پھر کھانا کھانے لگے۔ اس وقت لقمہ ان کے لیے بھاری ہو گیا۔ اور جو لقمے بھاری نہ ہوئے تھے۔ وہ ان کے منہ میں جا کر پتھر بن گئے۔ اور ان کو آواز دی۔ کہ تم پر ہمارا کھانا حرام ہے۔ جب تک ولایت علی ابن طالب کا اقرار نہ کر لو۔ تب انہوں نے ولایت علی کا اقرار کیا۔ بعد ازاں وہ پیشاب و پاخانہ کی ضروریات کو رفع کرنے گئے۔ تب وہ عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اور ان کا دفعیہ ان کے لیے متعذر رہا۔ اور ان کی پیٹوں اور آلائے تناسل نے آواز دی کہ ہمارے ہاتھ سے خلاصی پانا تم کو حرام ہے۔ جب تک ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ اس وقت انہوں نے اس ولی خدا کی ولایت کا اقرار کیا۔

(آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری
ص ۵۵۶-۵۵۷ مطبوعہ لاہور)

لمحۂ فکریہ:-

اس واقعہ میں جو کچھ کہا گیا۔ وہ اپنے مقام پر۔ لیکن اس کا راوی امام زین العابدین کو بنانا کس قدر گھٹیا حربہ ہے۔ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ کہاں امام پاک اور کہاں اس قسم کی لچر اور بے ہودہ واہیات و خرافات۔ گویا سیدھے طور پر تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ذات پر حملہ نہ کر سکے۔ ایسی بے ہودہ روایات کی نسبت کر کے انہیں بدنام کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی۔

جہاں تک اس واقعہ کے مندرجات کا معاملہ ہے۔ تو کوئی بھی باضمیر اور باحیا شخص انہیں

پڑھ کر مارے شرم کے اپنی گردن اوپر نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت منوانے کے لیے جو ایک بے بنیاد اور بکواسات کا پلندہ گھڑا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ حیدر کرار کی توہین سے لبریز ہے۔ پھر اعلٰے درجہ کی بے شرمی یہ کہ آلۂ تناسل اور دبر تک نے جب تک ولایت علی کا اقرار نہ کر لیا اس وقت تک یہ مشکلات میں گھرے رہے۔ حضرت علی کی ولایت تھی۔ یا اندرونی شدید بیماری جس نے پیشاب و پاخانہ بند کر دیا۔ کس قدر گھناؤنا مذاق اقرار پایا۔

(استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔)

گستاخی نمبر ۳:۔

انکار حیدری :۔

و بشر الذین اٰمنوا۔ اور بشارت دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے تیری نبوت کی تصدیق کی ہے۔ اور تجھ کو پیغمبر جانتے ہیں۔ اور تیری تمام باتوں کو سچ جانتے ہیں۔ اور تیرے تمام افعال کو درست سمجھتے ہیں۔ اور تیرے بھائی علی کو تیرے بعد اپنا امام اور تیرا پسندیدہ وصی جانتے ہیں۔ اور سب احکام میں اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ ان کو حکم دیتا ہے ویسا ہی عمل میں لاتے ہیں۔ اور نبوت کے سوا جو صرف تجھ ہی سے مخصوص ہے۔ اور سب فضائل و خصائل میں اس کو تیرا ہمسر اور ہم رتبہ جانتے ہیں۔ اور جنت ان کو بھی ملے گی جبکہ وہ اس کو اور اس شخص کو جس کے لیے وہ اپنی اولاد میں سے نص کرے اور اس کے تمام دوستوں کو دوست رکھیں گے۔ اور اس کے مخالفوں سے دشمنی رکھیں گے۔ اور دوزخ کی آگ ان پر جبھی سرد ہوگی اور وہ اس کے عذاب سے جبھی محفوظ رہیں گے۔

جب کہ وہ اس کے مخالفوں کی دوستی اور ان کے دشمنوں کی مدد کرنے سے کنارہ کشی

اختیار کریں گے۔

(آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۷۵
مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

خلاصہ کلام:۔

یہ ہے کہ جنت میں جانا اور دوزخ سے رہائی پانا صرف اسی پر موقوف نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے ارشادات پر عمل کیا جائے۔ بلکہ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے علاوہ باقی تمام اوصاف و کمالات میں حضرت علی کو آپ کے ہمسر اور ہم رتبہ سمجھا جائے۔ جس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے۔ کہ جو شخص حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر اور مرتبہ نہ جانے۔ وہ جنتی نہیں۔ بلکہ دوزخی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگ اگرچہ دبے لفظوں میں یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم حضرت علی کو نبی نہیں مانتے۔ لیکن جب ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔ "انوار نعمانیہ ص۶" پر مذکور ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تین چیزوں میں حضرت علی میرے ساتھ شریک ہیں۔ اور تین میں وہ اپنا کوئی ہمسر اور شریک نہیں رکھتے۔ یعنی ان جیسی مجھ میں شجاعت نہیں۔ ان جیسی میری بیوی نہیں۔ اور ان جیسی میری اولاد نہیں۔ اور پھر تماشا یہ ہے۔ کہ ان "تمام تہاد محبان اہل بیت" نے یہ روایت امام زین العابدین کی طرف منسوب کی۔ ٹھیک ہے۔ پرانی دشمنی کا بدلہ اسی طرح لیا جاتا ہے۔

فصل دہم

حضرت امام باقرؓ و حضرت امام جعفر صادقؓ کے حق میں گستاخیاں

گستاخی نمبر ۱

امام باقر اعضاء مخصوصہ پر صرف چونا مل کر برہنہ لوگوں کے سامنے آ گئے (معاذ اللہ) اور یہی چیز ستر کے لیے کافی قرار دی

الفروع من الکافی:

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَحْمَدَ عَنْ عُمَرَ ابْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَمِّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ عَنْ بَعْضِ مَنْ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

کَانَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَدْخُلُ الْحَمَّامَ اِلَّا بِمِئْزَرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ یَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنَوَّرَ فَلَمَّا اَنْ اَطْبَقَتِ النُّوْرَۃُ عَلٰی بَدَنِہٖ اَلْقَی الْمِئْزَرَ فَقَالَ لَہٗ مَوْلًی لَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اِنَّکَ لَتُوْصِیْنَا بِالْمِئْزَرِ وَلُزُوْمِہٖ وَقَدْ اَلْقَیْتَہٗ عَنْ نَفْسِکَ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النُّوْرَۃَ قَدْ اَطْبَقَتِ الْعَوْرَۃَ۔

(فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۶ ص ۵۰۲-۵۰۳ طبع جدید۔ طبع قدیم جلد ثانی ص ۲۱۶)

ترجمہ:-

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ حمام میں لنگی باندھے بغیر داخل نہ ہو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ ایک دن امام موصوف حمام میں داخل ہوئے۔ اور اپنی شرمگاہ پر چونا لگایا جب چونا جسم پر چمک گیا۔ تو آپ نے لنگی اتار کر باہر پھینک دی۔ آپ کے آزاد کردہ ایک غلام نے عرض کی۔ میرے ماں باپ قربان آپ ہمیں وصیت کرتے رہتے ہیں۔ کہ حمام میں لنگی باندھ کر داخل ہوا کرو۔ لیکن آج آپ نے اپنی لنگی اتار کر باہر پھینک دی۔ تو فرمایا۔ تجھے معلوم نہیں۔ کہ چونا نے شرمگاہ کو چھپا لیا ہے۔

فقہ جعفریہ کی امتیازی شان:-

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ لوگوں کے ہاں صرف شرمگاہ کو ڈھانپ لینا ہی پردہ کے لیے کافی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اتنی سی جگہ کا ستر کرنے کے لیے کپڑے کا ہونا بھی ضروری

نہیں۔ بلکہ چونا (مٹی وغیرہ) بھی ستر کا کام دے سکتا ہے۔ اسی لیے امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے لنگی اتار کر باہر پھینک دی تھی۔ حالانکہ اعضاء مخصوصہ پر چونا مل دینے سے ان کی شکل وصورت چھپ نہیں جاتی اسی طرح نظر آتی رہتی ہے۔ آپ غور فرمائیں۔ کہاں امام باقر جیسی عزت وعظمت کی پیکر شخصیت، شرم وحیاء کی مجسم تصویر اور کہاں شیعوں کا ان کی طرف اس روایت کا نسبت کرنا۔ اس طرح امام باقر کی ان لوگوں نے انتہا درجہ گستاخی کی ہے۔

اگر شیعہ حضرات اس چیز کو امام باقر کی توہین نہیں سمجھتے تو انہیں چاہیے کہ وہ تمام کپڑے اتار کر اعضاء مخصوصہ پر صرف چونا مل کر بازاروں میں نکلا کریں اور مسجدوں میں آیا کریں۔ تاکہ سنت باقر وجعفر کو ادا کر کے یہ بات ثابت کر دیں کہ فقہ جعفریہ کی یہی امتیازی شان ہے۔

گستاخی نمبر ۲:۔

امام جعفر آلہ تناسل پر پٹی لپیٹ کر حمام میں برہنہ آجاتے تھے پھر یوں ہی دیگر اعضاء پر ایک شخص سے طلاء لگوایا کرتے تھے (معاذ اللہ)

من لا یحضرہ الفقیہ:۔

وَكَانَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُطْلِي فِي الْحَمَّامِ فَإِذَا بَلَغَ مَوْضِعَ الْعَوْرَةِ قَالَ لِلَّذِي يُطْلِي تَنَحَّ ثُمَّ يَطْلِي هُوَ ذٰلِكَ الْمَوْضِعَ وَمَنْ اَطْلٰى فَلَا بَأْسَ اَنْ يُلْقِيَ السِّتْرَ عَنْهُ لِاَنَّ النُّوْرَةَ سِتْرٌ

وَ دَخَلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمَّامَ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُ الْحَمَّامِ نُخْلِيهِ لَكَ فَقَالَ لَا إِنَّ الْمُؤْمِنَ خَفِيفُ الْمَؤُونَةِ وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ الْمُرَافِقِيِّ فَقَالَ دَخَلْتُ حَمَّامًا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهُوَ قَيِّمُ الْحَمَّامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ لِمَنْ هٰذَا الْحَمَّامُ فَقَالَ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ فَقُلْتُ أَكَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيَطْلِي عَانَتَهُ وَمَا يَلِيهَا ثُمَّ يَلُفُّ إِزَارَهُ عَلَى أَطْرَافِ إِحْلِيلِهِ وَيَدْعُونِي فَأَطْلِي سَائِرَ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَوْمًا مِنَ الْأَيَّامِ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ قَدْ رَأَيْتُهُ قَالَ كَلَّا إِنَّ النُّورَةَ سُتْرَةٌ۔

(من لایحضرہ الفقیہ۔ فی آداب الحمام جلد اول
ص ۲۴ طبع قدیم لکھنو۔ طبع جدید جلد اول
ص ۶۵)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں "طلی" لگایا کرتے تھے۔ (طلاء سے مراد یہاں چونا کو پانی میں بھگو کر جسم پر لگانا ہے) جب عضو تناسل پر پہنچتے۔ تو طلاء لگانے والے کو کہتے تم چلے جاؤ۔ اور خود اس مخصوص جگہ پر طلاء لگاتے۔ اور کہا کرتے جو طلاء لگائے اگر وہ ستر کا کپڑا اتار دے۔ تو کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ لگا ہوا چونا ستر کا کام دے دیتا ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے۔ حمام کے مالک نے انہیں کہا۔ کیا حمام آپ کے لیے خالی کر دیں؟ فرمایا۔ مومن کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔

(لہذا خالی کرانے کی کوئی ضرورت نہیں) عبید اللہ المرافقی سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں مدینہ کے ایک حمام میں گیا۔ تو ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھا۔ وہ حمام کا منتظم تھا۔ میں نے اس بوڑھے سے پوچھا۔ یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ یہ حمام امام باقر کا ہے۔ میں نے پوچھا۔ وہ خود بھی یہاں آتے ہیں۔ کہا۔ ہاں۔ پوچھا۔ پھر وہ یہاں آ کر کیا کچھ کرتے ہیں؟ اس نے کہا۔ حمام میں داخل ہوتے ہی اپنی شرمگاہ پر "طلاء" لگاتے ہیں۔ پھر عضو تناسل پر ایک پٹی باندھ کر مجھے بلاتے ہیں۔ تو میں ان کے باقی جسم پر "طلاء" لگاتا ہوں۔ میں نے انہیں ایک دن کہا۔ کہ جس چیز کو آپ دکھانا پسند نہیں کرتے۔ میں اسے دیکھ لیتا ہوں۔ فرمایا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ چونا لگا ہو تو پردہ ہو جاتا ہے۔ (لہذا تو چونا تو دیکھ سکتا ہے۔ عضو مخصوص اسی طرح ستر میں ہوتا ہے۔)

تبصرہ:۔

پچھلی روایت کی طرح اس روایت میں بھی امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما کی طرف بے حیائی اور بے شرمی کی نسبت کی گئی ہے (معاذ اللہ) اپنی شرمگاہ پر پٹی لگانے کے بعد کھلے جسم کسی دوسرے شخص کو بقیہ قابل ستر جگہ پر چونا لگانے کو کہا ایک عام آدمی اس کی اجازت نہیں دے سکتا ہے۔ کہاں ائمہ اہل بیت کہ ان کی طرف اتنی گھٹیا حرکت منسوب کی گئی۔ اس لیے یہ بھی شیعہ لوگوں کی من گھڑت روایت ہے۔ اور سوائے ائمہ اہل بیت سے گستاخی ہے۔

گستاخی ۲:۔

فروع کافی:۔

عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ حُرَيْزٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ اِنْ سَالَ مِنْ ذَكَرِكَ شَيْءٌ مِنْ مَذْيٍ اَوْ وَدْيٍ وَ اَنْتَ فِي الصَّلٰوةِ فَلَا تُفْسِدْهُ وَلَا تَقْطَعِ الصَّلٰوةَ وَلَا تَنْقُضِ الْوُضُوْءَ وَاِنْ بَلَغَ عَقِبَيْكَ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ النُّخَامَةِ

(فروع کافی باب المذی والودی جلد سوم ص ۳۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر نمازی کی حالت نماز میں ودی یا مذی آلۂ تناسل سے نکل آئے۔ اور ٹخنوں تک پہنچ جائے۔ تو نہ اس کو دھونے کی ضرورت ہے۔ نہ نماز ٹوٹتی ہے۔ اور نہ وضوء میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے کیونکہ یہ ناک سے نکلے ہوئے پانی کی طرح ہے۔

تبصرہ:۔

شرمگاہ سے نکلا ہوا گندا پانی، ناک اور منہ سے نکلے ہوئے پانی کی طرح ہے۔ یہ مرتبہ اس گندے پانی کو مذہب شیعہ نے عطا کیا۔ اور یہ اسی مذہب کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ بات امام جعفر کی طرف شیعوں نے منسوب کی ہے

گستاخی ۴:-

بفرمان امام جعفر بوقت ضرورت تھوک کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:-

سَأَلَ حَنَّانُ بْنُ سَدِيْدٍ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اِنِّيْ رُبَمَا بُلْتُ فَلَا اَقْدِرُ عَلَى الْمَآءِ وَيَشْتَدُّ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ اِذَا بُلْتَ وَتَمَسَّحْتَ فَامْسَحْ ذَكَرَكَ بِرِيْقِكَ فَاِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا فَقُلْ هٰذَا مِنْ ذٰلِكَ -

(من لا یحضرہ الفقیہ ص ۲۱، جلد اول مطبوعہ لکھنؤ۔ فیما ینقض الوضوء وینجس الثوب الخ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۴۱ فیما ینجس الثوب طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

حنان بن سدید نے امام جعفر صادق سے عرض کی۔ میں بعض دفعہ پیشاب کرتا ہوں پھر مجھے پانی نہیں ملتا۔ مجھے اس وقت سخت پریشانی ہوتی ہے (تو اس وقت مجھے کیا

کرنا چاہیئے) امام نے فرمایا جب تو پول کرے۔ تو اپنے ذکر پر تھوک لگا لیا کر۔ اور کوئی چیز خارج بھی ہو۔ تو تو اس کو تھوک ہی سمجھا کر۔

تبصرہ:۔

عضو تناسل کا پانی نہ ملنے کی صورت میں تھوک سے استنجی کرنا نامعلوم شیعہ حضرات نے کس منفعت کے تحت یہ ترکیب نکالی ۔ اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں ۔ اور نسبت کی ہے امام جعفر کی طرف

گستاخی ۵:۔

دو آئمہ اہل بیت کا بیک وقت برہنہ ہو کر حمام میں جانا اس لیے جائز ہے کہ وہ معصوم ہیں (فرمان امام جعفر)

من لایحضرہ الفقیہ:۔

وَفِيْ هٰذَا الْخَبَرِ اِطْلَاقٌ لِلْاِمَامِ اَنْ يُّدْخِلَ وَلَدَهٗ مَعَهٗ الْحَمَّامَ دُوْنَ مَنْ لَيْسَ بِاِمَامٍ وَّ ذٰلِكَ اَنَّ الْاِمَامَ مَعْصُوْمٌ فِيْ صِغَرِهٖ وَكِبَرِهٖ لَا يَقَعُ مِنْهُ النَّظَرُ اِلٰى عَوْرَتِهٖ فِي الْحَمَّامِ وَلَا غَيْرِهٖ وَ قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْفَخِذُ لَيْسَ مِنَ الْعَوْرَةِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۶۶ فی غسل الجمعۃ
آداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید)
(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۳۵ طبع قدیم
مطبوعہ مطبع جعفریہ لکھنو) فی آداب الحمام
والنورہ)

ترجمہ:۔

مذکورہ حدیث میں امام کے لیے علی الاطلاق اجازت ہے۔ کہ حمام میں داخل ہوتے وقت اپنے بچے کو بھی ساتھ لے جائے۔ لیکن امام کے علاوہ دوسروں کو اجازت نہیں۔ کیونکہ امام بچپن جوانی اور بڑھاپے میں معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی نظر حمام یا غیر حمام میں اپنی شرمگاہ کی طرف نہیں جاتی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ "ران" کا پردہ نہیں ہے۔

تبصرہ:۔

بیک وقت دو اماموں کا ایک حمام میں ننگا ہو کر جانا اور پھر اسے ائمہ کی معصومیت کی دلیل بنانا، شیعہ فقہ کی امتیازی علامت ہے۔ بلکہ مذکورہ روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اہل بیت کے لیے اپنے گھروں میں بھی ایک دوسرے سے پردہ کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ برہنہ بدن ایک دوسرے کے ساتھ ایک مکان میں رہ سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ) کتنی بے حیائی ہے کہ ایسی بے شرمی ایک طبع زاد اصول کے تحت امام جعفر کی طرف منسوب کی گئی۔

٭

گستاخی ۶:-

بفرمان امام جعفر صادقؓ اپنی بیوی کو ننگا کر کے دیکھنا اور اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر کھیلنا نہایت لذیذ ہے

فروع کافی:-

عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ الَّذِیْ یَنْظُرُ اِلٰی امْرَاَتِہٖ وَ ھِیَ عُرْیَانَۃٌ قَالَ لَا بَاْسَ بِذٰلِکَ وَھَلِ اللَّذَّۃُ اِلَّا بِذٰلِکَ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۱۴ طبع قدیم لکھنؤ
باب النوادر۔ طبع جدید تہران جلد پنجم ص ۴۹۷
باب النوادر کتاب النکاح)

ترجمہ:-

اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا۔ کہ کیا کوئی مرد اپنی بیوی کو برہنہ حالت میں دیکھتا ہے۔ فرمایا اس میں کیا حرج ہے۔ بلکہ لذت تو اسی میں ہی ہے۔

تبصرہ:-

عورت کو برہنگی میں نظر بھر کر دیکھنا اس کی شرمگاہ کی زیارت کرنا اور پھر ایسے بے حیا افعال کی نسبت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا یہ آپ کی انتہادرجہ کی گستاخی ہے جو تبرے

ہی حصہ میں آئی ہے۔

حلیۃ المتقین :-

از حضرت صادق پرسیدند کہ اگر کسی زنِ خود را عریاں کند و باو نظر کند چوں است، فرمود کہ لذتی از ایں بہتر می باشد و پرسیدند کہ اگر بدست و انگشت با فرج زن و کنیز خود باز می کند چوں است فرمود باکی نیست اما بغیر اجزائے بدن خود دیگر در آنجا نکند۔

(حلیۃ المتقین ص ۱۴۱ طبع قدیم تہران۔ در آداب زفاف)

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو برہنہ کرے اور اس کو دیکھے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شاید ہی اس سے کوئی دوسری چیز زیادہ لذیز ہو۔ لوگوں نے پوچھا۔ اگر ہاتھ یا انگلی کے ساتھ کوئی شخص اپنی بیوی یا لونڈی کی شرمگاہ سے کھیلے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔؟ فرمایا کوئی خطرہ نہیں لیکن اپنے جسم کے بغیر کسی دوسری چیز سے یہ کھیل نہ کھیلے۔

تبصرہ :-

عورت کو برہنہ کر کے اس کی زیارت کرنا۔ اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر کھیلنا پھر ان واہیات افعال کی نسبت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا، کس قدر بے حیائی، اور بے شرمی ہے۔ اور اس کے ساتھ امام موصوف کی انتہائی گستاخی بھی ہے۔

ع

شرم مگر تم کو نہیں آتی

گستاخی ۴۷:-

شیعوں کے نزدیک عورت کی دبر میں وطی کرنا جائز ہے بفرمان امام جعفر (معاذ اللہ)

الاستبصار:-

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ یَاْتِیْ فِیْ دُبُرِھَا قَالَ لَا بَاْسَ اِذَا رَضِیَتْ۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۴۲-۲۴۳
مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۹۰ھ -)
فی اتیان النساء فیما دون الفرج

ترجمہ:-

ابو یعفور نے کہا میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی دبر میں (خواہش پوری) کرتا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اگر عورت راضی ہو۔ تو کیا مضائقہ۔

تبصرہ:-

عورت کی دبر میں وطی کرنا، قوم لوط کو بھی نہ سوجھا۔ اس کے جواز کا فتویٰ امام جعفر صادق کی طرف منسوب کرنا انتہائی گستاخی ہے۔

الاستبصار:۔

عَدَّةٌ عَنْ اَبِی فَضَّالٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْجَهْمِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ اَخْبَرَنِیْ مَنْ سَأَلَهُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِی الْمَرْاَةَ فِیْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ وَفِی الْبَيْتِ جَمَاعَةٌ فَقَالَ لِیْ وَرَفَعَ صَوْتَهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَلَّفَ مَمْلُوْكَهُ مَا لَا يُطِيْقُ فَلْيَبِعْهُ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ وُجُوْهِ اَهْلِ الْبَيْتِ ثُمَّ اَصْغٰى اِلَیَّ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۴۳ تہران جدید
طبع قدیم جلد دوم ص ۳۰ لکھنؤ)

ترجمہ:۔

حماد بن عثمان روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ اپنی عورت کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اپنے غلام سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت لینی جائز ہے۔ بلکہ اُسے فروخت کر دینا چاہیے۔ (غرض یہ تھی۔ کہ اور لوگ یہ سمجھیں۔ کہ اس نے غلام کے متعلق سوال کیا ہے) راوی کہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے منہ کو دیکھ کر آپ نے اپنا منہ جھکا کر مجھے چپکے سے فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

زبان زیب نہیں دیتی کہ اس کی وضاحت کی جائے اور اس روایت میں آپ خود سمجھ سکتے کہ ائمہ اہل بیت کی شان میں کس قدر دریدہ دہنی اور گستاخی ہے۔

گستاخی ۹:-

فرمان جعفر صادق رضی اللہ عنہ عورت کا فرج ادھار پر دینا جائز ہے (معاذ اللہ)

الاستبصار:-

سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَارِيَةِ الْفَرْجِ قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ۔

(الاستبصار جلد دوم ص ۷۵ طبع قدیم لکھنؤ
الاستبصار جلد سوم ص۱۴۱ فی الباب المتعۃ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

شرمگاہ کو ادھار لینے کے متعلق میں نے امام صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

تبصرہ:-

عورت کی شرمگاہ کو ادھار لینا اور حدود شرعیہ کو شہوت رانی پر قربان کرنا اور پھر ایسے بے ہودہ الفاظ امام صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا۔ کیا کم گستاخی ہے؟

گستاخی ۹

فرمان جعفر و علی مرتضیٰ ہے۔ بوقت ضرورت زنا بحکم نکاح ہوتا ہے (معاذ اللہ)

فروع کافی:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ جَآءَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی عُمَرَ فَقَالَتْ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَطَھِّرْنِیْ فَاَمَرَ بِھَا اَنْ تُرْجَمَ فَاُخْبِرَ بِذٰلِکَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ کَیْفَ زَنَیْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِیَۃِ فَاَصَابَنِیْ عَطَشٌ شَدِیْدٌ فَاسْتَسْقَیْتُ اَعْرَابِیًّا فَاَبٰی اَنْ یَّسْقِیَنِیْ اِلَّا اَنْ اُمَکِّنَہٗ مِنْ نَفْسِیْ فَلَمَّا اَجْھَدَنِی الْعَطَشُ وَخِفْتُ عَلٰی نَفْسِیْ فَاَمْکَنْتُہٗ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ تَزْوِیْجٌ وَّرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۶۷ کتاب النکاح طبع جدید تہران)

(طبع قدیم لکھنؤ ص ۱۹۰ جلد دوم)

ترجمہ:۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضی

کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کیا مجھے پاک کیجیے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے رجم کا حکم سنایا۔ اس واقعہ کی خبر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی۔ تو بلا کر پوچھا آپ نے کیسے زنا کیا۔ کہنے لگی۔ ایک مرتبہ جنگل میں مجھے سخت پیاس لگی۔ تو ایک اعرابی سے میں نے پانی مانگا۔ اس نے اس شرط پر دینا چاہا کہ مجھ سے ہم بستری کرے۔ (تو پیاس شدید کی وجہ سے میں نے اس کے ساتھ اس کی شرط کے مطابق بدفعلی کی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بخدا یہ تو نکاح ہو گیا۔

تبصرہ:۔

اس روایت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کتنا بہتان ہے کہ آپ نے (معاذ اللہ) زنا کو نکاح قرار دیا۔ جبکہ شرع میں بغیر شہادت کے نکاح نہیں ہوتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صریح زنا کو نکاح کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی نمبر ۱:۔

مشت زنی شیعوں کے نزدیک جائز ہے

بفرمان امام جعفر (معاذ اللہ)

فروع کافی:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُہٗ عَنِ الدَّلْکِ قَالَ نَاکِحَ نَفْسَہٗ

لَا شَیْءَ عَلَیْہِ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۲۴ طبع قدیم لکھنؤ
(فروع کافی جلد پنجم طبع جدید ص ۵۴۰ کتاب النکاح
باب الخضخضۃ ونکاح البھیمۃ
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مشت زنی کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا اس پر کوئی مواخذہ (حد) نہیں ہے۔ یہ تو خود اپنے وجود سے جماع کرتا ہے۔

گستاخی ۱۱:-

امام جعفر صادق کی باتیں سن کر لوگوں کے آلہ تناسل تن جائیں گے (ایک شیعہ کا بیان)

عَنْ زُرَارَۃَ قَالَ وَاللّٰہِ لَوْحَدَّثْتُ بِکُلِّ مَا سَمِعْتُہٗ مِنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ "ع" "لَانْتَفَخَتْ ذُکُوْرُ الرِّجَالِ عَلَی الْخُشُبِ۔

(رجال کشی ص ۱۲۳ تذکرہ زرارۃ بن اعین
مطبوعہ کربلا)

زرارہ سے روایت ہے کہ کہا اس نے کہ اگر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی تمام باتیں بیان کروں تو لوگوں کے آلاتِ تناسلہ لکڑی کی طرح سخت ہو جائیں۔

تبصرہ:۔

ہر وہ آدمی جس کی آنکھ میں کچھ بھی شرم و حیا ہے وہ اس روایت کو پڑھ کر اپنی آنکھیں شرم سے جھکا لے گا۔

لیکن شیعہ حضرات کو اس قسم کی واہی تباہی من گھڑت روایات پیش کرنے سے قطعاً شرم نہیں آتی۔ بلکہ ان کو کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔

طرفہ تر یہ کہ پھر ایسی گندی روایات کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ روایت کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ ساری زندگی شیعوں کو خواہشات نفسانیہ کی ہی ترغیب دیتے رہے۔ حالانکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آل سادات کے سردار اور شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ کے علمبردار کی زبان سے ایسی فحش اور لچر قسم کی باتوں کا صدور ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی شہوت پرستی اور کذب بیانی پر رکھی گئی ہے۔ جس کی بنا پر ان حضرات نے اپنے مطلب برآری کے لیے متعہ پرستی جیسے حرام و فحش فعل کی بنیاد رکھی۔

لہٰذا روایت مذکورہ اور اس قسم کی جتنی فحش روایات کتب شیعہ میں مرقوم ہیں۔ یہ سب ان حضرات کی اپنی اختراع ہیں اور ائمہ اہل بیت سے ان روایات کا دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ۔

ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

گستاخی ۱۲:۔

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ خَرَجْتُ نَا وَ ابْنُ

اَبِیْ یَعْفُوْرٍ وَّ آخَرُ اِلَی الْحَیْرَۃِ اَوْ اِلٰی بَعْضِ الْمَوَاضِعِ فَتَذَاکَرْنَا الدُّنْیَا فَقَالَ اَبُوْبَصِیْرٍ الْمُرَادِیُّ اَمَا اِنَّ صَاحِبَکُمْ لَوْ ظَفَرَ بِھَا لَاسْتَاْثَرَ بِھَا قَالَ فَاَغْفٰی فَجَآءَ کَلْبٌ یُرِیْدُ اَنْ یَّشْغَرَ عَلَیْہِ فَذَھَبْتُ اِلَّا طَرُدَہٗ فَقَالَ لِیْ اِبْنُ یَعْفُوْرٍ دَعْہُ فَجَآءَ حَتّٰی شَغَرَ فِیْ اُذُنِہٖ۔

(رجال کشی ص ۱۵۲ تذکرہ ابوبصیر لیث بن البختری المرادی مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:۔

حماد بن عثمان سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں، ابن ابی یعفور اور ایک دوسرا آدمی حیرہ یا کسی اور جگہ کی طرف نکلے (راستہ میں) ہم نے دنیا کے متعلق باتیں شروع کیں۔ ابوبصیر مرادی کہنے لگا کہ تمہارے حضرت (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) اگر دنیا کی (مال و دولت) میں کامیاب ہو گئے تو ضرور اسے ترجیح دیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ (اس کے بعد) ابوبصیر سو گیا۔ پس ایک کتا آیا اور اس پر پیشاب کرنے لگا۔ میں نے کتے کو (پیشاب کرنے سے) روکنا چاہا تو ابن ابی یعفور نے کہا کہ رہنے دیجئے۔ پس کتا اس (ابوبصیر) کے پاس آیا اور اس کے کان میں پیشاب کر ڈالا۔

☆

گستاخی ۱۲:-

عَنْ حَمَّادِ النَّابِ قَالَ جَلَسَ اَبُوْ بَصِيْرٍ عَلٰى بَابِ اَبِىْ عَبْدِاللهِ (ع) لِيَطْلُبَ الْاِذْنَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَقَالَ لَوْ مَعَنَا طَبَقٌ لَاَذِنَ قَالَ فَجَآءَ كَلْبٌ فَشَغَرَ فِىْ وَجْهِ اَبِىْ بَصِيْرٍ قَالَ اُفٍّ اُفٍّ مَا هٰذَا قَالَ جَلِيْسُهٗ هٰذَا كَلْبٌ شَغَرَ فِىْ وَجْهِكَ۔

(رجال کشی ص ۱۵۵ تذکرہ ابو بصیر عبداللہ بن محمد الاسدی مطبوعہ کربلا)۔

ترجمہ:-

حماد ناب سے روایت ہے اس نے کہا کہ ابو بصیر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے آگے اس لیے بیٹھا تھا تاکہ اسے اندر جانے کی اجازت مل جائے مگر جب اسے اجازت نہ ملی تو (طنزاً) بولا کہ اگر میرے پاس کوئی کھانے کا طبق (تحفہ کے طور پر) ہوتا تو حضرت امام مجھے ضرور اجازت مرحمت فرما دیتے۔ راوی کہتا ہے پس ایک کتا آیا اور ابو بصیر کے منہ میں پیشاب کرنے لگا۔ ابو بصیر چلایا اُف سا اُف یہ کیا ہوا؟ اس کے ساتھی نے جواب دیا یہ کتا ہے جس نے تیرے منہ میں پیشاب کیا۔

تبصرہ:-

مذکورہ روایات سے صاف طور پر واضح ہوا کہ اہل تشیع کے مجتہد ابو بصیر کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ آپ معاذاللہ ایک بہت بڑے دنیا دار ہیں۔ اور حرص دنیا میں اس قدر پختہ ہیں کہ سوائے تحفے تحائف کے کسی کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ ابو بصیر اور اس جیسے دوسرے مجتہدین شیعہ ایسے شخصیات ہیں جن پر شیعہ مذہب کی احادیث و روایات کا دارو مدار ہے۔

جب خواص (شیعہ مجتہدین) کا ائمہ اہل بیت کے متعلق ایسا قبیح اور نازیبا عقیدہ ہے۔ تو عوام (شیعہ حضرات) کا کیا حال ہوگا۔؟

لہذا ثابت ہوا کہ شیعہ مذہب کے علماء و عوام سبھی گستاخانِ اہل بیت ہیں۔ اور اگر اس گستاخی کی پاداش میں کتے بھی ان کے منہ میں پیشاب کر جائیں (جیسا کہ مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ ابو بصیر کے منہ میں کتے نے پیشاب کر ڈالا) تو انہیں اس کی پرواہ نہیں لیکن اس قسم کی گستاخیوں سے یہ ہرگز باز نہیں آئیں گے۔ اس لیے کہ۔

؎ چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں کند۔

فصل یازدہم

شیعوں کی امام موسےٰ کاظم اور امام رضا سے گستاخیاں

گستاخی ا:۔

شیعوں کے نزدیک قابل ستر صرف اگلی شرمگاہ ہے جس کے لیے ایک ہاتھ کافی ہے (فرمان موسیٰ کاظم (معاذاللہ)

فروع کافی:۔

عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَۃُ عَوْرَتَانِ الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ فَاَمَّا الدُّبُرُ مَسْتُوْرٌ

بِالْاِلْیَتَیْنِ فَاِذَا سَتَرْتَ الْقَضِیْبَ وَ الْبَیْضَتَیْنِ فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَۃَ وَقَالَ فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی وَ اَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْہُ الْاِلْیَتَانِ وَ اَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتُرْہُ بِیَدِکَ۔

(فروع کافی جلد ششم ص ۵۰۱ کتاب الزی والتجمل طبع جدید تہران ۔ طبع قدیم جلد دوم ص ۶۰ مطبوعہ لکھنؤ ۔ کتاب الزی والتجمل)

ترجمہ:۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ شرمگاہ دو ہیں۔ قبل اور دبر۔ لیکن دبر (پچھلی شرمگاہ) تو چوتڑوں میں چھپی ہوئی ہے۔ رہی اگلی (قبل) سو اس کو اپنے ہاتھ سے چھپا لو جب تم نے آلہ تناسل اور دونوں خصیوں کو چھپا لیا تو تم نے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا۔

تبصرہ:۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ صرف دو اشیاء کو قابل پردہ سمجھتے ہیں۔ وہ بھی خود بخود ستر ملا ہیں۔ کیونکہ پچھلی شرمگاہ چوتڑوں نے چھپا دی۔ اور اگلی شرمگاہ کی ضرورت پڑے۔ تو صرف ایک ہاتھ اس پر رکھ دیجئے۔ بس آپ باپردہ ہو گئے۔ اب آپ کو بازار میں جاکر دوسرے ہاتھ سے خرید و فروخت کرنے کی اجازت ہے۔ اور آپ چاہیں۔ تو دو "مجلس عزا" سے خطاب بھی فرما سکتے ہیں۔ اور جلوس تعزیہ میں شرکت سونے پر سہاگہ ہو گی۔

بے حیا باش ہر چہ کش ۔ اسے کہتے ہیں بہتان عظیم جو امام کاظم پر باندھا گیا۔

گستاخی ۲:-

شیعوں کی اپنے اماموں سے نرالی بے تکلفی

فروع کافی:-

(قَالَ سَمِعْتُ صَفْوَانَ بْنَ يَحْيٰى يَقُوْلُ) قُلْتُ لِلرِّضَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ مَّوَالِيْكَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَسْاَلَكَ عَنْ مَسْاَلَةٍ هَابِكَ وَ اسْتَحْيٰى مِنْكَ اَنْ يَسْاَلَكَ فَقَالَ وَ مَا هِيَ ؟ قُلْتُ الرَّجُلُ يَاْتِيْ اِمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا قَالَ ذٰلِكَ لَهٗ قَالَ قُلْتُ لَهٗ فَاَنْتَ تَفْعَلُ قَالَ اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۴۰ کتاب النکاح
باب محاش النساء طبع جدید تہران)
فروع کافی جلد دوم ص ۲۴۴ کتاب النکاح
باب محاش النساء۔ طبع قدیم۔ لکھنؤ)

ترجمہ:-

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ کا ایک غلام مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے لیکن آپ سے اسے دہشت و شرم کے باعث نہیں پوچھ سکتا۔ فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا مرد اپنی عورت کی مقعد میں ادخال کر سکتا

ہے؟ آپ نے کہا۔ ہاں اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کرتے۔

تبصرہ:۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ "وطی فی الدبر" ایک فعل ہے۔ جو امام رضا خود اپنے لیے پسند نہیں فرماتے۔ ہاں اپنے متعلقین کو اس بات کی اجازت دے رہے ہیں۔ اور یہ بات عقلاً نقلاً باطل اور لغو ہے۔ کیونکہ قرآن کا ارشاد ہے۔ یاایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ مومنو! جو خود نہیں کرتے دوسروں سے کیوں کرواتے ہو۔ لہٰذا یہ کسی طرح ممکن نہیں۔ کہ امام رضا اس آیت کے خلاف چل رہے ہوں۔ بلکہ یہ بات صرف ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے حقیقت نہیں۔ لہٰذا امام کی شان میں گستاخی ٹھہری۔
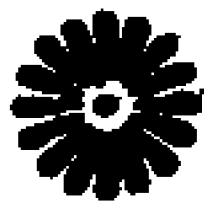
گستاخی ۱۳:۔

امام موسیٰ کاظم کی والدہ کی شیعوں نے انتہا درجہ کی توہین کی

اصول کافی:۔

فَدَخَلْنَا يَوْمًا عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّخَّاسِ الَّذِي ذَكَرْتُهُ لَكُمْ قَدْ قَدِمَ فَاذْهَبُوا فَاشْتَرُوا بِهٰذِهِ الصُّرَّةِ مِنْهُ جَارِيَةً قَالَ فَأَتَيْنَا النَّخَّاسَ فَقَالَ قَدْ بِعْتُ مَا كَانَ عِنْدِي إِلَّا جَارِيَتَيْنِ مَرِيضَتَيْنِ إِحْدٰهُمَا أَمْثَلُ مِنَ الْأُخْرٰى قُلْنَا فَأَخْرِجْهُمَا حَتّٰى نَنْظُرَ إِلَيْهِمَا فَأَخْرَجَهُمَا فَقُلْنَا بِكَمْ تَبِيعُنَا هٰذِهِ الْمُتَمَاثِلَةَ قَالَ بِسَبْعِينَ دِينَارًا قُلْنَا أَحْسِنْ قَالَ لَا أَنْقُصُ مِنْ سَبْعِينَ دِينَارًا قُلْنَا نَشْتَرِيهَا مِنْكَ بِهٰذِهِ الصُّرَّةِ مَا بَلَغَتْ وَلَا نَدْرِي مَا فِيهَا وَكَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ أَبْيَضُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ

قَالَ فَحَكُّوْا وَزِنُوْا فَقَالَ النَّخَّاسُ لَا تَحُكُّوْا فَاِنَّهَا اِنْ نَقَصَتْ حَبَّةً مِّنْ سَبْعِيْنَ دِيْنَارًا لَمْ اُبَايِعْكُمْ فَقَالَ الشَّيْخُ اُدْنُوْا فَدَنَوْنَا وَ فَحَكَكْنَا الْخَاتَمَ وَ وَزَنَّا الدَّنَانِيْرَ فَاِذَا هِيَ سَبْعُوْنَ دِيْنَارًا لَا تَزِيْدُ وَلَا تَنْقُصُ فَاَخَذْنَا الْجَارِيَةَ فَاَدْخَلْنَاهَا عَلٰى اَبِيْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَعْفَرٌ قَائِمٌ عِنْدَهُ فَاَخْبَرْنَا اَبَا جَعْفَرَ بِمَا كَانَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهَا مَا اسْمُكِ قَالَتْ حَمِيْدَةٌ قَالَ فِي الدنيا فِي الدُّنْيَا مَحْمُوْدَةٌ فِي الْاٰخِرَةِ اَخْبِرِيْنِيْ عَنْكِ اَبِكْرٌ اَنْتِ اَمْ ثَيِّبٌ قَالَتْ بِكْرٌ قَالَ وَكَيْفَ وَلَا يَقَعُ فِيْ اَيْدِي النَّخَّاسِيْنَ شَيْءٌ اِلَّا اَفْسَدُوْهُ فَقَالَتْ قَدْ كَانَ يَجِيْئُنِيْ فَيَقْعُدُ مِنِّيْ مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنَ الْمَرْاَةِ فَيُسَلِّطُ اللّٰهُ عَلَيْهِ رَجُلًا اَبْيَضَ الرَّاْسِ وَ اللِّحْيَةِ فَلَا يَزَالُ يَلْطِمُهُ حَتّٰى يَقُوْمَ عَنِّيْ فَفَعَلَ بِيْ مِرَارًا وَ فَعَلَ الشَّيْخُ بِهِ مِرَارًا فَقَالَ

يَا جَعْفَرُ خُذْ هٰذَا إِلَيْكَ فَوَلَدَتْ خَيْرَ أَهْلِ الْأَرْضِ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۴۷۶-۴۷۷ ...
كتاب الحجة باب مولد ابى
الحسن موسى بن جعفر عليهما السلام
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

راوی کہتا ہے کچھ دن گزرنے کے بعد ہم امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے فرمایا میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ بردہ فروش جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ آگیا تم جاؤ اس تھیلی کے عوض ایک اس کنیز کو خرید لو۔ راوی کہتا ہے ہم بردہ فروش کے پاس آئے اس نے کہا جو میرے پاس تھا میں بیچ چکا اب تو میرے پاس دو بیمار کنیزیں ہیں۔ ایک ان میں دوسری سے اچھی ہے ہم نے کہا انہیں دکھاؤ۔ تو اس نے دکھائیں ہم نے کہا کتنے پر بیچو گے یہ کنیز؟ کہنے لگا............ ستر دینار۔ ہم نے کہا کچھ کم کر کے احسان کرو اس نے کہا اس سے کم نہ زیادہ ہم نے کہا ہم اس تھیلی کے بدلے خریدتے ہیں جتنے ہوں ہمیں ان کا علم نہیں اس کے پاس ایک شخص جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے بیٹھا تھا اس نے کہا تھیلی کو کھول کر رقم گن لو بردہ فروش نے کہا تم مت کھولو اگر ستر سے کم نکلے تو میں نہیں بیچوں گا بڈھے نے کہا میرے پاس آؤ اور تھیلی کی مہر توڑ دو۔ جب ہم نے کھولا تو اس میں ستر ہی دینار تھے۔ نہ کم نہ زیادہ۔ ہم نے خرید لیا۔ اور اسے لے کر امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے تھے ہم نے امام باقر علیہ السلام سے کل حال بیان کیا۔ حضرت نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد کنیز سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا حمیدہ۔ انہوں نے فرمایا تم حمیدہ ہو دنیا میں اور محمودہ ہو آخرت میں مجھے بتاؤ تم باکرہ ہو یا ثیبہ؟ انہوں نے کہا کہ باکرہ۔ فرمایا یہ کیسے؟ نخاسوں (بردہ فروش) کے ہاتھ میں جو عورت آ جاتی ہے۔ وہ اسے باکرہ نہیں رہنے دیتے انہوں نے کہا یہ شخص میرے پاس آیا اور اس طرح بیٹھا جیسے عورت سے جماع کرنے مرد بیٹھتا ہے۔ پس خدا نے اس پر ایک مرد بزرگ کو مسلط کیا جس نے اسے طمانچے مارے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کئی بار اس نے یہ ناپاک ارادہ کیا۔ ہر بار وہ بزرگ مانع آئے آپ نے فرمایا اے جعفر اس کو لو۔ اس کے بطن سے اہل زمین کا بہترین شخص موسے نامی پیدا ہو گا یعنی امام موسیٰ کاظم)

(شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص۵۹۱)

لمحہ فکریہ:-

نامعلوم ان شیعہ لوگوں کو ان واہیات روایات سے کیا لگاؤ ہے۔ امام موسیٰ کاظم کی والدہ کو کئی دفعہ برہنہ بدن کرنے اور ان کی رانوں کے درمیان اس بردہ فروش کے بیٹھنے کا ذکر کرنے سے سوائے خواہشاتِ نفسانی بڑھانے کے اور کیا مقصد ہے؟ اور اس طیبہ و طاہرہ کہ جن کی طہارت پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں ان شیعوں نے اس روایات میں ان کی کون سی شان بیان کی ہے اور وہ بوڑھا مرد جو اس حالتِ ناگفتہ بہ میں اس بردہ فروش کو ڈانٹتا ہے۔ کیا وہ اس پہلے سے نہیں ڈانٹ سکتا تھا؟

اور جب کہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کی شان انبیاء کرام سے بالا ہے۔ بلکہ انبیاء کرام کے تمام مراتب آئمہ اہل بیت کا صدقہ ہی ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ عورت

جس کی نسبت ازل میں اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کر چکا تھا اس کی طرف جب جابر و ظالم بادشاہ نے نظر بد کی اور برائی کا ارتکاب کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو شل کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ اس عورت (سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا) تک نہ پہنچ سکا۔ جس کا اصل واقعہ یوں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام سیدہ سارہ رضی اللہ عنہ کو لے کر مصر پہنچے تو مصر کے بادشاہ نے سیدہ سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھین لیا اور ان کی طرف تین دفعہ برا ارادہ کیا اور تینوں دفعہ ہی اس کا وجود شل ہو گیا۔ اس نے اپنے خدام کو کہا کہ یہ جنیہ (مونث جن) ہے اس کی طرف بری خواہش کا جب بھی میں نے ارادہ کیا تو میرا وجود اسی طرح شل ہو گیا کہ جس طرح اس سے پہلے سیدہ ہاجرہ (سلام اللہ علیہا) کی طرف میں نے یہی ارادہ کیا تو میرا وجود شل ہو گیا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کو اجنبی نامحرم ظالم بادشاہ سے محفوظ فرمایا جب کہ ان کا ابراہیم علیہ السلام سے ابھی عقد بھی نہیں ہوا تھا تاہم اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کی نسبت ابراہیم علیہ السلام سے ہو چکی تھی۔

تو پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہ جن کی شان شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بلند ہے (معاذ اللہ) ان کی بنت علی زوجہ محترمہ کو برہنہ کر کے ان کی رانوں میں بردہ فروش کیسے بیٹھ گیا۔ شیعہ حضرات کو کم از کم اس عقیدہ کا ہی پاس رکھتے ہوئے ان بے سروپا اور بے حیا روایات سے اجتناب کر کے ائمہ اہل بیت اور ان کی ازواج مطہرات کی انتہا درجہ کی گستاخی سے بچنا چاہیے۔ لیکن چونکہ ان شیعوں کی فطرت و جبلت میں ہی شہوت پرستی رچی ہوئی ہے اس لیے یہ اس قسم کی گستاخیوں سے بچ نہیں سکتے۔

ہر وہ آدمی جس کے سینہ میں ائمہ اہل بیت اور مخدرات اہل بیت کا ادب و احترام ہے وہ ان روایات کو پڑھ کر یقین کر لے گا کہ شیعہ حضرات سے بڑھ کر اہل بیت کرام کا کوئی گستاخ نہیں۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ اس روایت کو شیعہ مصنف نے امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے اور ذکر اس نیک خصلت عورت کا کیا ہے جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

کی زوجہ اور امام موسیٰ کاظم کی والدہ بننے والی ہے۔ اور ان تمام کا ذکر کرتے ہوئے وہ یہ کرامت بیان کر رہا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لیے امام باقر نے قبل از وقت ایسی پیش گوئی فرمائی کہ یہ وہ عورت ہے کہ جس کے بطن سے تیرے بیٹے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے۔ لیکن۔ اس کرامت کے ضمن میں شیعوں نے ان تمام ائمہ کی ایسی توہین کی ہے کہ دشمن بھی ایسی نہیں کر سکتا۔ اور اس روایات کو شیعہ مصنف نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ جیسے شہد میں زہر ملا کر کسی سے انتقام لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو سیدھا راستہ نصیب فرمائے۔

گستاخی ۳۔

بروایت امام رضا جناب لوط علیہ السلام نے قوم کو اپنی بیٹیوں سے نکاح کر کے وطی فی الدبر کی اجازت دی اور اسے پاکیزہ عمل قرار دیا (معاذ اللہ)

الاستبصار۔

عَنْ مُوْسَى بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اِتْيَانِ الرَّجُلِ الْمَرْاَةَ مِنْ خَلْفِهَا فِيْ دُبُرِهَا۔ فَقَالَ اَحَلَّتْهَا الْاٰيَةُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَوْلُ لُوْطٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰؤُلَاۤءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ وَقَدْ عَلِمَ

اَنَّهُمْ لَا يُرِيْدُوْنَ الْفَرْجَ ۔

(استبصار جلد دوم باب ایتان النساء فی مادون
الفرج ص ۱۲۰ طبع قدیم لکھنو۔)
(طبع جدید تہران۔ جلد سوم ص ۲۴۳ ۔
فی اِیتان النساء فیما دون الفرج)

ترجمہ :۔
ایک شخص نے امام رضا سے پوچھا۔ کہ کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ دُبر میں وطی کرتا ہے۔ اس کا حکم کیا ہے؟ امام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لوط علیہ السلام کے اس قول نے اِس فعل کو حلال کیا ہے "یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے حلال ہیں" کیونکہ یہ معلوم ہے کہ لوطیوں کو عورت کی شرمگاہ سے کیا تعلق ؟

ہم تو ڈوبے تھے صنم

حضرت لوط علیہ السلام کے دین میں کفار سے عقد جائز تھا۔ لیکن "وطی فی الدبر" حرام تھی جس کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ اسے بے حیار قوم۔ باز آجاؤ۔ میرے مہمانوں کی عزت سے مت کھیلو۔ اگر تم باز نہیں آتے۔ تو تم میری قوم کی لڑکیوں سے عقد کرکے اپنی خواہشات پوری کرلو۔ تاکہ تم اس غیر فطری فعل سے بچ جاؤ۔
لیکن حضرت امام رضا کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ انہوں نے "وطی فی الدبر" قرآن پاک میں مذکورہ واقعہ لوط علیہ السلام کی آیت سے ثابت کیا ہے۔ درحقیقت انتہائی گستاخی ہے۔ کیونکہ اگر "وطی فی الدبر" کے لیے آپ اپنی قوم کی لڑکیوں کو پیش کرنے

کی بات کر رہے ۔ تو پھر ان فرشتوں کو جو خوبصورت لڑکے آئے تھے ۔ بچانے کا کیا فائدہ ۔ ؟ غیر فطری فعل اگر اپنی لڑکیوں سے جائز کرنا تھا ۔ تو پھر قوم کے سامنے پریشان اور آزردہ ہونے کی کیا ضرورت تھی ؟

حقیقت یہ ہے ۔ کہ شیعہ لوگوں کی فطرت میں بے حیائی اور شہوت رانی کی باتیں اس قدر رچ بس چکی ہیں کہ ان کے جواز کے لیے ائمہ اہل بیت کو بدنام کرنے سے بھی نہیں شرماتے ۔

ع

ہم تو ڈوبے تھے صنم ، تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

فصل دوازدہم

شیعوں کی امام تقی اور امام نقی رضی اللہ عنہما سے گستاخیاں

گستاخی ۱:-

شیعوں کے نزدیک شیطان حضرت آدم کے خاکی پتلے میں منہ سے داخل ہو کر دبر سے نکلتا رہا (بقول امام تقی) معاذاللہ

مناقب آل ابی طالب :-

وَكَتَبَ عَبْدُ الْعَظِيْمِ الْحَسَنِيُّ إِلَى أَبِيْ جَعْفَرٍ يَسْأَلُهُ عَنِ الْغَائِطِ وَ نَتْنِهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ فَكَانَ جَسَدُهُ طِيْنًا وَّ بَقِيَ

اَرْبَعِیْنَ سَنَةً مُلْقٰی تَمُرُّ بِهِ الْمَلٰئِكَةُ تَقُوْلُ لِاَمْرٍ مَّا خُلِقْتَ وَ كَانَ اِبْلِیْسُ یَدْخُلُ فِیْ فِیْهِ وَ یَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهٖ فَلِذٰلِكَ صَارَ نَا فِیْ جَوْفِ ابْنِ آدَمَ مُنْتِنًا خَبِیْثًا غَیْرَ طَیِّبٍ۔

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد ۴
ص ۳۸۴/ فی علمہ علیہ السلام
طبع جدید قم خیابان)

ترجمہ:۔

عبد العظیم نے امام تقی رضی اللہ عنہ سے پاخانہ اور اس کی بدبو کے بارے میں پوچھا۔ تو امام نے فرمایا۔ اللہ نے آدم کو مٹی سے بنایا۔ مٹی کا بنا ہوا جسم چالیس برس (بغیر روح) پڑا رہا۔ فرشتے اس کے پاس سے گزرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ یہ کس لیے پیدا کیا گیا۔ شیطان اس ڈھانچہ کے منہ میں سے گھس کر دبر سے نکلتا رہا۔ اس لیے ابن آدم کا پیٹ اندر سے بدبودار اور گندا ہو گیا۔

تبصرہ:۔

اس روایت میں ایک تو حضرت آدم علیہ السلام کی توہین ہے۔ کہ ان کے منہ سے شیطان داخل ہو کر ان کی دبر سے نکلتا رہا۔ (معاذ اللہ) اور دوسرا امام تقی رضی اللہ عنہ کی طرف اس گندی عبارت کی نسبت کر کے ان کی توہین بھی کی گئی۔ اور امام تقی علیہ السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا گیا۔ کہاں امام تقی رضی اللہ عنہ کی ذات عالیہ اور کہاں ان نجس کی خباثت بھری عبارتیں۔

ؔ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

گستاخی ۲:۔

مناقب آل ابی طالب:۔

وَرُوِیَ اَنَّ امْرَاَتَهُ اُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْمَامُوْنِ سَمَّتْهُ فِیْ فَرْجِهٖ بِمِنْدِیْلٍ فَلَمَّا اَحَسَّ بِذٰلِكَ قَالَ لَهَا اَبْلَاكِ اللّٰهُ بِدَاۤءٍ لَا دَوَاۤءَ لَهٗ فَوَقَعَتِ الْاٰكِلَةُ فِیْ فَرْجِهَا وَكَانَتْ تَنْتَصِبُ لِلطَّبِیْبِ فَیَنْظُرُوْنَ اِلَیْهَا وَیُسِرُّوْنَ بِالدَّوَاۤءِ عَلَیْهَا فَلَا یَنْفَعُ ذٰلِكَ حَتّٰی مَاتَتْ مِنْ عِلَّتِهَا۔

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص ۳۹۱ طبع قم خیابان فی معجزاتہ علیہ السلام)

ترجمہ:۔

روایت کی گئی ہے۔ کہ امام تقی کی بیوی ام الفضل بنت مامون نے زہر لگا رومال امام تقی کی شرمگاہ پر لگا دیا۔ آپ نے جب اس تکلیف کو محسوس کیا۔ تو بیوی سے کہا اللہ تجھے لاعلاج بیماری میں مبتلا کرے۔ لہذا ام الفضل کی شرمگاہ میں پھوڑا نکلا۔ جس کے علاج کے لیے وہ حکیموں کے پاس جاتی۔ وہ اس کی شرمگاہ دیکھتے۔ اور اس پر دوائی لگا کر خوش ہوتے۔ اسے کسی دوائی سے نفع نہ ہوا۔ حتی کہ اس بیماری میں فوت ہو گئی۔

جائے شرم:-

شیعو! کچھ حیاء سے کام لو۔ جانتے نہیں۔ کہ یہ محترمہ کس گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں؟ کاش تم نے امام تقی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کو اپنی بیوی پر ہی قیاس کیا ہوتا۔ تو ایسی واہی تباہی نہ بکتے۔ اور نہ اپنی کتابوں میں ایسی خرافات لکھتے۔ اس عبارت کا لفظی ترجمہ کرتے ہوئے مارے شرم کے قلم آگے نہیں چلتا۔ چہ جائیکہ اس پر تبصرہ کیا جائے۔ یا اس کی وضاحت کی جائے۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر کوئی شرم و حیاء رکھنے والا شخص اس عبارت کو یا اس کے ترجمہ کو پڑھ لے گا۔ تو وہ اتنا ضرور سمجھ جائے گا۔ کہ ان نام نہاد شیعوں سے بڑھ کر کوئی بھی دوسرا اہل بیت کا دشمن نہیں ہے خصوصاً امام تقی رضی اللہ عنہ کی زوجہ کے بارے میں یہ عبارت جہاں اس عظیم المرتبت زوجہ کی توہین و گستاخی ہے۔ وہاں امام موصوف کی بھی توہین ہے۔

فلعن اللہ من اتھم ان واتہ الائمۃ

گستاخی ۲:-

شیعوں کے نزدیک تقیہ (جھوٹ) تمام نیک اعمال سے افضل ہے (بقول امام تقی) معاذ اللہ

آثار حیدری:-

اور امام تقیؑ سے کسی شخص نے پوچھا۔ نیک خصائل لوگوں میں سے سب سے کامل کون ہے۔ فرمایا جو "تقیہ" کو عمل میں لاتا ہے۔

(آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر حسن عسکری ص ۹۰ امامیہ کتب خانہ لاہور)

آثار حیدری :۔

اور ایک شخص نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کی۔ آج میں شہر کے عام لوگوں کی ایک جماعت میں جا پھنسا۔ اور انہوں نے مجھ کو پکڑ لیا۔ اور کہنے لگے۔ اے شخص کیا تو ابو بکر بن قحافہ کی امامت کا قائل نہیں ہے۔ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ بات سن کر میں ڈرا۔ اور میں نے نہیں کا ارادہ کر کے از روئے "تقیہ" کہہ دیا کہ ہاں اس کا قائل ہوں تب ان میں سے ایک اپنا ہاتھ میرے منہ میں رکھ کر بولا۔ تو تحریف کر کے کلام کرتا ہے۔ جو میں تجھے بتاؤں۔ اسی طرح سے لوگوں کو جواب دے۔ میں نے اس سے کہا۔ کہہ۔ تب اس نے مجھ سے کہا۔ کیا تو قائل ہے۔ کہ ابو بکر بن قحافہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام حق و عدل ہے اور علی کا امامت میں بیشک کوئی حق نہیں ہے۔ میں نے اس کے جواب میں نعم کہا۔ اور اس کو ہاں کے معنی میں نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ اس سے اونٹ گائے بھیڑ وغیرہ چوپائے جانور مراد لی تھی۔ وہ شخص بولا میں اس پر بس نہ کروں گا۔ جب تک تو قسم نہ کھائے۔ اب تو اس طرح کہہ کہ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور وہ غالب ذلت دینے والا، پالنے والا، ہلاک کرنے والا۔ پوشیدہ اور ظاہر یکساں جاننے والا ہے۔ میں نے جواب دیا نعم۔ اور میری اس کے کہنے سے چوپایہ مراد تھی۔ نہ کہ ہاں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میں اس پر بھی بس نہیں کرتا جب تک کہ تو یوں نہ کہے۔ کہ قسم ہے اس خدا کی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ الخ یہ بھی قسم کھا کر نہ کہے۔ کہ ابو بکر بن ابو قحافہ ہی امام ہے۔ تب میں نے جواب دیا۔ کہ ابو بکر بن قحافہ امام ہے۔ ہاں وہ اس شخص کا امام ہے۔ جو اس کا پیرو ہو سوائے اس کو امام مانے۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور دیگر صفات الٰہی اپنی زبان پر جاری کیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے اور مجھ کو "جزاك الله خيرا" کہا۔ اور میں نے ان کے پنجے سے نجات پائی۔ یا حضرت اب فرمائیے۔ خدا کے نزدیک میرا کیا حال ہے؟

فرمایا تیرا حال نیک ہے۔ خدا نے تیرے "تقیہ" کی عوض اعلیٰ علیین میں تجھ کو ہمارا رفیق اور ہم نشین کیا۔

(آثار حیدری ترجمہ تفسیر حسن عسکری ص۲۲۰-۲۲۱

امامیہ کتب خانہ لاہور)

لمحۂ فکریہ:

"تقیہ" جو سراسر جھوٹ ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہیں۔ جھوٹ صریح کو فضائل میں شمار کر کے پھر امام نقی رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دینا۔ کہ تمام اعمال حسنہ میں سے سب سے افضل عمل یہی (تقیہ) ہے۔ نماز کی اتنی فضیلت نہیں۔ روزہ اتنا عظیم نہیں۔ زکوٰۃ و حج میں اتنی خوبی اور بڑائی نہیں۔ جو (تقیہ) میں ہے۔ اور پھر امام نقی کی زبان سے یہ کہلوانا کہ تقیہ کرنے والا اعلیٰ علیین میں آئمہ اہل بیت کا رفیق و ہم نشین ہوگا۔ کیا یہ سب کچھ امام موصوف کی گستاخی نہیں کی جا رہی۔ کیا انہیں جھوٹا نہیں۔ بلکہ جھوٹوں کا سردار ثابت نہیں کیا جاتا۔؟

علاوہ ازیں اس روایت کے کذب کے ثبوت کے لیے یہ دو جملے ہی کافی ہیں۔

۱۔ حضرت علی کا امامت میں کوئی حق نہیں۔

۲۔ ابوبکر ہی امام ہیں۔ کیونکہ کسی خادم صدیق اکبر سنی کا یہ عقیدہ نہیں کہ ابوبکر ہی امام ہیں اور حضرت علی کا خلافت میں کوئی حق نہیں۔ اس لیے کوئی سنی اس تقیہ باز شیعہ کو ان جملوں کے ادا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اسی لیے شیعہ لوگوں کی نہ نمازیں رہیں۔ نہ روزے اور نہ ہی حج و زکوٰۃ۔ بس اگر قابل فخر عمل ہے۔ تو "تقیہ" ہے۔ اور قابل احترام طریقہ ہے۔ تو "متعہ" ہے۔ سوائے "تقیہ اور متعہ" کے ان کو جنت ملنی مشکل ہے اگر یہ دونوں عمل کر لیے تو جنت کے ساتوں

دروازے کھلے ہیں؟ بڑا سستا اور مزے دار سودا ہے۔ خدا انہیں ہی نصیب کرے۔

گستاخی ۱:۔

گستاخیِ علی المرتضےٰؓ اور جھوٹ سے پراگندہ روایتِ امام تقی کی طرف منسوب کر دی

اثار حیدری :۔

اور امام تقی علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ایسا ہی معجزہ جناب امیر علیہ السلام سے بھی ظہور میں آیا۔ جبکہ آپ نے جنگ صفین سے مراجعت فرمائی۔ ہمراہیوں کو اس پانی سے سیراب کیا۔ جو ایک بڑے پتھر کے نیچے سے نکلا تھا۔ جس کو آپ نے اس غرض سے اٹھا لیا کہ اس کی آڑ میں بیٹھ کر رفع حاجت کریں گے۔ آپ کے لشکر کے کسی منافق نے کہا۔ کہ میں اس کی شرمگاہ اور اس چیز کو جو اس میں سے نکلتی ہے۔ دیکھوں گا۔ کیونکہ وہ نبی کے مرتبہ کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں کو اس کے جھوٹ سے خبردار کروں گا۔ تب جناب امیر نے قنبر کو حکم دیا۔ کہ اے قنبر اس درخت اور اس کے سامنے کے درخت کے پاس جاؤ۔ اور ان دونوں میں ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ تھا۔ اور جا کر کہو۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ دونوں آکر باہم مل جاؤ۔ قنبر نے عرض کی۔ کہ یا حضرت کیا میری آواز ان دونوں درختوں تک پہنچے گی؟ فرمایا جو تمہاری نظر کو آسمان تک پہنچاتا ہے۔ جو تم سے پانچ سو برس کی راہ ہے۔ وہی تمہاری آواز کو بھی ان دونوں درختوں تک پہنچا دے گا۔ آخر کار قنبر نے جا کر ان کو آواز دی۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف اس

تیزی سے دوڑے گویا دو دوست ہیں۔ جو مدت سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ اور ملنے کا نہایت اشتیاق ہے۔ اور دونوں آکر باہم مل گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر لشکر کے منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا کہ علی اپنے آپ کو (معاذ اللہ) سحر و جادو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل گمان کرتا ہے۔ نہ وہ رسول تھا۔ اور نہ یہ امام ہے۔ بلکہ حقیقت میں دونوں جادوگر ہیں۔ لیکن ہم اس کے گرد چکر لگائیں گے۔ تاکہ اس شرمگاہ اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے۔ اس کو دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اس کلام کو حضرت کے کان میں پہنچایا اور آپ نے کھلم کھلا قنبر سے فرمایا۔ کہ منافقوں نے وصی رسول سے مکر و فریب کا ارادہ کیا ہے۔ اور ان کا گمان یہ ہے۔ کہ میں ان کے سامنے صرف دو درختوں کی ہی آڑ کر سکتا ہوں اور کچھ تدبیر نہیں کر سکتا۔ اس لیے تم جا کر ان درختوں سے کہدو۔ کہ وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ تم اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ قنبر نے ایسا ہی کیا اور وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے جدا ہوئے جیسے کوئی بزدل شخص کسی دلیر اور شجاع بہادر سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ پھر جناب امیر علیہ السلام نے جا کر بیٹھنے کے لیے اپنے کپڑے کو اٹھایا۔ اور منافقوں کی ایک جماعت ان کی طرف تکنے کے لیے گئی۔ حضرت نے اپنا کپڑا اٹھایا۔ وہ سب کے سب نابینا ہو گئے۔ اور ان کو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تب انہوں نے اپنے منہ ادھر سے پھیر لیے۔ اور ان کی آنکھیں اسی طرح روشن ہو گئیں جیسی پہلے تھیں۔ پھر انہوں نے حضرت کی طرف نگاہ کی اور اندھے ہو گئے۔ اور برابر ایسا ہی وقوع میں آتا رہا۔ کہ جب آپ کی طرف نظر اٹھاتے تھے اندھے ہو جاتے تھے۔ اور جب منہ پھیر لیتے تھے۔ دکھائی دینے لگتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت رفع حاجت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے مقام پر واپس تشریف لے آئے۔ اور اسی دفعہ ہر ایک کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد انہوں نے ارادہ کیا۔ کہ اس جگہ جا کر دیکھیں کہ کیا چیز خارج ہوئی ہے تب وہ اپنی اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اور وہاں سے قدم نہ اٹھا سکے۔ اور جب واپس آنے کا ارادہ کیا۔ تو قدم اٹھنے لگے۔ اور سو بار ایسا ہی وقوع میں آیا یہاں تک کہ وہاں سے

کوچ کرنے کا حکم صادر ہوا۔ اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور اپنی مراد کو نہ پہنچے۔ اور اس بات سے ان منافقوں کے سوا اس کے کچھ حاصل نہ ہوا کہ ان کی سرکشی اور نافرمانی زیادہ ہوئی۔ اور کفر و عناد اور بڑھ گیا۔

القصہ وہ منافق باہم ذکر کرنے لگے۔ کہ دیکھو۔ یہ بات کس قدر عجیب و غریب ہے۔ کہ باوجود ان معجزات و آیات کے معاویہ، عمر و یزید کے مقابلہ سے عاجز رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات امیر المومنین کے کان میں پہنچائی۔ اور حضرت نے حکم دیا کہ اے میرے پروردگار کے فرشتو۔ معاویہ عمر اور یزید کو لے آؤ۔ اور ان منافقوں نے ہوا میں دیکھا کہ فرشتے حبشی سپاہیوں کی صورت میں ہیں۔ اور ایک ایک نے ان تینوں میں سے ایک ایک کو پکڑ رکھا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے ان تینوں کو حضرت کے روبرو پیش کیا۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک تو معاویہ ہے۔ اور ایک عمر اور ایک یزید ہے۔ جناب امیر نے ان منافقوں سے فرمایا۔ تم ان کو دیکھو اگر میں چاہتا تو ان کو قتل کر سکتا مگر میں نے خود ہی ان کو چھوڑ دیا ہے۔

(آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۴۵-۱۴۶
امامیہ کتب خانہ لاہور)

خلاصہ کلام:

امام تقی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی کرامت بیان کی۔ منافقین نے چاہا۔ کہ ہم حضرت علی کی شرمگاہ دیکھیں۔ اسی مرتبہ کوشش کے باوجود محروم رہے۔ جب بھی دیکھنا چاہتے۔ اندھے ہو جاتے۔ اسی طرح سو مرتبہ رفع حاجت کے وقت ننگی چیز کو دیکھنے سے محروم رہے۔ منافقین کو خیال آیا۔ کہ اگر اتنا ہی صاحب کرامت تھے۔ تو معاویہ، عمر اور یزید کے سامنے کیوں نہ ٹھہر سکے یہ سن کر حضرت علی نے فرشتوں کے ذریعہ ان تینوں کو منگوا کر فرمایا۔ میں انہیں قتل کرنا چاہتا۔ تو قتل کر دیتا۔ لیکن میں نے خود چھوڑ دیا ہے۔

لمحہ فکریہ:-

ناظرین کرام، غور فرمائیں۔ کتنی بڑی "گپ"، ہانکی۔ عقل کے اندھوں کو اندھیرے میں یہ بھی نہ سوجھا۔ کہ حضرت علی اور یزید کی آپس میں جنگ کب ہوئی۔ جس میں شکست کا طعنہ منافق دے رہے ہیں۔ پھر ان کی یہ بکواس دیکھیں۔ کہ منافقین نے اسی مرتبہ آپ کی شرمگاہ دیکھنا چاہی۔ اس سے ان کا کیا مقصود تھا۔ پھر حضرت علی کے فرشتے آپ کے اتنے تابعدار کہ مرے ہوؤں کو فرشتے پکڑ کر لے آئے۔ اور حضرت علی فرما رہے ہیں۔ کہ میں چاہتا تو انہیں قتل کر دیتا۔ اگر فرشتے آپ کے اتنے ہی حکم کے بندے تھے۔ تو جب (بقول شیعہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر ابوبکر کی بیعت کے لیے کھینچا جا رہا تھا۔ اور آپ نے روتے ہوئے، بادلِ نخواستہ بیعت کی۔ تو اس وقت فرشتوں کو بلا لیتے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ از اول تا آخر یہ روایت شیعہ حضرات کی من گھڑت ہے۔ اس سے حضرت علی کی توہین بھی کی گئی۔ اور امام نقی پر اتہام لگایا۔ کہاں امام نقی اور کہاں حضرت علی کی شرمگاہ کے بارے میں اس قدر خرافات کا پلندہ۔ کوئی مناسبت نہیں۔

فصل سیزدہم

شیعوں کی امام حسن عسکری اور امام قائم (مہدی) سے گستاخیاں

شیعوں کے نزدیک علی نفسِ نبی ہے۔ بقول امام حسن عسکری گستاخی نمبر(۱):۔

آثارِ حیدری :۔

ابو یعقوب راوی تفسیر روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام حسن عسکری سے عرض کی۔ اے فرزند رسول آیا رسول خدا اور امیر المومنین کے بھی ایسے معجزے تھے۔ جو موسیٰ کے آیات ومعجزات کے مشابہ تھے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ علی نفس رسول ہے۔ اور رسول خدا کے معجزے عین علی کے معجزے ہیں۔ اور علی کے معجزے رسول خدا کے معجزے ہیں۔ اور

کوئی معجزہ ایسا نہیں جو خدا نے کسی نبی یا رسول گزشتہ کو عطا کیا ہو اور اس کے مشابہ یا اس سے بہتر محمد کو عنایت نہ کیا ہو۔

لعنت کا طوق :-

اس روایت سے ایک مسئلہ صاف طور سے پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نفس رسول سمجھتے ہیں۔ اور یہی ان کا عقیدہ ہے۔ اس لیے ان کے عقیدہ کے مطابق علی اور رسول کوئی دو شخص نہیں۔ اور جدا جدا دو شخصیتیں نہیں۔ بلکہ ایک ہی ہیں۔ اس لیے امام حسن عسکری اس کی دلیل پیش کر رہے ہیں کہ جو معجزات علی کے وہی رسول اللہ کے اور جو رسول اللہ کے وہی معجزات علی کے ہیں۔ کیونکہ وہ نفسِ رسول ہیں۔ تو اس سے اتنا معلوم ہوا۔ کہ ان لوگوں کے نزدیک حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں۔ حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ کہ جو ہمیں نبی کہے اس پر خدا کی لعنت)

(رجال کشی ص۲۵۵ تذکرہ ابوالخطاب)

حضرت باقر نے کہا امام مہدی برہنہ بدن ظاہر ہوں گے اور

ان کی بیعت سب سے پہلے نبی علیہ السلام کریں گے۔

حق الیقین :-

از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آید خدا اورا یاری کند بملائکہ و اول کسی کہ با او بیعت کند محمد (ص) باشد و بعد از ان علی (ع) و شیخ طوسی و نعمانی از حضرت امام رضا (ع) روایت کردہ اند کہ از علامات ظہور

حضرت قائم (ع) آں است کہ بدن برہنہ در پیش قرص آفتاب ظاہر خواہد شد و منادی ندا خواہد کرد کہ امیر المومنین است۔

(حق الیقین ص ۱۹ ۲ در بیان اثبات رجعت مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ جب قائم آل محمد (مہدی) آئیں گے اللہ ان کی فرشتوں کے ذریعہ مدد کرے گا۔ اور ان کی سب سے پہلے بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ شیخ طوسی اور نعمانی امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ امام مہدی کے ظہور کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے۔ کہ وہ سورج کی ٹکیہ کے سامنے برہنہ بدن ظاہر ہوں گے۔ ایک منادی ندا کرے گا۔ کہ یہ امیر المومنین ہیں:۔

لمحہ فکریہ:

اس بات کو تمام مانتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نبی الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں۔ اس لیے آپ پوری کائنات کے امام اور پیشوا ہیں۔ لیکن آپ کا کوئی دوسرا (بجز رب العزت) پیشوا نہیں ہو سکتا۔ تو جب یہ بات مسلم ہوئی۔ پھر یہ کہنا۔ کہ امام غائب ظاہر ہوں گے۔ تو ان کی سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اور بعد میں حضرت علی بیعت کریں گے۔ کیا ایسا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کی توہین نہیں ہے۔ کیونکہ حضور کی امام غائب سے بیعت کرنا خلاف واقعہ بھی ہے۔ اور صریح کذب بھی ہے۔ پھر جرأت یہ کی کہ اس کی نسبت امام رضا رضی اللہ عنہ کی طرف کر دی۔ یہ بھی گستاخی ہے۔ اور اسی طرح امام مہدی کے بارے ننگے بدن سورج کی ٹکیہ کے سامنے ظاہر

ہونا۔ یہ امام مہدی کی شان میں بہت گستاخی ہے۔ جو بالکل واضح ہے۔ دوسرا یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ امام قائم کے ننگا ہو کر ظاہر ہونے میں کیا حکمت ہے۔

امام غائب کا تعارف

عقیدہ اہل سنت:-

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث مقدسہ کی روشنی میں جو عقیدہ اہل سنت ہے وہ مختصر طور پر یہ ہے۔ کہ امام مہدی قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔ مکہ المکرمہ میں ان کا ظہور ہوگا۔ خانہ کعبہ میں حجر اسود کے قریب مقام ملتزم پر کھڑے ہو کر اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمائیں گے۔ آپ کا زمانہ ایسا زریں ہوگا۔ کہ سونا اور چاندی پانی کی طرح ہوگا۔ اور پوری دنیا میں کوئی بھی بدکاری نہیں رہے گا۔ امن وسلامتی کی یہ حالت ہوگی۔ کہ بھیڑیے اور بھیڑ بکریاں مل کر چریں گے۔ اور پئیں گے۔ لیکن ایک دوسرے کا کوئی نقصان نہ کریں گے۔

عقیدہ اہل تشیع:-

امام مہدی کو یہ لوگ "امام غائب اور امام قائم" بھی کہتے ہیں۔ "امام غائب" سے ملقب ہونے کی ان کے ہاں یہ وجہ مذکور ہے۔ کہ یہ امام ۲۵۶ھ میں امام حسن عسکری کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش "شہر سر من راہ" میں ہوئی۔ جب ان کے والد حضرت امام حسن عسکری کا انتقال ۲۶۵ھ میں ہوا۔ تو یہ [illegible] تب پانچ برس کے تھے۔ پھر چار سال بعد یعنی ۹ سال کی عمر میں ایک غار میں تشریف لے گئے۔ اور "غائب" ہو گئے۔ آج تک اس سے باہر نہیں نکلے۔

"تاریخ الائمہ"، جو شیعہ حضرات کی معتبر کتاب میں سے ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ امام حسن عسکری کے وصال کے وقت ان (مہدی) کی عمر صرف پانچ برس تھی۔ لیکن اس صغر سنی

کے ہوتے ہوئے بھی اپنے والد کی نماز جنازہ انہوں نے خود پڑھائی تھی۔

(تاریخ الائمہ ص ۳۷۹-۳۸۰)

بقول شیعہ قتل کے خوف سے امام مہدی غائب ہو گئے

اصول کافی:۔

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنَّ لِلْقَائِمِ غَيْبَةً قَبْلَ اَنْ يَقُوْمَ اَنْ يَخَافَ وَاَوْمَا بِيَدِهٖ اِلٰى بَطْنِهٖ يَعْنِى الْقَتْلَ۔

ترجمہ:۔

زرارہ سے مروی ہے۔کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا۔امام قائم آل محمد کے لیے بچپن ہی میں غیبت ہو گئی خوف کی وجہ سے اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے اپنے شکم کی طرف یعنی قتل کے خوف سے۔الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۱ ص ۴۰۵ (کراچی)

(اصول کافی کتاب الحجت باب الغیبت

جلد اول ص ۳۳۸)

اصول کافی:۔

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنَّ لِلْقَائِمِ غَيْبَةً قَبْلَ اَنْ يَقُوْمَ قَالَ قُلْتُ وَلِمَ قَالَ يَخَافُ وَاَوْمَا بِيَدِهٖ اِلٰى بَطْنِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا زُرَارَةُ

وَهُوَ الْمُنْتَظَرُ۔

(اصول کافی باب الغیبۃ کتاب الحجۃ،
ص ۳۳۷ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

زرارہ سے مروی ہے۔ کہ مجھ سے حضرت ابو عبداللہ نے فرمایا۔ حضرت امام قائم کی غیبت بچپن ہی سے ہو گئی تھی میں نے کہا۔ یہ کیوں ہوئی فرمایا دشمن کے خوف سے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اپنے بطن کی طرف (یعنی وہ دشمن میری نسل ہی سے ہو گا۔ یہ اشارہ ہے۔ جعفر کذاب کی طرف)۔ پھر فرمایا۔ اے زرارۃ وہ امام منتظر ہو گا۔ اور اس کی ولایت میں شک کیا جائے گا۔ کوئی کہے گا اس کے باپ لاولد مرے۔ کوئی کہے گا کہ حمل میں انتقال ہو گیا۔ کوئی کہے گا۔ وہ باپ کی موت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ وہ امام منتظر ہوں گے۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۴۰۸
طبع کراچی)

کسی شیعہ کو امام مہدی کا نام لینا جائز نہیں

روایت نمبر (۱) :۔

اصول کافی :۔

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَحْمَدَ الْعَلَوِيِّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْقَاسِمِ الْجَعْفَرِيِّ

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْحَسَنِ الْعَسْكَرِىَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ الْخَلَفُ مِنْ بَعْدِى الْحَسَنُ فَكَيْفَ لَكُمْ بِالْخَلَفِ مِنْ بَعْدِ الْخَلَفِ فَقُلْتُ وَلِمَ جَعَلَنِىَ اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ اِنَّكُمْ لَا تَرَوْنَ شَخْصَهٗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ ذِكْرُهٗ بِاسْمِهٖ فَقُلْتُ كَيْفَ نَذْكُرُهٗ فَقَالَ قُوْلُوا الْحُجَّةُ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهٗ

روایت نمبر (۲)

عَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِىِّ قَالَ سَاَلَنِىْ اَصْحَابُنَا بَعْدَ مُضِىِّ اَبِىْ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ اَسْاَلَ عَنِ الْاِسْمِ وَالْمَكَانِ فَخَرَجَ الْجَوَابُ اِنْ دَلَلْتَهُمْ عَلَى الْاِسْمِ اَذَاعُوْهُ وَاِنْ عَرَفُوْا الْمَكَانَ دَلُّوْا عَلَيْهِ۔

روایت نمبر (۳)۔

عدة من اصحابنا عن جعفر بن محمد ابن فضال عن الريان بن الصلت قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ سُئِلَ عَنِ الْقَائِمِ قَالَ لَا يُرٰى جِسْمُهٗ وَلَا يُسَمّٰى اِسْمُهٗ۔

روایت نمبر (۴)

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مَحْبُوْبٍ عَنِ ابْنِ رِئَابٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ صَاحِبُ هٰذَا الْاَمْرِ لَا يُسَمِّيْهِ بِاِسْمِهٖ اِلَّا كَافِرٌ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۳۲-۳۳۳،
مطبوعہ تہران طبع جدید۔ کتاب الحجۃ
باب فی النھی عن الاسم)

ترجمہ روایات:-

روایت نمبر (۱):-

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے سنا۔ کہ میرے بعد میرے جانشین حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔ پھر فرمایا۔ تم کیا طریقہ اختیار کرو گے ان کے فرزند کے ساتھ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کیوں نہ ہم ان کی اتباع کریں گے فرمایا تم ان کے وجود کو نہ دیکھ سکو گے۔ اور نہیں جائز ہوگا۔ تمہارے واسطے ان کا نام لے کر ذکر کرنا میں نے کہا۔ پھر ہم کس لیے ذکر کریں گے۔ فرمایا یہ کہنا حجت آلِ محمد صلوات اللہ وسلامہ۔

روایت نمبر (۲):-

راوی کہتا ہے۔ کہ امام حسن عسکری کے انتقال کے بعد ہمارے اصحاب نے کہا۔

کہ میں حضرت صاحب الامر سے ان کا نام اور جگہ معلوم کروں جواب آیا کہ اگر تم نام معلوم کرو گے تو لوگ اسے شہرت دیں گے۔ اور یہ ہمارے خاندان کے لیے ضرر رساں ہو گا اور اگر مکان کا پتہ چل گیا تو چڑھ دوڑیں گے۔

روایت نمبر (۳):-

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ حضرت سے جب قائم آل محمد کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان کا جسم نہیں دیکھا جائے گا۔ اور ان کا نام نہیں لیا جائے گا۔

روایت نمبر (۴):-

راوی کہتا ہے۔ کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب الامر کو ان کے نام سے نہ پکارے گا مگر کافر۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی ص ۳۹۴-۳۹۵
جلد اول مطبوعہ کراچی)

خلاصہ کلام:-

مذکورہ احادیث سے واضح ہوا۔ کہ امام غائب اس دور میں پیدا ہوئے تھے۔ جب خطرات کا زمانہ تھا۔ اسی لیے وہ خوف کی وجہ سے غائب ہو گئے۔ کیونکہ امام جعفر صادق رض نے فرمایا۔ اگر لوگوں کو ان کا پتہ چل جائے۔ تو انہیں قتل کر دیں۔ اس لیے وہ مارے خوف کے چھپ گئے ہیں۔ اور ان کا پوشیدہ رکھنا بہت ضروری ہے۔ اسی بنا پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان کا نام لے کر انہیں بلانا جائز نہیں۔ بلکہ یہاں تک فرما دیا۔

کرانہیں نام لے کر بلانے والا کافر ہے۔ بہرحال وہ غائب ہیں۔ لیکن زندہ ہیں سا اور ان کی واپسی کا انتظار ہے۔ اسی لیے انہیں "امام منتظر" بھی کہتے ہیں۔

امام غائب کے ظہور کے زمانہ میں شیعہ روایات کا اختلاف ہی اس قصہ کے من گھڑت ہونے کی قوی دلیل ہے

روایت نمبر (۱):۔

بقول حضرت علی امام مہدی کی غیبت زیادہ سے زیادہ چھ سال ہوگی

بعض کتب شیعہ میں یوں مذکور ہے۔ کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ امام مہدی کتنے دن غائب رہیں گے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

اصول کافی:۔

سِتَّةَ اَیَّامٍ اَوْ سِتَّ اَشْهُرٍ اَوْ سِتَّ سِنِیْنَ۔

(اصول کافی باب الحجۃ جلد اوّل ص ۳۳۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

یعنی چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال۔

روایت نمبر(۲):۔

امام رضا نے کہا مہدی کے غائب رہنے کا عرصہ تین سو
تیرہ مخلص شیعہ پیدا ہونے تک ہے

احتجاج طبرسی:۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنَّا اِلَّا قَآئِمٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَهَادٍ اِلٰى دِيْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ الْقَآئِمَ الَّذِىْ يُطَهِّرُ اللّٰهُ بِهِ الْاَرْضَ مِنْ اَهْلِ الْكُفْرِ وَالْجُحُوْدِ وَ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا هُوَ الَّذِىْ يَخْفٰى عَلَى النَّاسِ وِلَادَتُهٗ وَ يَغِيْبُ عَنْهُمْ شَخْصُهٗ وَ يَحْرُمُ عَلَيْهِمْ تَسْمِيَتُهٗ وَ هُوَ سَمِىُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَنِيُّهٗ وَهُوَ الَّذِىْ تُطْوٰى لَهُ الْاَرْضُ وَيُذَلُّ لَهٗ كُلُّ صَعْبٍ يَجْتَمِعُ اِلَيْهِ مِنْ اَصْحَابِهٖ عِدَّةَ اَهْلِ بَدْرٍ (ثَلَاثُمِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ) رَجُلًا مِّنْ اَقَاصِى الْاَرْضِ وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا

يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ فَاِذَا اجْتَمَعَتْ لَهُ هٰذِهِ الْعِدَّةُ مِنْ اَهْلِ الْاِخْلَاصِ اَظْهَرَ اللّٰهُ اَمْرَهُ فَاِذَا اَكْمَلَ لَهُ الْعَقْدُ (وَهُوَ عَشَرَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ) خَرَجَ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا يَزَالُ يَقْتُلُ اَعْدَاءَ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْضٰى عَزَّ وَجَلَّ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۵۰ مطبوعہ قم
خیابان طبع جدید۔ اجوبتہ علیہ السلام
علی اسئلۃ یحیٰی بن اکثم)
(احتجاج طبرسی ص ۲۴۸ طبع قدیم مطبوعہ
نجف اشرف)

ترجمہ:۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک اللہ کے حکم سے قائم ہے اور اللہ کے دین کا ہادی ہے۔ لیکن قائم وہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے زمین کو کفر و جور سے پاک کرے گا۔ اور عدل و انصاف کے ساتھ زمین کو بھر دے گا۔ اور وہ وہ ہے۔ کہ جس کی ولادت اور اس کا وجود لوگوں سے مخفی ہوگا۔ اور لوگوں پر اس کا نام لینا بھی حرام ہوگا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمنام اور ہم کنیت ہوگا۔ اور وہ وہ ہے۔ کہ جس کے لیے زمین کو لپیٹا جائے گا۔ اور اس کے لیے ہر سخت کو نرم کیا جائے گا۔ اور اس کے لیے جمع ہوں گے۔ اس کے صحاب اہل بدر کی تعداد کے برابر زمین کے کناروں سے (۳۱۳) اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے کہ تم جہاں بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ایک جگہ کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے''۔ اور جب اہل اخلاص سے یہ تعداد اس کے لیے جمع ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب اس کی

تعداد پوری ہو جائے گی۔ (دس ہزار) اس وقت وہ اللہ کے اذن سے نکل اٹھے گا پس وہ ہمیشہ دشمنوں کو قتل کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔

روایت نمبر ۳:۔

امام باقرؒ نے کہا مہدی کا ظہور اللہ نے ۷۰ھ میں مقرر کیا تھا پھر ائمہ اہل بیت سے شیعوں کی غداری کے سبب ۱۴۰ھ تک اور پھر غیر معینہ مدت تک ملتوی کر دیا۔

اصول کافی:۔

عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ الثُّمَالِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ یَا ثَابِتُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كَانَ وَقَّتَ هٰذَا الْاَمْرَ فِی السَّبْعِیْنَ فَلَمَّا اَنْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ. فَاَخَّرَهٗ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ وَمِائَةٍ فَحَدَّثْنَاكُمْ فَاَذَعْتُمُ الْحَدِیْثَ فَكَشَفْتُمْ قِنَاعَ السِّتْرِ وَلَمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَیَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ

قَالَ اَبُوْ حَمْزَةَ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ قَدْ كَانَ كَذٰلِكَ ۔

(اصول کافی باب کراہت التوقیت جلد اول ص ۳۶۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو کہتے سنا۔ کہ اے ثابت (نام ابو حمزہ) اللہ نے ہمارے اور شیعوں کے لیے فراخی اور حکومت کا زمانہ ۷۰ھ کو معین کیا تھا چونکہ امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔ لہذا خدا کا غضب نازل ہوا شہریکین اہل زمین پر پس تاخیر کی ان مشرکوں کی رسوائی کے لیے ۱۴۰ھ تک پس ہم نے بیان کیا تم سے اپنے اسرار کو تم نے نشر کر دیا۔ ہماری باتوں کو اور کھول دیا ہمارے بھیدوں کو اس کے بعد خدا نے کوئی وقت معین نہ کیا اور اللہ جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ ابو حمزہ نے کہا میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔

لمحہ فکریہ:-

مذکورہ تین روایات کو اگر کوئی شخص سرسری نظر سے بھی پڑھے گا۔ تو یہ کہنے پر مجبور ہو گا۔ کہ امام غائب کا قصہ از اول تا آخر تمام من گھڑت ہے۔ اور بڑی چالاکی سے اسے وضع کیا گیا ہے۔ شیعہ حضرات کی کتب ان کے اس عقیدہ سے بھری پڑی ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کو "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" کا علم ہوتا ہے جب ان کے علم کا یہ حال ہے۔ تو پھر امام غائب کے بارے میں ان کے اس قول کا کیا معنی ہو گا۔؟ "امام غائب چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال میں ظاہر ہوں گے۔ پھر یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے آپ

کی شدید توہین کی گئی ہے۔ کیونکہ آپ نے امام غائب کے ظہور کی مدت زیادہ سے زیادہ چھ سال مقرر فرمائی۔ اب اس کے بعد بھی ساڑھے بارہ سو سال سے اوپر گزر چکے ہیں۔ لیکن امام غائب کے ظہور کا نام و نشان تک نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اگرچہ منسوب کر دیا گیا۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ قول ہرگز ہرگز نہیں۔

دوسری روایت میں جو یہ کہا گیا ہے۔ کہ جب تین سو تیرہ مخلص شیعہ آکر جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب ان کی تعداد دس ہزار تک پہنچ جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ امام غائب (مہدی) کو دنیا میں ظاہر فرما دے گا۔ اس روایت میں قابلِ غور یہ بات ہے۔ کہ امام غائب تو اب تک یقیناً ظاہر نہیں ہوا۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ آج تک روئے زمین پر دس ہزار مخلص شیعہ جمع نہ ہو سکے۔ جس کی وجہ سے امام غائب، ابھی تک غائب ہے۔ ورنہ دس ہزار نہیں بلکہ اس سے زائد موجود ہیں۔ تو اب امام غائب کس کی انتظار میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اپنے کہنے کے مطابق اب انہیں منظر عام پر کیوں نہیں لا رہا۔؟

تیسری روایت جو امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ وہ بھی ان پر محض افترا اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ کیونکہ اس میں امام موصوف کی طرف منسوب کر کے یہ بات کہی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امام غائب (مہدی) کے ظہور کے لیے ۷۰ھ کا زمانہ مقرر فرمایا۔ اور پھر جب قتلِ حسین رضی اللہ عنہ اللہ نے غضب میں آکر یہ زمانہ ۱۴۰ھ تک بڑھا دیا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ یوں ہوا کہ جب شیعوں نے بدعہدی کی۔ اور اپنے امام غائب کے راز کو فاش کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے غیر معین عرصہ کے لیے امام غائب کے ظہور کو موقوف کر دیا۔ کیا امام باقر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس قسم کی ترمیم و تنسیخ کا قول کر سکتے ہیں؟ کیا "هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" کا امام موصوف کو علم نہ تھا۔؟ گویا اس روایت میں صرف امام باقر رضی اللہ عنہ کی ہی توہین نہیں کی گئی۔ بلکہ اللہ رب العزت کی شانِ بے نیازی میں بھی دخل اندازی کی گئی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔

کہ یہ روایت بھی پچھلی روایت کی طرح بے اصل اور موضوع ہے۔ جب روایت من گھڑت ہوئی تو اس سے جس واقعہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ یعنی "امام غائب کا ظہور"، یہ قصہ بھی من گھڑت نکلا ۱۔

تازیانہ عبرت:۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی ہم شیعوں کے امام رضا کا قول نقل کر چکے کہ دس ہزار مخلص شیعہ پیدا ہونے پر اللہ امام مہدی کو ظاہر کر دے گا۔ جب کہ امام رضا ہی کے دور میں شیعوں کی تعداد لاکھوں تک تھی۔ اس کے باوجود آپ کا مذکورہ ارشاد بتلاتا ہے کہ ان لاکھوں میں دس ہزار بھی مخلص شیعہ نہ تھے ورنہ امام رضا کے دور میں ہی مہدی ظاہر ہو جاتے۔ بلکہ امام رضا کا یہ قول پڑھیں اور شیعہ مذہب کی حقیقت سمجھیں۔

موسیٰ بن بکر واسطی نے کہا مجھے امام رضا نے فرمایا اگر میں اپنے شیعوں کی تمیز کرتا ہوں۔ تو محض زبانی تعریف کرنے والا ہی پاتا ہوں۔ اگر میں ان کا امتحان لوں تو سب کو مرتد پاؤں گا۔ اگر ان کی صحیح جانچ لوں تو ہزاروں میں سے ایک بھی مخلص نہ نکلے ان کی چھان بین کرنے سے میرے لیے یہی کچھ باقی رہ جاتا ہے کہ ایک مدت ہوئی مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں ہم علی کے شیعہ ہیں۔ حالانکہ علی کا شیعہ وہ ہے جو جس کا قول اس کے عمل کی تصدیق کرے۔

(۱)۔ روضہ کافی جلد ۸ ص ۲۲۸ طبع تہران جدید

(۲)۔ حلیۃ المتقین ص ۷ طبع تہران)

شیعوں کے نزدیک ان کا امام غائب کہاں گم ہوا

چہاردہ معصوم :۔

در سامرا قبر امامین ہمامین حضرت ہادی و حضرت عسکری متوفی سنہ ۲۶۰ھ و سرداب غیبتِ حجۃ بن الحسن عج در کنار آں بارگاہ قرار گرفتہ در سامرا در صحن بزرگ است۔

(چہاردہ معصوم مصنف عماد الدین حسین اصفہانی
جلد دوم ص ۷۶۶ طبع جدید ایران)

ترجمہ :۔

سامرا (عراق کا شہر) میں دو بزرگ اماموں حضرت ہادی اور حضرت امام حسن عسکری کی قبر ہے اور امام حسن عسکری کے بیٹے حضرت حجۃ (امام مہدی) کے غائب ہونے والا تہہ خانہ اسی بارگاہ کے جوار میں بڑے صحن کے اندر ہے۔

سامرا کے تہہ خانہ میں بسا اوقات اولیاء اللہ کو امام غائب مختلف بھیسوں میں نظر آتا ہے۔

چہاردہ معصوم :۔

آفتاب وجود شس از شرق دامان مادرش نرجس خاتون شاہزادہ رومی در شب جمعہ ۱۵ شعبان نزدیک صبح در سال ۲۵۵ھ پدیدار گشت و تاکنون کہ ۱۱۱۸ سال از آں ش میگذرد در پسِ پردۂ غیب از چشم جہانیان مخفی است تا آنگہ بامر الٰہی ظاہر گردد

.........وصف سرداب علی غیبتِ کبریٰ، آں زمینے بسیار زیبا و وسیعے کہ چند خانہ بزرگ عسکریین را باہم مربوط میساخت بسبب حملہ دشمناں جائے غیبت کبریٰ قرار گرفت یعنی امام عصر حجۃ بن الحسن العسکری عج برائے آخرین دفعہ از انظار عمومی آنجا مخفی شد و دیگر ہیچ کس جز خواص اوتاد و مخلصین از مردم او را نمے بینید مگر کسانیکہ از اولیاء خدا باشند و دیدہ حق بیں داشتہ۔ و او بوجود آید و تواند آں شخصیت را در ہر لباس است ببیند۔

(چہاردہ معصوم جلد دوم ص ۶۸۲ طبع ایران)

ترجمہ:-

امام غائب کا آفتاب وجود اپنی والدہ کے انکِ داماں سے (جن کا نام نرجس خاتون ہے) شعبان کی ۱۵ تاریخ کو ۲۵۵ھ میں بوقت صبح ظاہر ہوا ۱۱۱۸ سال ہوئے اب تک دنیا والوں کی نظر سے پردہ خفا میں ہیں۔ تاآنکہ اللہ کے حکم سے ظاہر ہوں گے۔

جس تہہ خانہ میں آپ کی غیبت کبریٰ۔ ہوئی۔ وہ جگہ زمین کے اندر بڑی خوبصورت اور وسیع ہے جو عسکریین کے چند بڑے کمروں کو آپس میں ملاتی ہے، دشمنوں کے حملے کے خوف سے وہاں آپ کی غیبت کبریٰ واقع ہوئی یعنی امام زمانہ حضرت حجۃ بن امام حسن عسکری (اللہ انہیں جلدی ظاہر کرے) اس جگہ آخری بار عام لوگوں کی نظر سے مخفی ہوئے، خاص الخاص اور مخلص بندوں کے سوا انہیں کوئی دیکھ نہیں سکتا البتہ جو لوگ اولیاء اللہ میں سے ہوں اور خدا شناس نگاہیں رکھتے ہوں وہ آپ کو دیکھ سکتے ہیں۔ خواہ آپ جس بھی لباس میں ہوں۔

اس وقت شیعوں کا امام غائب ان کے نزدیک بلاد مغرب میں حکومت کرتا ہے

روایت نمبر (۱):۔

تذکرہ الائمہ:۔

در کتاب نزعۃ الناظر مسطور است کہ امروز مکان حضرت الامر در جزیرہ از جزائر مغرب است کہ آنرا علیہ خوانند و ہر یک از اولاد مذکور آں حضرت طاہر و قاسم در جزیرہ از اں جزائر حاکمند و مؤید ایں قول آنکہ در شام شہر سے ہست حزین نام اوست سید صالح شیعہ از مردم آں ولایت است ایں فقیر را خبر داد کہ ما در مکہ بودیم شخصے را دیدم کہ در بازار منی میگردید و زری در دست داشت و مے خواست بفروشد و کسی از و ایں زر را نمے خرید بدو گفتم تو را چہ حالت است گفت چند درہم دارم و کسے از من نمیگیرد نمے دانم چہ کنم گفتم بمن بنما چوں نگاہ کردم سکہ او ایں بود اللہ ربنا و محمد نبینا و المھدی امامنا۔

پرسیدم کہ تو از کجائی؟ گفت از بلاد مغربم و در میان دریائے خضر وا را پادشاہ است کہ نام او مہدی است، و ایں سکہ بنام مبارک اوست و عمر بسیار دارد من گفتم کیست ایں مہدی؟ و از کدام طائفہ است؟ انگشت بلب گذاشت کہ حرف مزن اگر تو شیعہ ای میدانی۔

(تذکرہ الائمہ ملا باقر مجلسی ص ۱۴۰ طبع جدید ایران)

ترجمہ:-

کتاب نزہۃ الناظر میں لکھا ہے کہ حضرت الامر (امام مہدی) کا جائے قرار اس وقت مغرب جزائر میں سے ایک جزیرہ میں ہے۔ جسے علیہ کہتے ہیں اور آپ کی زرینہ اولاد میں سے طاہر اور حاکم دونوں ان جزائر میں سے ایک ایک جزیرہ کے حاکم ہیں۔

اس قول کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ ملک شام میں ایک حزن نامی شہر ہے وہاں کے ایک باشندے سید صالح شیعہ نے مجھے بتلا دیا کہ جب ہم مکہ میں تھے۔ میں نے وہاں منیٰ کے بازار میں ایک شخص کو گھومتے ہوئے دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں کچھ سونا تھا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا مگر کوئی شخص اس سے خرید نہیں رہا تھا۔ میں نے اُسے کہا یہ آپ کی کیا حالت ہے؟ کہنے لگا میرے پاس چند درہم ہیں اور کوئی شخص خرید نہیں رہا اب کیا کروں میں نے کہا مجھے دکھلا دو۔ جب میں نے دیکھا تو ان درھموں پر یہ مہر تھی۔ اللہ ہمارا رب ہے محمدؐ ہمارا نبی ہے اور مہدی ہمارا امام ہے۔ میں نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے؟ کہنے لگا میں مغربی ممالک میں سے دریائے اخضر کے درمیان کا رہنے والا ہوں۔ ہمارا بادشاہ مہدی نام رکھتا ہے یہ سکہ اسی کے نام مبارک کا ہے اس کی عمر بڑی لمبی ہے۔ میں نے کہا یہ مہدی کون ہے اور کس گروہ سے ہے؟ تب اس نے لب پر انگشت رکھ دی اور کہا آگے بات نہ کرنا، اگر تو شیعہ ہے تو سب کچھ جانتا ہوگا۔

روایت نمبر ۲:-

تذکرۃ الائمہ:-

علی بن عزالدین استرآبادی نقل کرتا ہے۔ جس کے باپ دادا کمال علم وورع اور شیعہ ہونے

میں علاقہ عرب میں مشہور تھے، کہ آج سے پانچ سال پہلے میں ایک جماعت کے ساتھ دریائے شام میں تھا کہ دریا میں ایک کشتی نمودار ہوئی جو عام کشتیوں سے مختلف تھی۔ جب وہ کشتی نزدیک آئی۔ تو اس میں جو لوگ تھے ہم ان کے قریب پہنچے اور ان کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ ایک ماہ سے راہ گم کیے ہوئے ہیں اور آبادی تک نہیں پہنچ سکے۔ آگے ملا باقر شیعہ کی زبانی واقعہ سنیئے۔

تذکرۃ الائمہ:۔

پس احوال پرسیدہ کہ شما در چہ دیں ہستید چوں معلوم کردند کہ بر دین اسلام ایم خوشدل شدند اما مخدر بودند تا آنکہ تحقیق کردند کہ بطریق اثنی عشریم بیکبارگی رام شدند و بکنار خشکی آمدند و ایشاں را ترغیب کردیم بہ نیکی اعتقاد مردم اینولایت و ارزانی و فراوانی نعمت گمان ایشان یقین شد کہ مخالفت دریں ولایت نمے باشد پس بیروں آمدند و نماز ظہر را بجماعت گزاردند و دراہم بسیار بیروں آوردند کہ چیزے بجز ندو سکہ آں دراہم بنام مبارک امام مہدی بود

(تذکرۃ الائمہ، ص ۱۴۱ طبع ایران)

ترجمہ:۔

انہوں نے پوچھا کہ تم کس دین میں ہو؟ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم دین اسلام پر ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے مگر کچھ خوفزدہ تھے جب انہیں تحقیق ہو گئی۔ ہم (اہل تشیع ہیں) بارہ اماموں کے قائل ہیں تو وہ یک دم نرم ہو گئے اور ساحل پر آ گئے ہم نے انہیں شامی لوگوں کے حسن اعتقاد اور نعمتوں کی فراوانی وغیرہ سے خبر دی تو انہیں یقین ہو گیا کہ اس ملک میں ہماری مخالفت نہیں ہو گی چنانچہ وہ باہر آ گئے۔ اور ہمارے ساتھ نماز ظہر ادا کی اور بہت سے درہم باہر لائے

تاکہ کچھ چیزیں خریدیں۔ ہم نے دیکھا کہ ان دراہم کی مہر امام مہدی کے نام کی تھی۔
یاد رہے ملا باقر مجلسی نے مذکورہ واقعات بارہ امام مہدی کے ذکر میں اس عنوان کے تحت لکھے ہیں "اسامی و کلامی آنحضرت و جماعتے کہ آنحضرت را دیدہ اند" یعنی امام مہدی کے نام اور کلام۔ اور اس جماعت کا ذکر جنہوں نے آنحضرت کو دیکھا ہے۔

لمحۂ فکریہ:

کتاب چہاردہ معصوم کی دو عدد عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ امام مہدی بغداد کے قریب شہر سامرہ کے ایک تہہ خانہ میں غائب ہیں اور عام لوگوں کو تو نظر نہیں آتے مگر خاص لوگ انہیں پہچان لیتے ہیں خواہ وہ کسی بھی لباس میں ظاہر ہوں۔ اور تذکرۃ الائمہ کی دو عدد روایات سے واضح ہوا کہ امام مہدی کے دو بیٹے طاہر و قاسم مغرب کے جزائر میں حکومت کرتے ہیں اور وہاں امام مہدی کے نام کا سکہ چلتا ہے۔
قارئین کرام: شیعہ حضرات کی ان دو معتبر عبارات میں غور کریں اور پھر فیصلہ کریں۔ کہ آیا امام مہدی غائب ہے یا دنیا کا ایک عظیم بادشاہ ہے جو تقریباً بارہ سو سال سے حکومت کرتا چلا آرہا ہے۔ علاوہ ازیں معتبر بلکہ امام غائب کی مصدقہ کتاب میں تو یوں مذکور ہے کہ امام جعفر نے فرمایا کہ جو آدمی امام مہدی کا نام لے وہ ہمارا قاتل ہے اور کافر ہے۔
اب ان مختلف اقوال کو تطبیق دے کر جمع کرنا عقل انسانی سے باہر ہے۔ جب ان کی تطبیق مشکل ہے تو معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات نے امام مہدی کے متعلق جو کچھ بھی افسانے بنا رکھے ہیں۔ وہ ان کے اپنے خانہ ساز ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مقام غیبت اور مقام حکومت میں یوں تطبیق دیں کہ امام مہدی داخل تو سامرا کی غار میں ہوا اور اس کا رخ جانب مغرب کو ہو گیا اور زمین میں غار بنتی ہوئی مغرب میں جا نکلی وہاں جا کر امام ظاہر ہو گیا۔ مگر اس کی تردید بھی یہاں موجود ہے کیونکہ وہ چند گز لمبی ہے جہاں سے وہ آگے نہیں چلتی

اسی لیے امام غائب بسا اوقات وہاں ظاہر ہو کر خاص لوگوں کو زیارت کرواتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ سب باتیں جھوٹ ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود تو امام دشمنوں سے خائف ہو کر غار میں چھپ جائے اور پھر لوگوں پر حکومت بھی کرے۔ پھر حیرت کی یہ بات ہے۔ کہ جب شیعہ حضرات سے پوچھا جائے کہ مہدی کون ہے تو انگشت بدہاں جواب دیا جاتا ہے کہ اگر تم شیعہ ہو تو سب کچھ جانتے ہو۔ لہذا خاموش رہو۔

ثابت ہوا کہ یہ تمام افسانے سفید جھوٹ ہیں۔ اور شیعہ حضرات کا اب نہ کوئی امام ہے نہ ان کے پاس کوئی قرآن ہے۔

شیعوں کے نزدیک امام غائب جب نکلیں گے تو کیا لے کر آئیں گے؟

اصول کافی:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ جِبْرَئِیْلُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَاتٍ۔

(اصول کافی جلد ۲ ص ۶۳۴ کتاب فضل القرآن)

ترجمہ:۔

امام جعفر نے فرمایا وہ قرآن جسے جبریل نبی علیہ السلام پر لائے سترہ ہزار آیات والا تھا۔

انوار نعمانیہ:-

قَدِ اسْتَفَاضَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّ الْقُرْاٰنَ کَمَا اُنْزِلَ لَمْ یُؤَلِّفْهُ اِلَّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِوَصِیَّةٍ مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَقِیَ بَعْدَ مَوْتِهٖ سِتَّةَ اَشْهُرٍ مُشْتَغِلًا بِجَمْعِهٖ فَلَمَّا جَمَعَهٗ کَمَا اُنْزِلَ اَتٰی بِهٖ اِلَی الْمُتَخَلِّفِیْنَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ کِتَابُ اللّٰهِ کَمَا اُنْزِلَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا حَاجَةَ لَنَا اِلَیْكَ وَلَا اِلٰی قُرْاٰنِكَ عِنْدَ نَا قُرْاٰنٌ جَمَعَهٗ وَکَتَبَهٗ عُثْمَانُ فَقَالَ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ الْیَوْمِ وَلَا یَرَاهُ اَحَدٌ حَتّٰی یَظْهَرَ وَلَدِی الْمَهْدِیُّ وَفِیْ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنِ زِیَادَاتٌ کَثِیْرَةٌ وَّهُوَ خَالٍ عَنِ التَّحْرِیْفِ۔

(انوار نعمانیہ ص ۳۷۲ فی تذکرۃ القرآن الذی الفہ امیر المومنین طبع قدیم)
(تذکرۃ النور فی الصلوٰۃ جلد دوم ص ۶۰ طبع جدید)

ترجمہ:
خبر مستفیض کے ذریعہ ثابت ہے۔ کہ قرآن کو اس کے نزول کی ترتیب کے مطابق صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر جمع کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ ماہ بعد تک حضرت علی اس کے جمع کرنے میں مشغول رہے۔ جب مکمل جمع کر لیا۔ تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زبردستی جانشین بننے والوں کے پاس لائے۔ اور کہا۔ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اور اس کی ترتیب وہی ہے جس ترتیب سے یہ کتاب نازل کی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہمیں نہ تمہاری ضرورت ہے۔ اور نہ تمہارے قرآن کی۔ ہمارے پاس حضرت عثمان کا لکھا ہوا اور جمع کیا ہوا قرآن موجود ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آج کے بعد تم اس قرآن کو (جو میں نے جمع کیا) نہ دیکھو گے۔ اور ہوا بھی ایسے۔ کہ اس کے بعد کسی نے بھی اس کو نہ دیکھا اور یہ نہ دیکھنا اس وقت تک موقوف ہو گا۔ جب میرا بیٹا امام مہدی ظاہر ہو گا۔ اس قرآن میں بہت سی آیات زیادہ تھیں۔ اور وہ تحریف سے خالی تھا۔

امام مہدی ستر گز لمبا اصلی قرآن نبی کریم کے ہتھیار اور ذوالفقار حیدری وغیرہ لے کر غار سے نکلیں گے

احتجاج طبرسی:۔

وَيَكُونُ عِنْدَهُ سَلَاحُ رَسُوْلِ اللهِ وَسَيْفُهُ ذُوالْفِقَارِ وَتَكُوْنُ عِنْدَهُ صَحِيْفَةٌ فِيْهَا اَسْمَاءُ شِيْعَتِهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَصَحِيْفَةٌ فِيْهَا اَسْمَاءُ اَعْدَاۤئِهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيَكُوْنُ عِنْدَهُ الْجَامِعَةُ وَهِيَ صَحِيْفَةٌ

طُوْلُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِيْهَا جَمِيْعُ مَا يُحْتَاجُ اِلَيْهِ وَلَدُ اٰدَمَ وَ يَكُوْنُ عِنْدَهٗ الْجَفْرُ الْاَكْبَرُ وَالْاَصْغَرُ وَهُوَ اِهَابُ كَبْشٍ فِيْهَا جَمِيْعُ الْعُلُوْمِ حَتّٰى اَرْشِ الْخَدْشِ وَحَتّٰى الْجَلْدَةِ وَنِصْفِ الْجَلْدَةِ وَثُلُثِ الْجَلْدَةِ وَ يَكُوْنُ عِنْدَهٗ مُصْحَفُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ۔

(طبع قدیم ص ۲۴۰، احتجاج الرضا فیما یتعلق بالامامۃ مطبوعہ نجف اشرف)

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۲۱ مطبوعہ قم خیابان ارم طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام مہدی کے پاس رسول اللہ کے ہتھیار اور ذوالفقار تلوار ہوگی۔ ان کے پاس ایک صحیفہ ہوگا جس میں ان کے قیامت تک کے شیعوں کے نام ہوں گے۔ اور ایک صحیفہ ہوگا جس میں ان کے تا قیامت دشمنوں کے نام ہوں گے۔ اور "الجامعہ" نامی صحیفہ ہوگا۔ جس کا طول ستر ہاتھ ہوگا۔ اس میں اولاد آدم کے تمام مسائل کا حل ہوگا۔ ان کے پاس جفر اکبر و اصغر ہوگا۔ وہ ایک مینڈھا کی کھال ہے۔ جس میں تمام علوم ہوں گے۔ حتیٰ کہ خراش کی سزا مکمل حد آدھی یا کا تہائی حصہ سب مذکور ہوگا۔ اور ان کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف بھی ہوگا۔

انوار نعمانیہ:۔

فَاِنْ قُلْتَ كَيْفَ جَازَ الْقِرَاءَةُ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

مَعَ مَا لَحِقَهٗ مِنَ التَّغْيِيْرِ قُلْتُ قَدْ وَرَدَ الْاَخْبَارُ اَنَّهُمْ اَمَرُوْا شِيْعَتَهُمْ لِقِرَآءَةِ هٰذَا الْمَوْجُوْدِ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِى الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا وَالْعَمَلِ بِاَحْكَامِهٖ حَتّٰى يَظْهَرَ مَوْلَانَا صَاحِبُ الزَّمَانِ فَيُرْتَفَعُ هٰذَا الْقُرْاٰنُ مِنْ اَيْدِى النَّاسِ اِلَى السَّمَآءِ وَيُخْرَجُ الْقُرْاٰنُ الَّذِىْ اَلَّفَهٗ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيُقْرَاُ وَيُعْمَلُ بِاَحْكَامِهٖ رَوَى الْكُلَيْنِىُّ بِاِسْنَادِهٖ اِلٰى سَالِمٍ مِنْ سَلَمَةَ قَالَ قَرَاَ رَجُلٌ عَلٰى اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اَنَا اَسْتَمِعُ حُرُوْفًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ لَيْسَ عَلٰى مَا يَقْرَاُهَا النَّاسُ فَقَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ مَهْ كُفَّ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ وَاقْرَاْ كَمَا يَقْرَاُ النَّاسُ حَتّٰى يَقُوْمَ الْقَآئِمُ فَاِذَا قَامَ قَرَاَ كِتَابَ اللّٰهِ عَلٰى حِدَةٍ وَاَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِىْ كَتَبَهٗ عَلِىٌّ وَّفِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ عَلِيًّا لَمَّا فَرَغَ الْقُرْاٰنَ قَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَمَعْتُهٗ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَقَالَ هُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهٗ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اَبَدًا

إِنَّمَا كَانَ عَلَيَّ أَنْ أُخْبِرَكُمْ حِيْنَ جَمَعْتُهُ ۔

(انوار نعمانیہ ص ۲۴۸ مطبوعہ ایران طبع قدیم

من عثمان ومعاویۃ بیان مصلحت

کتابت الوحی)

توجمہ :-

اگر تو اعتراض کرے۔ کہ اس قرآن کی تلاوت کیسے جائز ہے۔ جبکہ اس میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے ؟ میں کہوں گا کہ احادیث میں آ چکا ہے۔ کہ اہل بیت نے اپنے شیعوں کو اس موجودہ قرآن کی نماز میں تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم صاحب الزمان کے ظہور تک ہے۔ جب وہ آئیں گے۔ تو موجودہ قرآن لوگوں کے ہاتھ سے آسمان کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ اور وہ قرآن لایا جائے گا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا تھا۔ وہ اس کی تلاوت کریں گے۔ اور اس کے احکام پر عمل کریں گے۔

کلینی نے سالم بن سلمۃ کی اسناد سے روایت کی۔ ایک آدمی نے میری موجودگی میں امام جعفر صادق کے سامنے قرآن کی کچھ ایسی آیات پڑھیں۔ جو موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ تو امام جعفر نے فرمایا چھوڑ دو۔ اور وہی پڑھو۔ جو دوسرے لوگ پڑھتے ہیں۔ حتی کہ امام قائم آئیں۔ جب وہ آجائیں گے۔ تو علیحدہ کتاب اللہ پڑھیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا مصحف نکالیں گے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مخالفین کو اپنا تالیف شدہ قرآن دیا اور کہا۔ کہ یہ اللہ کی کتاب اس ترتیب کے مطابق ہے۔ جس پر اسے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔ میں نے اسے دو تختیوں میں جمع کر دیا ہے۔ تو اس (عمر) نے کہا۔ ہمارے پاس مصحف ہے۔ اس میں قرآن جمع ہے۔ ہمیں تمہارے

جمع کردہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو کہا خدا کی قسم! آج کے بعد تم اسے نہ دیکھو گے میرے لیے یہ ضروری تھا۔ کہ میں تمہیں اطلاع کر دیتا۔ کہ میں نے قرآن جمع کیا ہے۔ تاکہ تم اسے پڑھتے۔

جلاء العیون :-

جناب امیر علیہ السلام کو برائے بیعت بلایا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گا۔ گھر سے باہر نہ آؤں گا اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں گا۔ بعد چند روز کے فرقان ناطق یعنی جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع فرمایا۔ اور جزدان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا۔ پھر مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین وانصار میں ندا فرمائی۔ کہ اے گروہ مرداں! جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ ہوا۔ بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمیع آیات وسورہائے قرآن کو میں نے جمع کر دیا۔ اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہ ہوئی۔ جو حضرت نے مجھے نہ سنائی ہو۔ اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر ونفاق منافقین قوم وآیات نص خلافت جناب امیر صریح تھیں۔ اس وجہ سے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔

(احتجاج طبرسی جلد اول ص۸۲ طبع جدید۔
ماجری بعد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

(جلاء العیون ترجمہ ص۲۶۶-۲۶۷ جلد اطبع جدید

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ اصلی قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا۔ جب اس جمع شدہ قرآن کو صحابہ کرام کے سامنے پیش کیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اصلی قرآن کو گم کر دیا۔

۲۔ امام غائب اس وقت سامرہ کے غار میں ہیں۔ اور ستر ہزار آیات والا قرآن ان کے پاس ہے۔ مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا ستر ہاتھ لمبا ہے۔ اور اس کے علاوہ چند صحیفے یہ سب امام قائم کے پاس ہیں۔

۳۔ جب تک امام قائم آل محمد وہ اصلی قرآن جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا تھا۔ لے کر نہیں آتے۔ اس وقت تک موجودہ قرآن کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل جائز ہے۔

۴۔ جب حضرت قائم آل محمد اصلی قرآن لے کر آئیں گے۔ تو موجودہ قرآن خود بخود آسمانوں کی طرف اڑ جائے گا۔ اس اصلی قرآن کی امام غائب تلاوت بھی کریں گے۔ اور اس کے احکام نافذ بھی کریں گے۔

خلاصہ کلام:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنا تالیف کردہ قرآن غائب کر دیا۔ اس وقت سے لے کر قائم آل محمد کے ظہور تک شیعوں کے پاس قرآن نہیں۔ اور جب سے گیارہویں امام

انتقال کر گئے۔ اور بارہویں خوف کے مارے چھپ گئے۔ اس وقت سے اس چھپے ہوئے امام کے ظہور تک ان کا کوئی امام نہیں۔ مختصر یہ کہ صدیوں سے نہ ان کے پاس قرآن اور نہ امام۔ اور نہ جانے کب تک اس محرومی میں رہیں گے۔ نہ "امام غائب"، حاضر ہو گا۔ نہ قرآن لائے گا اور نہ انہیں امام کا منہ دیکھنا نصیب ہو گا۔ اور نہ "اصلی قرآن"، کی تلاوت نصیب۔ بدنصیب جو ٹھہرے۔ یہ تو نصیب والوں کی بات ہے۔ کہ قرآن بھی ان کے پاس اور علماء اولیاء کی سرکردگی بھی موجود۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

خلاصہ باب:۔

اس باب کی تیرہ فصلوں میں آپ نے جو کچھ پڑھا اور وہ ان لوگوں کی کتب کے حوالہ جات سے ہے اس سے آپ پر یہ بات بالکل واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہو گی۔ کہ ان بدطینت لوگوں نے نہ معاف خدا کو کیا۔ نہ انہیں اس کے پیغمبروں کی عظمت و عزت نظر آئی اور نہ ہی اہل بیت کی طہارت و پاکیزگی کی طرح دھیان گیا۔ اول آخر ان کے مذہب میں گستاخیاں بے باکیاں اور لن ترانیاں ہی پاؤ گے۔ جو کسی دوسرے فرقہ میں شاذ ہی ہوں۔

ان تمام گستاخیوں، اور من گھڑت روایات و واقعات کی بنیاد "مسئلہ امامت"، ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک "امامت"، کا ایسا بلند و بالا مقام ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں خالق آ جائے یا مخلوق کوئی بھی عیب سے بچ نہیں سکتا۔ یہ سب کچھ آپ گزشتہ تیرہ فصلوں میں پڑھ چکے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ایک کتاب جسے قدرت نے شاہکار بنا دیا

عظمت اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جانشین محقق اسلام علامہ قاری **محمد طیب** نقشبندی مدظلہ العالی

☆ مصنف علام کی اس علمی کاوش نے امت میں انتشار وافتراق کی فضا کو ختم کر کے دائرہ محبت کے قریب لا کر کھڑا کیا ہے۔

☆ ایسی انوکھی تحریر کی مثال اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں بہت کم ملے گی۔ جن کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

☆ محبت اہل بیت اطہار کی آڑ میں واقعہ کربلا کے حوالے سے جو کم علم واعظین اہل بیت اطہار کے متعلق بے صبری' بے قراری جیسی جسارت کے مرتکب ہوئے انہیں میٹھے اور محبت بھرے انداز میں اس مقام کی نزاکت کا احساس دلایا۔

☆ اس قدر دلنشیں انداز، جس موضوع کو شروع کریں اسے مکمل کیے بغیر دل کو قرار نہیں

☆ لمحہ بہ لمحہ تجسس بڑھتا جاتا ہے دل روشن اور منور ہوتا جاتا ہے۔

باب دوم

شیعوں پر ائمہ اھل بیت کی پھٹکار

باب دوم:

ائمہ اہلبیت کی شیعوں سے بیزاری

اور

ان کے حق میں بددعائیں

بددعا نمبر ۱:

حضرت علی نے اپنے شیعوں سے کہا خدا تمہارے چہروں کو رسوا کرے اور تم بدبخت ہو جاؤ

نہج البلاغۃ:

اَلذَّلِيْلُ وَ اللهِ مَنْ نَصَرْتُمُوْهُ وَمَنْ رُمِيَ بِكُمْ فَقَدْ رُمِيَ بِاَفْوَقَ نَاصِلٍ اِنَّكُمْ وَ اللهِ كَثِيْرٌ فِي الْبَاحَاتِ قَلِيْلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ وَاِنِّيْ لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ وَيُقِيْمُ اَوَدَكُمْ وَلٰكِنِّيْ لَا اَرٰى اِصْلَاحَكُمْ بِاِفْسَادِ

نَفْسِیْ اَضْرَعَ اللّٰہُ خُدُوْدَکُمْ وَ اَتْعَسَ . جُدُوْدَکُمْ لَا تَعْرِفُوْنَ الْحَقَّ کَمَعْرِفَتِکُمُ الْبَاطِلَ وَلَا تُبْطِلُوْنَ الْبَاطِلَ کَاِبْطَالِکُمُ الْحَقَّ.

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۶۹ ص ۹۹ (مطبوعہ بیروت)

فی توبیخ بعض اصحابہ)

ترجمہ:۔

خدا کی قسم جس کی تم مدد اور نصرت کرو۔ وہ ذلیل ہے۔ تم اسے لڑائی میں چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے۔ اور مغلوب ہو کر اسے خواہ مخواہ ذلت نصیب ہو گی۔ اور جس شخص نے تمہیں دشمن کے مقابلہ کے لیے بھیجا اس نے ایک تیر بے پیکاں چلایا قسم خدا کی تم اپنے مکانوں کی فضا میں تو بہت بجتے ہو۔ مگر میدان میں علم کے نیچے تمہاری تعداد بہت ہی قلیل ہوتی ہے۔ بے شک میں اس چیز سے خوب واقف ہوں جو تمہارے فتنہ و فساد کی اصلاح کر سکتی ہے۔ تمہاری کجی کو سیدھا کر سکتی ہے۔ جابر اور ظالم بادشاہوں کی سیاستوں کا تمہارے ساتھ عمل درآمد ہو سکتا ہے۔ مگر میں اپنے نفس کو فاسد کر کے تمہاری اصلاح نہیں چاہتا۔ خدا تمہارے چہروں کو ذلیل و رسوا کرے۔ تمہارے نصیب اور مقدر کو پست کر دے۔ تم بدبخت ہو جاؤ۔ کیا تم حق کو اتنا بھی نہیں جانتے۔ جتنا کہ باطل کو پہچانتے ہو۔ کیا تم ابطال باطل میں اتنی کوشش بھی نہیں کر سکتے جتنی کہ حق کو چھپانے کے لیے کوشش میں لاتے ہو۔

(نیرنگ فصاحت ص ۸۰ مطبوعہ یوسفی)

لمحہ فکریہ:۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعوں کی حقیقت کو کس طرح وضاحت سے

بیان فرمایا۔ اور قسم کھا کر فرمایا۔ کہ جس کے تم مددگار ہو۔ وہ ذلیل ہے۔ کیونکہ میدان جنگ میں اُسے چھوڑ کر بھاگ جانا تمہاری دیرینہ عادت ہے۔ تمہارے گھروں میں اگر لاف زنی دیکھنی ہو۔ تو ہر شخص، رستم زمان نظر آئے گا۔ لیکن جب میدانِ جنگ میں نکلنے کا وقت آتا ہے۔ تو پھر چھپتے پھرتے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ یہی فرماتے ہیں۔ کہ شیعو! میرے ساتھ گھر میں میٹھ کر محبت واطاعت کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور جب میدانِ جنگ میں تمہاری محبت واطاعت کا امتحان ہونے لگتا ہے۔ تو تردد گیارہ ہو جاتے ہو۔ تمہارے اس منافقانہ رویہ سے بیزار ہو کر اور تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ذلیل وخوار اور تمہارے مقدر کو پست اور تمہیں بدبخت کرے۔

قارئین کرام یہ تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیزاری اور بددعا جو آپ نے اپنے شیعوں سے ظاہر فرمائی۔ چنانچہ اس کی قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

بددعا نمبر ۲

حضرت علی ایک غلام امیر معاویہ کے بدلے دس شیعہ شیعہ فروخت کرنے پر تیار تھے

نہج البلاغۃ:۔

لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ اَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِيْ بِكُمْ صَرْفَ الدِّيْنَارِ بِالدِّرْهَمِ فَاَخَذَ مِنِّيْ عَشْرَةً مِنْكُمْ وَاَعْطَانِيْ رَجُلًا مِنْهُمْ

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ مُنِيتُ مِنْكُمْ بِثَلَاثٍ وَ اثْنَتَيْنِ صُمٌّ ذَوُو أَسْمَاعٍ وَ بُكْمٌ ذَوُو كَلَامٍ وَ عُمْيٌ ذَوُو أَبْصَارٍ لَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَ لَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ تَرِبَتْ أَيْدِيكُمْ.

(نہج البلاغہ خطبہ ۹۷ ص ۱۴۲ مطبوعہ بیروت چھوٹا سائز)

ترجمہ:۔

قسم خدا کی تمہارے ان افعال سے بیزار ہو کر میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ معاویہ مجھ سے اس طریقے سے تمہارا معاوضہ کرے کہ دینار طلائے مسکوک کے عوض درہم نقرہ مسکوک مجھے میسر ہو۔ اور دس نفر تم سے لے لے۔ اور فقط ایک مرد شامی میرے حوالے کر دے۔ اے اہل کوفہ میں تمہاری تین خصلتوں اور دو خصلتوں کے سبب سے تم میں مبتلا ہو رہا ہوں۔ حالانکہ تم صاحب گوش ہو۔ مگر امر حق کے سننے سے تمہارے کان بہرے ہیں۔ سچی بات میں تمہاری زبان گنگ ہے۔ حالانکہ تم صاحب زبان ہو۔ تم دیکھتے ہو صاحب ابصار ہو۔ اور اندھے بنے ہوئے ہو۔ نہ تم دوستوں کی ملاقات کے وقت مردان صاحب گو اور آزاد ہو۔ اور نہ بلاؤں کے وقت موثق اور معتمد بھائی تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں۔ تم ہمیشہ فقیر رہو۔

(نیرنگ فصاحت ص ۱۳۱ مطبوعہ یوسفی)

لمحہ فکریہ:۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب اپنے شیعوں کی کذب بیانیاں اور بدعہدیاں دیکھ ن

تو اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگے

اے "محبان علی" تمہارے دس کے بدلے میں مجھے اگر ایک شامی مل جائے اور امیر معاویہ یہ سودا مجھ سے کر لے۔ تو مجھے منظور ہے۔ کیونکہ "شیعان علی" ہوتے ہوئے تمہارے کان حق سنتا۔ تمہاری آنکھیں حق دیکھنا اور تمہارے ہاتھ حق کی خاطر اٹھنا گوارا نہیں کرتے۔ تم زندگی کے کسی موڑ پر قابل اعتماد اور دوستی کے لائق نہیں۔ تم پر ہرگز بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے تمہارے لیے میری دعا ہے۔ کہ تمہاری زندگی فقر و غربت میں بسر ہو۔ اور اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ۔ یہ بددعا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیزاری کی علامت ہے جو شیعوں کی کذب بیانی اور بدعہدیوں سے پیدا ہوتی تھی۔

بددعا نمبر ۳:۔

حضرت علی نے شیعوں سے جدائی اور خلفاء راشدین سے جا ملنے کی دعا کی۔

نہج البلاغہ:۔

وَلَوَدِدْتُ اَنَّ اللّٰهَ فَرَّقَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَاَلْحَقَنِيْ بِمَنْ هُوَ اَحَقُّ بِيْ مِنْكُمْ قَوْمًا وَاللّٰهِ مَيَامِيْنُ الرَّاْيِ مَرَاجِيْحُ الْحِلْمِ مَقَاوِيْلُ بِالْحَقِّ مَتَارِيْكُ لِلْبَغْيِ مَضَوْا قُدُمًا عَلَى الطَّرِيْقَةِ وَاَوْجَفُوْا عَلَى

الْمَحَجَّةِ فَظَفِرُوا بِالْعُقْبَى الدَّائِمَةِ وَالْكَرَامَةِ الْبَارِدَةِ۔

(نہج البلاغہ ص۱۴۲ خطبہ نمبر۱۱۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اسی بات کو دوست رکھتا ہوں کہ پروردگار عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما دے۔ جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے قسم خدا کی ان کی آراء اور تدبیریں میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بردباریاں کے مالک تھے۔ وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جور وستم کے ترک کرنے والے تھے گزر گئے۔ درآنحالیکہ ان کے پاؤں طریقہ اسلام پر مستقیم تھے۔ وہ راہ واضح پر چلے اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح و فیروزی حاصل کی۔ نیک اور گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔

(نیرنگ فصاحت ص ۶۸ مطبوعہ لکھنؤ)

خلاصہ کلام:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے شیعوں کی بدعہدیاں اور نافرمانیوں کو دیکھا۔ تو آپ نے خواہش فرمائی کہ اے اللہ! مجھے میرے ان ساتھیوں سے ملا دے۔ جو اس دارِ فانی سے راہئ بقا ہوئے۔ وہ راست گو، صراط مستقیم پر چلنے والے اور اچھی عاقبت والے تھے اور اے اللہ! میرے اور ان شیعوں کے درمیان جدائی ڈال دے۔ یعنی مجھے خلفائے راشدین سے ملا دے۔ اور ان نام نہاد "محبان اہل بیت" "شیعان علی" سے جدا کر دے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بد دعا نمبر۴:

اتباع حق سے بھاگنے کے سبب علی المرتضیٰ نے اپنے شیعوں

کو نافرمان گدھوں سے تشبیہ دی

احتجاج طبرسی:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا اسْتَنْفَرْتُكُمْ لِجِهَادِ هٰؤُلَاءِ فَلَمْ تَنْفِرُوا وَأَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تُجِيبُوا وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوا شُهُودًا بِالْغَيْبِ أَتْلُوا عَلَيْكُمُ الْحِكْمَةَ فَتَعْرِضُونَ عَنْهَا وَأَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَنْفِرُونَ عَنْهَا كَأَنَّكُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۔

(احتجاج طبرسی جلد ۱ ص ۲۵۴ احتجاجہ علیہ السلام علی قومہ وحثہ لہم علی الجہاد نجف اشرف طبع قدیم خیابان طبع جدید۔ طبع قدیم ص۹۳)

ترجمہ:

لوگو! میں نے تمہیں جہاد پر نکلنے کو کہا لیکن تم تیار نہ ہوئے۔ تم کو دین کی باتیں سنائیں۔ تم نے کوئی جواب نہ دیا۔ تم کو بالمشافہ نصیحتیں کی لیکن تم نے انہیں قبول

نہ کیا۔ تمہیں واضح نصیحت کی لیکن نافرمان گدھوں کی طرح بھاگنے لگے۔ جیسا وہ
شیر سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔

حاصل کلام :۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا۔ کہ کوفیوں (شیعان علی) کی ہمدردیاں، ان کے عہد و پیمان اور قسمیں اٹھانا، صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ لوگ نافرمان، بدعہد اور بد عادات ہیں۔ نیکیوں اور نصیحتوں سے یہ اس قدر دور بھاگتے ہیں۔ گویا وہ گدھا ہے۔ جس کے پیچھے شیر بھاگ رہا ہو۔ تو آپ نے ان شیعوں سے سخت نفرت کا اظہار کیا۔ ان کلمات شیر خدا سے صاف صاف معلوم ہو گیا۔ کہ شیعان علی ،، ہر دور میں ناقابل اعتبار رہے ہیں۔

بد دعا نمبر ۵ :۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا شیعو تم مجھے کذاب سمجھتے

ہو اس لیے میں اللہ سے تم سے جدائی کی دعا کرتا ہوں

احتجاج طبرسی :۔

یَا اَهْلَ کُوْفَةِ اُخْبِرُکُمْ بِمَا یَکُوْنُ قَبْلَ اَنْ یَّکُوْنَ لِتَکُوْنُوْا مِنْهُ عَلٰی حَذَرٍ وَّلِتُنْذِرُوْا بِهٖ مَنِ اتَّعَظَ وَاعْتَبَرَ کَاَنِّیْ بِکُمْ تَقُوْلُوْنَ اَنَّ عَلِیًّا یَکْذِبُ کَمَا قَالَتْ قُرَیْشٌ لِنَبِیِّهَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وَسَيِّدِهَا نَبِيِّ الرَّحْمَةِ مُحَمَّدٍ بِنْ فِيَا وَيْلَكُمْ فَعَلَى مَنْ أَكْذِبُ عَلَى اللهِ فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ عَبَدَهُ وَوَحَّدَهُ ------

أَصْبَحْتُ لَا أَطْمَعُ فِي نُصْرَتِكُمْ وَلَا أُصَدِّقُ قَوْلَكُمْ فَرَّقَ اللهُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ۔

(احتجاج طبرسی قدیم مطبوعہ نجف ص ۹۴)

(احتجاج طبرسی مطبوعہ قم ص ۲۵۵ جلد اول

جدید توبیخہ الخ)

ترجمہ:۔

اے اہل کوفہ میں تم کو اس چیز کی خبر دیتا ہوں۔ جو ابھی ہونے والی ہے۔ تاکہ تم اس سے اپنا بچاؤ کر سکو۔ اور پھر اس آدمی کو جو عبرت اور نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے ڈرا سکو۔ اور گویا کہ اس ڈرانے اور واضح نصیحت کرنے میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن تم کہتے ہو۔ کہ علی (رضی اللہ عنہ) جھوٹ بولتا ہے۔ جیسا کہ قریش نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے (معاذ اللہ) اے اہل کوفہ تمہارے لیے ہلاکت۔ پس میں کس پر جھوٹ بولوں گا۔ کیا میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہوں۔ حالانکہ میں ہی وہ پہلا آدمی ہوں۔ کہ جس نے شریعت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس کو وحدہ لاشریک کہا۔ یا اس کے رسول پر جھوٹ کہوں گا۔ حالانکہ سب سے پہلے میں ہی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اور اس کی مدد کی۔ میں نے اس حال میں صبح کی۔ نہ تو میں تمہاری مدد کی طمع کرتا ہوں۔ اور نہ تمہاری بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ بلکہ میری تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔

لمحۂ فکریہ:

اس خطبہ سے بالکل وضاحت سے یہ بات سامنے آگئی۔ کہ "شیعان علی"، حضرت علی رضی عنہ کے سخت نافرمان تھے۔ حتیٰ کہ آپ کو "کذاب"، کہتے تھے۔ اسی باطل عقیدہ کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ہلاکت کی دعا کی۔ اور صاف صاف فرمادیا۔ مجھے تم منافقوں کی مدد کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہاری بات پر یقین ہی نہیں۔ لہذا اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے بہت تنگ تھے۔ اور بددعا تک کر بیٹھے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بددعا[6]

حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا میری تمنا ہے کہ میرے اور شیعوں کے درمیان کوئی معرفت نہ ہو انہوں نے میرا دل جلادیا ہے۔

احتجاج طبری:

وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِيْ بِكُمْ صَرْفَ الدِّيْنَارِ بِالدِّرْهَمِ فَاَخَذَ مِنِّيْ عَشَرَةً مِّنْكُمْ وَاَعْطَانِيْ

وَاحِدًا مِنْهُمْ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اِنِّيْ لَمْ اَعْرِفْكُمْ وَلَمْ تَعْرِفُوْنِيْ فَاِنَّهَا مَعْرِفَةٌ جَرَّتْ نَدَمًا لَقَدْ وَرَّثْتُمْ صَدْرِيْ غَيْظًا وَاَفْسَدْتُمْ عَلَيَّ اَمْرِيْ.

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ نمبر ۲۵۶

توبیخہ علیہ السلام اصحابہ

لتثاقلھم عن القتال)

ترجمہ

بخدا مجھے یہ بات پسند ہے۔ کہ امیر معاویہ مجھ سے درہم کے بدلے دینار سے سودا کرے۔ یعنی مجھ سے دس کوفی شیعہ لے کر ایک شامی دیدے قسم بخدا مجھے یہ بات پسند ہے۔ کہ نہ میں تم کو پہچانوں۔ اور نہ تم مجھ کو کیونکہ اس معرفت نے ذلت کو کھینچا ہے۔ اور تم نے میرے سینہ میں غضب کو پیدا کیا ہے۔ اور میرے معاملہ کو تم نے نافرمانی اور ذلت کے ساتھ خراب کر دیا ہے۔

حاصل کلام:

اس خطبہ سے واضح ہوا کہ حضرت علی شیعوں کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے بدعہدیوں اور مکاریوں سے آپ کا دل جلا کر رکھ دیا تھا۔

هداهم الله

بددعاء

شیعوں کی بدعہدی کے سبب حضرت علیؓ نے دعا کی اے اللہ پانی میں نمک کی طرح ان کے دل پگھلا دے۔

احتجاج طبرسی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ قَدْ مَلَلْتُھُمْ وَمَلُّوْنِیْ وَسَئِمْتُھُمْ وَسَئِمُوْنِیْ اَللّٰھُمَّ لَا تَرْضَ عَنْھُمْ اَمِیْرًا وَّلَا تَرْضَھُمْ عَنْ اَمِیْرٍ وَّاَمِثْ قُلُوْبَھُمْ کَمَا یُمَاثُ الْمِلْحُ بِالْمَاءِ اَمَا وَاللّٰہِ لَوْ اَجِدُ بُدًّا مِنْ کَلَامِکُمْ وَمُرَاسَلَتِکُمْ فَا فَعَلْتُ۔

(احتجاج طبرسی جلد اول طبع قدیم قم ایران ص ۲۵۳۔ طبع جدید ص ۹۵ /توبیخہ اصحابہ لتثاقلھم عن الجہاد)

ترجمہ:

اے اللہ۔ میں نے شیعوں کو پریشان کیا۔ اور انہوں نے مجھے پریشان کیا۔ میں نے ان کو دکھ دیا۔ انہوں نے مجھے دکھ دیا۔ اور اے اللہ

نہ خوش کر ان سے کسی امیر کو اور نہ ان کو کسی امیر سے۔ اور ان کے دلوں کو ایسا
پگھلا دے۔ کہ جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اللہ کی قسم ! اگر میں نے تم سے
کلام کرنے اور خط و کتابت کی گنجائش بھی پائی۔ تو پھر بھی نہ تم سے کلام کروں
گا۔ اور نہ تم سے خط و کتابت کروں گا۔

حاصل کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "اپنے شیعوں" کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کے حق
میں اللہ تعالیٰ سے بددعا کی۔ یا اللہ ان کو اس طرح پگھلا کر تباہ و برباد کر۔ جس طرح پانی نمک
کو پگھلا دیتا ہے۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ اس سے صاف عیاں ہے
کہ جب "شیعان علی" علی کے نہ بن سکے۔ اور ان کے دل "حب علی" کی بجائے "بغض
علی" سے بھرے ہوئے تھے۔ تو دوسروں کو ان سے کیا توقعات ہو سکتی ہیں۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی دوررس نگاہ نے یہ سب کچھ بھانپ کر دعا کی۔ اور صاف صاف
کہہ دیا۔ کہ میں نہ تمہیں منہ لگاؤں گا۔ اور نہ کوئی خط و کتابت تم سے ہوگی۔ ایک طرف
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ اور دوسری طرف ان کے "محب اہل بیت" کے دعوے
انہی دعووں کی شیر خدا نے تردید فرما دی۔ اور بتلایا۔ کہ سب سے بڑے غدار اور
کذاب یہی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بدُدعاء ۸

امام رضا نے فرمایا ہمارے شیعوں میں ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہیں اگر ان کا امتحان لوں تو سب مرتد ثابت ہوں

حلیۃ المتقین مع مجمع المعارف:

از حضرت امام رضا علیہ السلام مرویست کہ اگر در مقام تمیز شیعہ را برائیم۔ نیابیم ایشاں را مگر وصف کنند بزبان و اگر امتحان کنیم نیابم مگر مرتد و اگر خلاصہ و زبدہ کنیم ایشاں را از ہزار یکی خالص نباشد۔ تا آنکہ فرمود تکیہ میکنند بر مسندہا و میگویند ما شیعہ علی ہستیم و نیست شیعہ علی مگر کسیکہ فعل او قولش را تصدیق نماید و از امام حسن عسکری مروی است کہ بہ رسول خدا وحی شد کہ فلانے نگاہ میکند بخانہ ہمسایہ و از دیدن نامحرم مضائقہ ندارد آنحضرت غضبناک شدہ فرمود بیاورید او را کسی گفت یا رسول اللہ او از شیعہ شما است و اعتقاد بنبوت شما و ولایت علی وارد و از دشمنان شما بیزاری می جوید۔ فرمود مگو آں شیعہ ما است پس تحقیق دروغ میگوید۔ آگاہ باش شیعہ ما کسی است کہ متابعت کند ما را در اعمال ما و آنچہ ذکر کردی از اعمال ما نیست۔　　(حلیۃ المتقین مع مجمع المعارف ص مطبوعہ تہران در نصائح)

ترجمہ

حضرت امام رضا سے روایت ہے۔ کہ اگر "شیعوں" کو کسوٹی پر لے جاؤں۔ تو انہیں صرف زبانی جمع خرچ کرنے والا پاؤں گا۔ تو اگر امتحان لوں گا تو مرتد ہی نکلیں گے۔ اگر ان کا نچوڑ نکالوں۔ تو ہزار میں سے ایک بھی خالص اور مخلص نہیں ملے گا۔ حتی کہ فرمایا۔ مسندیں لگا کر بیٹھے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہم "شیعان علی" ہیں۔ لیکن علی کا شیعہ وہی ہے۔ جس کا فعل اس کے قول کے مطابق ہو۔ امام حسن عسکری سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی۔ کہ فلاں اپنے ہمسایہ میں نامحرم عورتوں کو دیکھتا ہے۔ اور اسے کوئی گناہ نہیں سمجھتا۔ آپ نے اُسے بلوایا۔ کسی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ آپ کا شیعہ ہے۔ آپ کا شیعہ ہے۔ آپ کی نبوت، علی کی ولایت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ نہ کہو۔ کہ وہ ہمارا شیعہ ہے کیونکہ یقیناً وہ جھوٹ بکتا ہے۔ غور سے سنو۔ ہمارا شیعہ وہ ہے۔ جو اعمال میں ہماری متابعت کرے۔ اور جو کچھ اس آدمی کے بارے میں تو نے ذکر کیا۔ وہ ہمارے اعمال میں سے نہیں۔ (لہٰذا وہ ہمارا شیعہ نہیں)

روضہ کافی:

قَالَ حَدَّثَنِیْ مُوْسیٰ بْنُ بَکْرِ الْوَاسِطِیُّ قَالَ قَالَ لِیْ اَبُو الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَوْ مَیَّزْتُ شِیْعَتِیْ لَمْ اَجِدْهُمْ اِلَّا وَاصِفَةً وَلَوِ امْتَحَنْتُهُمْ لَمَا وَجَدْتُهُمْ اِلَّا مُرْتَدِّیْنَ وَلَوْ تَمَحَّصْتُهُمْ لَمَا خَلَصَ مِنَ الْاَلْفِ وَاحِدٌ وَلَوْ غَرْبَلْتُهُمْ غَرْبَلَةً لَمْ یَبْقَ مِنْهُمْ

اِلَّا مَا كَانَ لِيْ اَنَّهُمْ طَالَ مَا اِتَّكَؤُا عَلَى الْاَرَائِكِ فَقَالُوْا نَحْنُ شِيْعَةُ عَلِيٍّ اِنَّمَا شِيْعَةُ عَلِيٍّ مَنْ صَدَّقَ قَوْلَهٗ فِعْلَهٗ۔

(روضہ کافی جلد ۸ ص ۲۲۸-انما شیعہ علی من صدق قولہ فعلہ طبوعہ تہران طبع جدید طبع قدیم ص ۱۰۷

ترجمہ

موسیٰ بن بکر واسطی نے کہا۔ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا۔ اگر میں اپنے شیعوں کو پرکھوں۔ تو صرف باتونی نکلیں گے۔ اگر میں امتحان لوں تو مرتدین کا ٹولہ نظر آئے گا۔ اور خلوص دیکھوں۔ تو ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہ ملے گا۔ اگر تحقیق سے چھان بین کروں۔ تو ایک بھی نہ بچے گا۔ عرصہ دراز سے مسندوں پر تکیہ لگائے کہتے ہیں۔ ہم ''شیعان علی'' ہیں علی کا شیعہ تو وہ ہوتا ہے۔ جس کا فعل اس قول کی تصدیق کرے۔ (اور یہ داستان سے کوسوں دور رہے محض زبانی جمع خرچ کرنے سے علی کا شیعہ نہیں بنا جا سکتا۔

خلاصہ کلام:

امام رضا رضی اللہ عنہ نے کس قدر تجربہ اور مشاہدہ کی بات کی۔ کہ بہت سے اپنے آپ کو ''شیعان علی'' کہتے ہیں۔ لیکن انتہائی بدعمل اور کذاب ہیں۔ اور پرکھنے پر ہزار میں سے ایک بھی خالص مومن نہ نکلے گا۔ مومن ہونا تو کجا وہ تو مرتد ہیں۔ عرصہ دراز سے ان کی یہی رٹ ہے۔ کہ ہم ''شیعان علی'' ہیں۔ اور بڑی بڑی مسندوں پر بیٹھ کر اس کا دعا کرتے ہیں لیکن ان کے قول و عمل کا تضاد اس بات کا شاہد ہے۔ کہ وہ ہمارے

شیعہ نہیں ہیں۔ ائمہ اہل بیت کے فتویٰ کے مطابق یہ لوگ مومن مخلص تو کجا فقط مومن بھی نہیں بلکہ منکر ہیں۔ (اگرچہ ہر دور میں یہ اپنے سوا کسی کو "مومن" کہتے ہی نہیں۔

بدُعاء ۹

میدان کربلا میں حضرت امام حسین نے شیعوں کی بدعہدی کے سبب ان پر لعنت کی

جلاء العیون:

بروایت دیگر آنحضرت در خطبہ فرمود حمد میکنم خداوند راکہ دنیا را آفرید۔ وعاقبۃ فنا و نیستی گردانید۔ واہلش را بتغیر احوال ممتحن ساخت پس فریب خوردہ کسی است کہ از آں بازی خوردہ بدبخت کیست کہ مفتون آں گردد پس فریب ندہد شما را ایں غدار بدرستیکہ قطع میکند امید امیدواران خود و ناامید میگرداند طمع کنندگان، خود را می بینم شمارا کہ جمع شدہ اید برائے امری کہ خدا را بخشم آوردہ اید بر خود غضب او را متوجہ بخود گردانیدہ واز رحمت او خود را محروم ساختہ اید پس نیکو پروردگار یست پروردگار ما و بد بندگانید شما برائے او اول اقرار کردید بزبان برداری او و ایمان آوردید در ظاہر بہ پیغمبر او و اکنوں جمعیت کردہ اید برائے کشتن ذریت و عترت او شیطان برشما غالب گردیدہ است و یاد خدا را از خاطر شما محو کردہ است۔ پس لعنت بر شما باد۔ وبر ارادت شما باد ای بیوفایان جفاکار غدار ما را در ہنگام اضطرار بمدد و یاری خود طلبیدید چوں

اجابت شما کردیم و بہدایت و نصرت شما آمدیم شمشیر کینہ بروئے ما کشیدید
(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۵۶ خطبہ
آنسرور دربرابر سپاہ کوفہ، مطبوعہ تہران
طبع جدید)۔

ترجمہ:

بروایت دیگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے خطبہ فرمایا۔ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے دنیا کو پیدا کیا۔ اور خانہ فنا و نیستی بنایا۔ اور اہالیانِ دنیا کا تغیر احوال امتحان کیا واضح ہو کہ فریب خوردہ وہی شخص ہے۔ جس نے دنیا سے فریب کھایا۔ اور بدبخت وہی ہے جو دنیا کا مفتون و گرویدہ ہوا۔ اے گروہ اشرار تم کو دنیا غدار فریب نہ دے بتحقیق کہ دنیا اپنے امیدواروں کی امید کو قطع اور اپنے طمع کرنے والوں کو ناامید کر دیتی ہے۔ میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم اس کام کے لیے جمع ہوئے ہو۔ کہ خدا کو تم نے اپنے اوپر خشمگین کیا ہے۔ اور اس کی رحمت سے محروم ہو گئے ہو۔ واضح ہو کہ ہمارا پروردگار نیکوکار ہے۔ اور تم اس کے خراب اور بدکار بندے ہو۔ پہلے تم نے اس کی فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ اور بظاہر اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اور آپ ہی اس پیغمبر کی ذریت اور عترت کو قتل کرنے پر جمع ہوئے ہو۔ شیطان تم پر غالب ہوا ہے۔ اور اس نے یاد خدا تمہارے دلوں سے محو کر دی ہے تم پر اور تمہارے ارادے پر لعنت ہو۔ اے بیوفایان جفا کاراں خدا کی تم پر واسطے ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطرار اپنی مدد کو مجھے بلایا اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا۔ اور تمہاری نصرت اور ہدایت کرنے کو آیا اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔

خلاصہ کلام:

میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب ان بلانے والے کوفیوں (شیعوں) سے بدعہدی اور بے وفائی دیکھی۔ تو انہیں اتمام حجت کی خاطر خطاب کیا۔ اور انہیں وہ سب خطوط و مواعید یاد دلائے۔ جن کی بنا پر امام حسین کوفہ آئے۔ فرمایا۔ غدارو! تم نے ہمیں بلایا۔ اور جب میں تمہارے بلاوے پر تمہاری مدد اور ہدایت کو آیا۔ تو اب تمہارا یہ سلوک؟ اللہ کی تم پر پھٹکار۔ اور تمہارے ارادوں پر اس کی لعنت۔ کیونکہ قاتلانِ اہل بیت جانثارانِ اہل بیت، یہی شیعہ تھے۔ جو "شیعانِ علی" کہلاتے تھے۔ اس لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان پر لعنت بھیجی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بددعا

بازار کوفہ میں ماتم کرنے والے شیعوں کو سیدہ زینب کا خطاب ہمیشہ جہنم میں رہو تمہیں ہمارے قاتل ہو

جلاء العیون:

بشیر بن حزیم اسدی گفتہ در آں وقت زینب خاتون دختر امیر المومنین

اشارہ کرد بسوئی مردم کہ خاموش شوید و آں شدت و اضطراب چناں سخن میگفت کہ گویا از زبان حضرت امیرالمؤمنین سخن میگوید پس بعد از ادائے حمد الہٰی و درود حضرت رسالت پناہی و صلوات بر اہل بیت اخیار و عترت اطہار گفت امابعد۔ اے اہل کوفہ و اہل غدر و مکر و حیلہ آیا شما بر ما میگریید ہنوز آب دیدہ ما از جور شما نہ ایستادہ و نالہ از ستم شما ساکن نگردیدہ مثل شما مثل آں زنست کہ رشتہ خود را محکم می تابید و باز میکشود و شما نیز رشتہ ایمان خود را گسیتید و نیست در میان شما مگر دعوئی بے اصل و سخن باطل و تملق فرزند کنیزاں و عیب جوئی دشمنان و نیستید مگر مانند گیاہی کہ در مزبلہ روئید یا نقرہ کہ از آتش قبر کردہ باشند بد توشہ برائے خود با آخرت فرستادید۔ و خود را مخلد در جہنم گردانید ید شما بر ما گریہ و نالہ میکنید خود مارا کشتہ اید و بر ما مے گریید۔ بلی واللہ باید کہ بسیار بگریید و کم خندہ کنید و عیب و عار ابدی بر خود خریدید و لوث ایں عار را ابداً ہیچ آبی از جامہ شما زائل نخواہد شد۔ و بچہ چیز تدارک می توانید کرد کشتن جگر گوشہ خاتم پیغمبراں و سید جوانان بہشت را کسی را کشتید کہ ملاذ برگزیدگان شما۔ و روشن کنندہ حجت شما بود و در ہر نازلہ باو پناہ می بردید و دین و شریعت خود را از او می آموختید لعنت بر شما باد کہ بد گناہی کردید و خود را از رحمت خدا نا امید گردانید ید زیان کار دنیا و آخرت شوید مستحق عذاب الہٰی گردیدید۔ مذلت و مسکنت برائے خود خریدید بریدہ باد دستہائے شما موائے بر شما اے اہل کوفہ چہ جگر گوشہا از حضرت رسالت پارہ پارہ کردید۔ و چہ پردگیان از مخدرات حجرات ادبی ستر کردید۔

(جلاء العیون جلد دوم صفحہ نمبر ۵۹۳
مطبوعہ تہران طبع جدید خطبہ حضرت
زینب در کوفہ)

ترجمہ

بشیر بن جزیم اسلامی کہتا ہے۔ کہ اس وقت حضرت زینب دختر امیر المومنین نے اشارۃً کہا خاموش رہو۔ اس حالت اضطراب و شدت میں اس طرح کلام کرتی تھیں۔ گویا امیر المومنین کلام فرماتے ہیں۔ پس بعد ادائے حمد الٰہی و درود و سید مختار و اہل بیت اخیار و عترت اطہار فرمایا۔ اما بعد اے اہل کوفہ اے اہل مکرو غدر و حیلہ تم ہم پر گریہ کرتے ہو۔ اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا۔ اور تمہارے ستم سے ہمارا فریاد و نالہ، ساکن نہیں ہوا۔ تمہاری مثل اس عورت کی ہے۔ جو اپنی رسی کو مضبوط بٹتی اور کھول ڈالتی تھی۔ تم نے بھی اپنی ایمان کی رسی کو توڑا اور اپنے کفر کی طرف پھر گئے نہیں تمہارا دعوائے مگر سراسر بے اصل اور ایک فن باطل اور مانند خوشامد کنیزاں و عیب جوئی دشمنان۔ اور مثل ایسی ہے۔ جیسے گھاس گھورے پر اُگی ہو۔ قبر سیاہ و تیرہ تار پر آرائش نقرہ کاری کی گئی ہو۔ تم نے اپنے لیے آخرت کا توشہ و ذخیرہ بہت خراب بھیجا۔ اور اپنے آپ کو ابدالا باد سزاوار جہنم کیا۔ تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو۔ حالانکہ تم ہی نے ہم کو قتل کیا ہے سچ ہے واللہ لازم ہے۔ کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ کرو۔ تم نے عیب و عار ابدی خود خرید کیا۔ اس عار کا دھبہ کسی پانی سے تمہارے جامہ سے زائل نہ ہوگا۔ جگر گوشہ ختم پیغبراں و سید جوانان بہشت کے قتل کرنے کا کس چیز سے تدارک کر سکتے ہو۔ تم نے اس شخص کو قتل کیا۔ جو تمہارے پیشواؤں کا جائے پناہ اور تمہاری حجتوں کا روشن کرنے والا تھا۔ اور ہر مصیبت و بلا میں تم اس سے پناہ چاہتے تھے۔ دین و شریعت کو اس سے اخذ کیا۔ تم پر لعنت خدا ہو۔ تم نے وہ گناہ کیا۔ جس سے رحمت خدا سے ناامید ہو گئے

اور گنہگار دنیا و آخرت ہو کے مستحق غضب الٰہی ہوئے اور اپنے لیے ذلت و خسران مول لیا تمہارے یہ ہاتھ قطع کیے جائیں۔ اے اہل کوفہ تم پر وائے تم نے کن جگر گوشہائے رسول کو قتل کیا اور کن پردگیان اہل بیت رسول کو بے پردہ کیا۔

(ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۔۷۰۴ مطبوعہ لاہور)

خلاصہ کلام:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کوفی شیعوں کو روتا پیٹتا دیکھ کر خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ غدارو! مکارو! قتل بھی کرو۔ اور پھر گریہ وزاری بھی ہو۔ اللہ کرے۔ تم اس جرم کی سزا کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ اپنی بدنصیبی اور بدبختی پر روتے رہو۔ ظالمو! تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا۔ ! نوجوانان جنت کے سردار کا خون بہایا۔ اور اہل بیت کی مستورات کو بے پردہ کیا۔ بے ایمانو! اللہ کی لعنت تم پر اور تمہارے کرتوتوں پر۔ اور تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو۔

بددعا ۱۱:

فاطمہ رض بنت حسین رض نے ماتمی شیعوں کے حق میں کہا

تم ہی ہمارے قاتل ہو۔ تمہارے چہروں پر خاک

جلاء العیون:

اما بعد! اے اہل کوفہ و اہل مکر و غدر و تکبر و حیلہ حقتعالی ما اہل بیت رسالت

را بشما مبتلا گردانیدہ وشما را بما ممتحن ساختہ وابتلائے ما را بر ما نعمت گردانیدہ و علم خود را بما دادہ وفہم ومعارف را بما عطا کردہ مائیم صندوق علم خدا ومخزن، حکمت خدا وحجت خدا در زمین بر جمیع عباد و بلاد گرامی داشتہ است ما را بکرامت خود وتفضیل دادہ است ما را ببرکت پیغمبر خود بر بسیاری از مخلوقات بتفضیلات بسیار ظاہر پس شما تکذیب کردید ما را و ما را کافر شمردید۔ وقتال ما را حلال دانستید واموال ما را غارت کردید۔ و ما را اسیر کردید مانند اولاد ترک وکابل چنانچہ دیروز جد ما را کشتید وپیوستہ خون ما اہل بیت از دم شمشیر ہائے شما میچکد برائی کینہائی دیرینہ ودیدہائی و دلہائی شما شاد شد بکشتن ما .... شما فخر کردید کہ ما کشتیم علی وفرزندان علی را بشمشیر ہائی ہندی وزنان ایشاں را اسیر کردیم اے گوئندہ خاک وخاشاک در دہان تو باد۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۴-۵۹۵
خطبہ حضرت فاطمہ بنت حسین مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

امابعد اے اہل کوفہ واہل غدر ومکر وتکبر وحیلہ حق تعالیٰ نے ہم اہل بیت رسالت کو تمہارے ہاتھ مبتلا کیا ہے۔ اور تم کو ہم سے امتحان لیا ہے۔ اور ہماری بلاؤں کو ہم پر نعمت کیا ہے۔ اور اپنا علم ہم کو دیا ہے۔ اور فہم وادراک ہم کو عطا کی ہے۔ اور ہم ہی زمین خدا صندوق علم خدا، مخزن حکمت خدا جمیع عباد و بلاد پر دولت ہیں۔ اوہم کو اپنی کرامات سے بزرگ کیا اور ہم کو اپنے پیغمبر کی برکت سے تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔ تم نے ہماری تکذیب کی اور کافر سمجھا۔ اور ہم پر قتال کرنا حلال سمجھا۔ اور ہمارا مال غارت کیا۔

اور ہم کو مانند اسیران ترک و دیلم اسیر کیا۔ کل کے روز تم نے ہمارے پدر
بزرگوار کو قتل کیا اور بسبب کینہ ہائے دیرینہ ہر وقت ہم اہل بیت کا خون تمہاری
تلواروں سے ٹپکا اور ہمارے قتل کرنے سے تمہارے دل شاد ہوئے
.... اور تم میں سے فخر کرنے والے نے فخر کیا۔ کہ ہم نے علی اور
ان کے فرزندان کو شمشیر ہائے ہندی سے قتل کیا اور ان کی عورتوں کو اسیر کیا
اے فخر کرنے والے تیرے منہ میں خاک ہو۔

(جلاء العیون مترجم جلد دوم ص ۲۰۲ تا ۲۰۳
مطبوعہ لاہور)

خلاصہ کلام:

امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس خطبے سے "شیعان علی" کی حقیقت بالکل سامنے آجاتی ہے۔ ان کے اوصاف نمایاں ہو جاتے ہیں جیسے۔ (۱) اہل بیت کی تکذیب کرنے والے (۲) اہل بیت کو کافر سمجھنے اور کہنے والے (۳) انہیں قتل کرنے والے۔ (۴) ان کے مال لوٹنے والے۔ (۵) انہیں قیدی بنانے والے (۶) امام حسین کو شہید کرنے والے (۷) اہل بیت سے دیرینہ حسد و کینہ رکھنے والے (۸) ان کی مستورات کو بے پردہ کرنے والے (۹) اور پھر ان تمام خوبیوں کے ساتھ اپنے کیے پر تاحیات رونے پیٹنے والے (۱۰) اور ان تمام افعال حسنہ پر دل شاد کرنے والے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اب "شیعان علی" کی پہچان سیدہ فاطمہ بنت حسین نے اتنی آسان کر دی ہے کہ اگر کسی بچہ کو بھی کہا جائے تو وہ فوراً ان کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ ان تمام باتوں کے اعتبار سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صرف ان کے لیے

یعنی تمہارے منہ پر خاک

بددعا:

بازار کوفہ میں ماتمی شیعوں سے سیدہ ام کلثوم نے کہا

اے قاتلان حسین تمہارے منہ سیاہ اور آخرت خراب ہو

جلاء العیون:

پس ام کلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بگریہ کرد۔ واز ہودج محترم ندا کرد حاضر ہزار کہ ای اہل کوفہ بدا بحال شما و ناخوش باد روہائی شما بچہ سبب برادرم حسین را خواندید ویاری او نکردید اورا بقتل آوردید واموال اورا غارت کردید و پردگیان حرم سرائی اورا اسیر کردید وائی بر شما ولعنت بر روہائی شما گرمیدانید کہ چکار کردید وچہ گناہان واوزار بر پشت خود بار کردید وچہ خونہائی محترم ریختید وچہ دختران محترم و کرم را نالاں کردید ومال چہ جماعت را بغارت بردید کشتید بہترین خلق را بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۵ تا ۵۹۶
مطبوعہ تہران طبع جدید سذکر خطبہ حضرت
ام کلثوم در کوفہ)

ترجمہ:

بعد اس کے ام کلثوم دوسری دختر جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صدائے گریہ وزاری بلند کی۔ اور رورو کر آواز دی۔ کہ اے اہل کوفہ تمہارا حال اور مآل برا ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم نے کس سبب اسے میرے بھائی حسین علیہ السلام کو بلایا۔ اور ان کی مدد نہ کی۔ اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب لوٹا اور ان کے پردگیان عصمت وطہارت کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم وستم کیا ہے۔ اور گناہوں کا اپنی پشت پر انبار کیا ہے۔ اور کیسے خونہائے محترم کو بہایا ہے۔ اور دختران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نالاں کیا اور کن بزرگوں کے مال کو تم نے لوٹا۔ بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم نے بہترین خلق خدا کو قتل کیا۔

(ترجمہ جلاء العیون جلد دوم صفحہ نمبر ۲۷۳
مطبوعہ لاہور)

لمحہ فکریہ:

غدارو! مکارو! تمہارا حال ومآل برا ہو۔ تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہ تھے۔ وہ الفاظ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی معصوم ہمشیرہ نے "کوفی شیعوں" سے خطاب کرتے ہوئے فرمائے۔ اور واضح الفاظ میں انہیں "قاتلانِ حسین" قرار دیا۔ اسی لیے ان کے حق میں بددعا کی۔ تمہاری دنیا وآخرت برباد ہو۔

بددعا ۱۲:

امام رضا نے اپنی روایات کے مشہور شیعہ راویوں پر کذب بیانی کے سبب لعنت کی۔

رجال کشی:

وَ اَبِیْ یَحْیٰی الْوَاسِطِیْ قَالَ قَالَ اَبُوالْحَسَنِ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ بَنَانُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَ کَانَ مُغِیْرَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَ کَانَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشِیْرٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَ کَانَ اَبُوالْخَطَّابِ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَ الَّذِیْ یَکْذِبُ عَلَیَّ مُحَمَّدُ بْنُ فُرَاتٍ۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۲۵۶ مطبوعہ کربلا تذکرہ ابو الخطاب)

ترجمہ

ابو یحییٰ واسطی نے کہا۔ کہ امام رضا نے فرمایا۔ بنان، علی بن حسین پر اتہام کرتا تھا۔ مغیرہ بن سعید، ابو جعفر رضی اللہ عنہ پر اتہام کرتا تھا۔ اور محمد بن بشیر امام موسیٰ کاظم پر اتہام کرتا تھا۔ اور ابو الخطاب،، امام جعفر صادق پر اتہام اور محمد بن فرات کی بھی تکذیب کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ۔ ان سب تکذیب کرنے والوں کو گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔

شیعہ لوگوں کے مذہب کے معتمد راوی اور ان پر امام رضا کی لعنت

بنان مغیرہ ابن سعید، محمد بن بشیر اور ابو الخطاب شیعہ حضرات، کے معتمد راویوں میں سے ہیں۔ اکثر و بیشتر صحاح اربعہ کی روایات کے یہی راوی ہیں۔ جب ان قابل اعتماد رواۃ کے بارے میں حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے اس قدر سخت بد دعا کی۔ اور کہا اللہ ان کو دوزخ میں لوہے کا گرم عذاب دے۔

تو ان کی روایات کا کیا مقام ہوگا۔ پھر جن کتابوں میں ان ،، گروؤں ،، کی روایات مذکور ہیں۔ وہ کس درجہ کی کتب شمار ہو سکتی ہیں۔ ہم پچھلے باب میں انہی سے روایت کردہ ان الفاظ کو ذکر کر چکے ہیں۔ جن میں سے ائمہ اہل بیت کی گستاخیاں ثابت ہو گئی تھیں اب آپ ہماری بات کی تصدیق کر ہی دیں گے۔ کہ مذکورہ عبارات جن آئمہ کی طرف ان راویوں نے منسوب کیں۔ وہ شرارت تھی۔ گستاخی تھی۔ بہتان تھا۔ افتراء تھا۔ اور انہیں بدنام کرنے کی مذموم سعی تھی۔

بدعا ۱۲

امام باقر نے اپنے باپ کے راویوں پر ان کی دروغ گوئی کی وجہ سے لعنت کی

رجال کشی:

عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ بَنَانَ الْبَيَانِ وَاِنَّ بَنَانًا لَعَنَهُ اللّٰهُ كَانَ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ اَشْهَدُ اَنَّ اَبِيْ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ كَانَ عَبْدًا صَالِحًا۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۲۵۵۔ مطبوعہ کربلا تذکرہ ابوالخطاب)

ترجمہ:

ابی بکیر زرارہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کو فرماتے میں نے سنا۔ اللہ "بنان البیان"، پر لعنت کرے۔ کیونکہ بنان ملعون میرے والد زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا، حالانکہ میرے والد ایک نیک آدمی تھے۔

رجال کشی:

حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسٰی عَنْ یُوْنُسَ عَنْ مُسْمِعِ کُرْدِ بْنِ اَبِیْ سَیَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ بُرَیْدًا لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ۔

(رجال کشی ص ۱۳۴ مطبوعہ کربلا تذکرہ زرارہ بن اعین)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) ابی سیار نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہ آپ فرما رہے تھے۔ برید اور زرارہ پر اللہ کی لعنت ہو۔

رجال کشی:

حَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ الْکُلَیْبِ الْاَسَدِیُّ عَنْ اَبِیْهِ کُلَیْبِ الصَّیْدَاوِیِّ اِنَّهُمْ کَانُوْا جُلُوْسًا وَّ مَعَهُمْ عَزَافِرُ الصَّیْرِفِیُّ وَعِدَّةٌ مِّنْ اَخِیْ بِهِمْ مَعَهُمْ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ فَابْتَدَاءَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ غَیْرِ ذِکْرٍ لِزُرَارَةَ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۱۳۵ مطبوعہ کربلا، تذکرہ زرارۃ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق حسن بن کلیب کہتا ہے۔ کچھ لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ نے اپنا کلام زرارہ پر تین مرتبہ ان الفاظ کے کہنے سے شروع کیا۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔

مقام غور:

ان تین حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خود آئمہ اہل بیت نے تین شخصوں، (ثبان، زرارہ اور برید) پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت بھیجی۔ ان جلیل القدر آئمہ اہل بیت کا کسی پر ان الفاظ میں لعنت بھیجنا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تین شخص ایسے جرم کے مرتکب پائے گئے۔ جس کی بنا پر آئمہ اہل بیت کی زبان سے ان کے لیے بار بار لعنتِ خدا صادر ہوئی۔ اور ایک عام پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر لعنت کرنے کے بارے میں فرمایا۔ اگر وہ اس کا مستحق ہوا۔ تو ٹھیک ورنہ لعنت کرنے والے پر وہ لعنت لوٹ آئے گی۔ تو یہاں معاملہ عام آدمی کا نہیں۔ بلکہ اہل بیت کے جلیل القدر آئمہ کا ہے۔ وہ ان تینوں کے کرتوتوں سے بخوبی واقف تھے۔ جن کی بنا پر انہوں نے ان پر اللہ کی لعنت بھیجی۔ تو آئمہ اہل بیت کا ان پر لعن طعن کرنا ثابت کرتا ہے یہ تینوں مسلمان ہی نہ تھے۔ کیونکہ کسی مسلمان پر لعنت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ لہٰذا ان غیر مسلموں سے جتنی روایات آئی ہیں۔ وہ مردود اور نا قبول ہیں۔

ایک طرف آئمہ اہل بیت ان پر بار بار لعنت بھیجیں۔ اور دوسری طرف اسی کتاب (رجال کشی) میں ان کی مدح سرائی یوں کی گئی ہے۔

شیعوں کے نزدیک مذکورہ بالا راویان دین اسلام کے امین اور آثار نبوت کے نگہدار ہیں:۔

رجال کشی:

بَرِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَةَ الْعَجَلِیُّ وَاَبُوْبَصِیْرٍ لَیْثُ بْنُ الْبَخْتَرِیُّ الْمُرَادِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَزُرَارَةُ اَرْبَعَةُ نُجَبَاءِ اُمَنَاءُ اللّٰهِ عَلٰی حَلَالِهٖ وَحَرَامِهٖ لَوْلَا هٰؤُلَاءِ انْقَطَعَتْ اٰثَارُ النُّبُوَّةِ وَانْدَرَسَتْ۔

(رجال کشی ص۱۵۲ مطبوعہ کربلا۔ ابوبصیر لیث بن البختری المرادی)

ترجمہ:

برید بن معاویہ العجلی، ابوبصیر لیث بن البختری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ یہ چاروں (نجباء) اللہ تعالیٰ کے حرام و حلال کے امین ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو نبوت کے نشانات منقطع ہو جاتے۔ اور مندمل ہو جاتے۔ اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ ان چاروں کی برکت سے نبوت کے آثار و علامات موجود ہیں اور اللہ کے حرام و حلال کا وجود ان کے وجود کا رہینِ منت ہے۔ اور یہ چاروں خود کس درجہ کے "بزرگ شیعہ، اور مجتہد مذہب شیعہ" ہیں؟ آپ ابھی اسی کتاب کے حوالے سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام پڑھ

چکے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک یہ پرلے درجے کے لعنتی اور کذاب ہیں۔ لہذا ان پر اور ان کی روایات مردود ٹھہریں۔ تو ان کی بدولت جو نبوت کے آثار تھے۔ وہ بھی ختم ہو گئے۔ تو شیعوں کے پاس باقی کیا رہ گیا۔ قرآن تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھپا دیا۔ اُسے امام غائب لے کر آئیں لے گئے۔ "محبت اہل بیت،، کو خود اہل بیت نے مسترد کر دیا۔ فی الحال امام ان کے پاس نہیں اور اسلام کی نفی ان سے حضرات اہل بیت نے کر دی۔

شیعہ صحاح اربعہ کے رواۃ کی اپنے آئمہ پر بداعتمادی

رجال کشی:

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ قولویہ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِی الْقَاسِمِ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْمَعْرُوْفِ بِمَاجِیْلُوِیْهِ عَنْ زِیَادِ بْنِ اَبِی الْحَلَالِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) اِنَّ زُرَارَةَ رَوٰی مِنْكَ فِی الْاِسْتِطَاعَةِ شَیْئًا فَقَبِلْنَا مِنْهُ وَصَدَّقْنَاهُ وَقَدْ اَحْبَبْتُ اَنْ اَعْرِضَهٗ عَلَیْكَ فَقَالَ هَاتِهٖ فَقُلْتُ یَزْعَمُ اَنَّهٗ سَاَلَكَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَ لِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا) فَقُلْتَ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَّ رَاحِلَةً فَقَالَ لَكَ كُلُّ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَّ رَاحِلَةً فَهُوَ مُسْتَطِیْعٌ لِلْحَجِّ

وَ إِنْ لَمْ يَحُجَّ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَيْسَ هٰكَذَا سَأَلَنِي وَ لَا هٰكَذَا قُلْتُ كَذِبَ عَلَيَّ وَ اللّٰهِ كَذِبَ عَلَيَّ وَ اللّٰهِ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ إِنَّمَا قَالَ لِي مَنْ كَانَ لَهُ زَادٌ وَّ رَاحِلَةٌ فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ قُلْتُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ قَالَ فَمُسْتَطِيعٌ هُوَ فَقُلْتُ لَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَهُ قُلْتُ فَأُخْبِرُ زُرَارَةَ بِذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زِيَادٌ فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَلَقِيتُ زُرَارَةَ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَ سَكَتَ عَنْ لَعْنِهِ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ أَعْطَانِي الْإِسْتِطَاعَةَ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُ وَ صَاحِبُكُمْ هٰذَا لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ بِكَلَامِ الرِّجَالِ۔

(رجال کشی ۱۴۲-۱۴۳ مطبوعہ کربلا
تذکرہ زرارہ)

ترجمہ:

زیاد بن ابی حلال نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ سے زرارہ نے "استطاعت" کے متعلق کچھ بیان کیا ہے۔ تو ہم نے اُسے قبول بھی کیا۔ اور اس کی تصدیق بھی کی۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ

وہ مسئلہ آپ کے روبرو پیش کردوں۔ فرمایا۔ پیش کرو۔ میں نے کہا۔ زرارۃ کا خیال ہے۔ کہ اس نے آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔ ،، لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج ہے۔ جو ان میں اُستطاعت،، رکھیں۔) تو آپ نے اُسے فرمایا۔ کہ جو شخص سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو۔ تو اس نے آپ سے پوچھا۔ ہر وہ شخص جو سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو۔ وہ حج کی استطاعت رکھنے والا ہے۔ اگرچہ اس نے حج نہ کیا ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ یہ سن کر امام جعفر صادق فرمانے لگے۔ نہ اس طرح اس نے مجھ سے سوال کیا۔ اور نہ ایسا میں نے اس کو جواب دیا۔ اس نے مجھ پر جھوٹ گھڑا۔ اللہ کی اس پر لعنت (تین مرتبہ آپ نے یہ الفاظ کہے) زرارۃ نے مجھ سے یوں سوال کیا تھا۔ کہ وہ آدمی جس کے پاس زاد و راحلہ ہو۔ وہ حج کا مستطیع ہے۔؟ میں نے کہا اس پر حج واجب ہے۔ اس نے کہا۔ پھر وہ مستطیع ہوا؟ میں نے کہا۔ جب تک اس کو اجازت نہ ملے۔ وہ مستطیع نہیں کہلا سکتا۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام موصوف سے عرض کی۔ کہ میں زرارہ کو اس کی خبر کردوں؟ آپ نے فرمایا۔ ضرور۔ راوی (زیاد) کہتا ہے۔ کہ میں کوفہ گیا۔ اور زرارۃ سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے اُس سے امام جعفر رضی اللہ عنہ کے ارشاد اور لعنت کا تذکرہ کیا۔ زرارہ لعنت کے جواب میں تو خاموش رہا۔ کہنے لگا کہ لیکن ،، مستطیع ،، ہونے کی خبر انہوں نے ہی دی ہے۔ جیسے وہ نہیں جانتے۔ تمہارا یہ صاحب (امام جعفر صادق) لوگوں کے کلام کی بصیرت نہیں رکھتا۔

☆

لمحۂ فکریہ:

اس روایت سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ کے رواۃ کو اپنے آئمہ پر اعتماد نہیں۔ اور نہ ہی انہیں صاحب بصیرت سمجھتے ہیں۔ آئمہ اہل بیت کی معصومیت تو بہت دور کی بات ہے۔ زرارۃ جیسے مجتہد! انہیں لوگوں کا کلام سمجھنے کی بصیرت سے محروم گردانتے ہیں۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ لعنتیں بھیجیں۔ اور کذاب کہیں۔ یہ انہیں کم فہم (معاذ اللہ) جبکہ شیعہ حضرات بیچ میں پڑ کر "زرارہ" جیسے راوی کے وجود کو علامات نبوت کا امین قرار دیں اور خدا کے حلال و حرام کا قلعہ بتائیں۔ تو قارئین حضرات اب آپ فیصلہ کریں۔ کہ شیعہ لوگوں کے مذہب کی حقیقت کیا ہے۔

ع

گرگ میر و سگ وزیر و موش را دربان کنند

ایں ہمہ ارکان دولت خانہ را ویراں کنند

محقق اسلام کے حضور حسانِ پاکستان محمد علی ظہوری کا نظرانۂ عقیدت

وہ حضرت محمد علی نقشبندی
جو حسن شریعت کی اک داستاں تھے
یہ شیرازیہ جامعہ دینی مرکز
وہ بانی تھے اور اس کے روح رواں تھے
محقق، محدث، مقرر، مصنف
ہمہ پہلو علم و عمل کا نشاں تھے
زبان و قلم وقف تبلیغ جن کے
رہے دین فطرت پہ ہر دم رواں تھے
نقیب اپنے مسلک کی حقانیت کے
عقائد کے بے باک وہ ترجماں تھے
سدا ان پہ برسے گی رحمت خدا کی
کہ وہ واصف سرورِ دو جہاں تھے
ظہوریؔ ہے زندہ سدا یاد ان کی
رہے قبر بھی شاد و آباد ان کی

محمد علی ظہوری قصوریؔ

باب سوم

بحث بناتِ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

باب سوم:

فصل اوّل

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن کریم اور شیعہ کتب تفسیر و حدیث سے ٹھوس دلائل

یاد رہے تحفہ جعفریہ جلد دوم میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داریوں کی بحث میں ہم مسئلہ بنات رسول کی مختصر تشریح کر آئے ہیں۔ مگر مسئلہ یہ اپنی اہمیت کے پیش نظر اس امر کا متقاضی تھا کہ اسے مستقل طور پر تفصیل کے ساتھ علیحدہ ذکر کیا جائے۔ کیونکہ یہ مسئلہ شیعہ سنی اختلافات میں ایک اہم بنیادی نزاعی مسئلہ ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں حضرت خدیجۃ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں جن میں سے دو صاحبزادیوں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی شادی یکے بعد دیگرے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ چونکہ شیعوں کو عثمان غنی رض سے خدا واسطے کا عناد اور بغض ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ عقیدہ اپنا لیا۔ کہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی اور

تھی ہی نہیں۔ اور تاریخ و حدیث میں جو آپ کی چار صاحبزادیاں لکھی ہیں وہ دراصل حضرت خدیجہ رض کے پہلے شوہروں سے تھیں اور یوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں آگئی تھیں
چونکہ شیعوں کا یہ عقیدہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی گستاخی ہے اس لیے زیر نظر کتاب عقائد جعفریہ میں ہم اس بحث کو لا رہے ہیں۔ چنانچہ ہم اپنے دلائل بھی ذکر کریں گے۔ اور ان پر وارد کیے گئے شبہات کا ازالہ بھی

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سے زائد صاحبزادیاں تھیں۔ اس پر قرآن کی شہادت

سورۃ الاحزاب:

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذَالِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)

ترجمہ از مقبول شیعہ:

اے نبی تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ اس سے قرین عقل ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے لیے، "بنات،، کا لفظ ذکر فرمایا۔ جو لفظ "بنت،، کی جمع ہے۔ اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ زیادہ کی حد بندی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی تعداد کم از کم تین ضرور تھی۔ جو اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت پردہ کے

احکام کی مخاطب بن رہی ہیں۔ اس صریح ارشاد باری تعالیٰ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ صرف ایک بیٹی کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔ ورنہ قرآنی صراحت کی تکذیب لازم آئے گی۔ جیساکہ اہل تشیع اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔

شیعہ مُلاؤں کی لفظ "بنات" کے متعلق لایعنی جرح

اور بے اصل استدلال۔

اہل تشیع کے "نامور مجتہد" اور "قابل فخر مبلغ و مناظر" غلام حسین نجفی اور اسماعیل گوجروی کی آیت کریمہ کے مذکورہ لفظ پر کی گئی جرح لفظ بلفظ درج ذیل ہے۔

قول مقبول :-

نیز مباہلہ تقریباً ۸ یا ۹ ہجری میں ہوا ہے۔ اور سورہ احزاب بھی اس وقت نازل ہوئی ہے۔ اور اسی سورۃ کی آیت قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ سے سُنی بھائی دلیل لاتے ہیں۔ کہ بنات جمع کا لفظ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور کی تین بیٹیاں اور بھی تھیں ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ آیت پردہ بھی ۸، ۹ھ میں نازل ہوئی ہے۔ پس وہ لڑکیاں پردے کے حکم کو سننے کے لیے تو زندہ تھیں۔ اور مباہلہ میں جانے کے لیے مردہ تھیں۔ یہ باریک بات کاش کہ سُنی بھائی جناب عثمان غنی کے صدقے میں ہمیں سمجھا دیتے۔

(قول مقبول ص ۱۶۶ تصنیف
غلام حسین نجفی)

قول مقبول :-

اور وہابیوں کو چاہیئے کہ آیت کا بورڈ بنوا کر ان لڑکیوں کی قبر پر لگوائیں کیونکہ آیت اُن کی وفات کے بعد نازل ہوئی

(قول مقبول ص ۴۶۶ تصنیف غلام حسین نجفی)

فتوحات شیعہ :-

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ یہ کوئی دلیل نہیں اول فرمائیے آیت کب نازل ہوئی۔ پردہ کا حکم کب آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کی تعمیل جناب زینب و ام کلثوم سے کب کرائی۔ کیا وہ اس وقت زندہ تھیں ؟

(فتوحات شیعہ ص ۱۹۵ از افادات مبلغ اعظم محمد اسماعیل گوجروی)

اس استدلال اور بے اصل جرح کا خلاصہ

ملا نجفی اور اسماعیل گوجروی کی عبارات سے ثابت ہوا کہ

۱۔ سورۂ احزاب ۸، ۹ھ ہجری میں نازل ہوئی۔

۲۔ اس سن ہجری میں آپ کی صرف ایک بیٹی زندہ تھی

۳۔ لہذا لفظ "بنات" سے ایک سے زائد بیٹیاں ثابت کرنا درست نہیں کیونکہ بوقت خطاب نہ ایک سے زائد تھیں۔ اور نہ ہی پردہ کے احکام کی ان سے تعمیل کرائی گئی۔

لہذا اگر اس آیت کا مصداق ایک سے زائد بیٹیاں ہی بنتی ہیں۔ تو پھر اس کی

مخاطبہ قبروں میں مدفون ہونے کی وجہ سے یہ آیت ان کی قبر پر لکھ کر گاڑدی جائے۔
یہ تینوں امور دونوں ملاؤں کے مشترکہ تھے۔ لانجفی کی ایک رگ علیحدہ بھی ہے۔
اور وہ یہ کہ بوقت مباہلہ سنیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد لڑکیوں کو مردہ ثابت
کر دیا۔ اور آیت حجاب کے وقت زندہ کر دیا۔ حالانکہ دونوں واقعات ایک ہی سال کے
ہیں۔ کاش کہ سنی اس باریکی کو سمجھتے۔
لہذا ثابت ہوا۔ کہ لفظ "بنات" سے آپ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ (کیونکہ
وہ اس وقت زندہ تھی ہی نہیں) بلکہ اس سے مراد آپ کی امت کی بیٹیاں ہیں۔ دوسری
تاویل یہ ہے۔ کہ آپ کی ایک حقیقی بیٹی سیدہ خاتون جنت کے لیے بطور تعظیم جمع کا
لفظ بولا گیا۔ اور ایسا کلام عرب میں بہت سے ملتا ہے۔

جواب:۔

لفظ بناتِ والی آیت ۵ھ میں اتری ہے اس وقت تین بناتِ رسول زندہ تھیں

ان دونوں مولویوں کو بخوبی علم ہے۔ کہ آیت حجاب کس سال نازل ہوئی اور
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا وصال کس سال ہوا۔ کیونکہ اہل سنت
اور اہل تشیع دونوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آیت حجاب سورۃ احزاب کی ایک
آیت ہے۔ جو ۵ھ ہجری بوقت ولیمہ حضرت سیدہ زینب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا
نازل ہوئی۔ اور آپ کی ایک صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۲ھ
کو ہوا۔ جب غزوۂ بدر سے واپسی ہوئی۔ سیدہ زینب کا وصال ۸ھ میں

ہوتا ہے۔ گویا نزول آیت کے وقت سیدہ زینب اور دیگر صاحبزادیاں ماسوا سیدہ رقیہ کے سبھی زندہ تھیں۔ ان تین صاحبزادیوں کا نزولِ آیت حجاب کے وقت موجود ہونا خود شیعہ کتب اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

منہج الصادقین:۔

(ترجمہ۔ جب سیدہ زینب کے ولیمہ سے فارغ ہو کر لوگ گفتگو میں مشغول ہوئے۔ تو سیدہ زینب ام المؤمنین ایک دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مخالطت فرمائیں۔ تو ان لوگوں کی گفتگو اور ان کی مجلس آپ کے لیے مانع واقع ہوئی۔ آپ اٹھ کر مجلس سے باہر چلے۔ آپ کے ساتھ بیشتر لوگ بھی چلے گئے۔ لیکن تین آدمی وہاں ہی گفتگو میں مشغول رہے۔ اور جب آپ واپس تشریف لائے۔ تو پھر بھی یہ کافی دیر تک گفتگو میں مشغول رہے اور پھر چلے گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ زینب کے پاس آئے۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آنا چاہا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور انس کے درمیان پردہ ڈال دیا۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۷ زیر آیت مذکورہ)

لہذا معلوم ہوا۔ کہ آیت حجاب اس وقت نازل ہوئی جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ تھی۔ اور ولیمہ چونکہ شادی کے بعد فوراً ہوتا ہے۔ اس لیے سیدہ زینب کی شادی کا سال تلاش کرنا پڑے گا۔ تو عقد زینب رضی اللہ عنہا

کے بارے میں کتب اہل تشیع یہ کہہ رہی ہے۔

منتخب التواریخ:

ودر سال پنجم از ہجرت مقدسہ آں بزرگوار زینب بنت جحش بن رباب عمہ زادہ خود را تزویج نمودند کہ ہمشیرۂ جناب عبداللہ بن جحش باشد ودر آں سال آیہ شریفہ حجاب نازل شد۔ ودر آں سال غزوۂ خندق واقع شد۔ کہ اورا، غزوۂ احزاب ہم میگفتند۔

(منتخب التواریخ۔ ص ۵۲ باب اول
در ذکر غزوۂ احزاب مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

ہجرت کے پانچواں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش سے شادی کی۔ یہ جناب عبداللہ بن جحش کی ہمشیرہ تھیں اور اسی سال آیت حجاب بھی نازل ہوئی۔ اور غزوۂ خندق جسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ اسی سال رُونما ہوا۔

منتہی الامال:

وقائع سال پنجم ہجری۔ ودر سال پنجم ہجری حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش را بحبالہ نکاح درآورد و ہنگام زفاف او آیہ حجاب نازل گشت ...... ودر شوال سن پنج غزوۂ خندق پیش آمد وآنرا غزوۂ احزاب نیز گویند۔

(منتہی الامال وقائع سال پنجم ص ۲۸

(جلد اول مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:-

ہجرت کے پانچویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ اور ان سے زفاف کے وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ اور ۵ھ ہجری میں ہی غزوۂ خندق واقع ہوا۔ جسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔

حیات القلوب:

در بیان جنگ خندق است، کہ آں را غزوۂ احزاب می نامند۔ علی بن ابراہیم و شیخ مفید و شیخ طبرسی وغیر ایشاں روایت کردہ اند کہ غزوۂ احزاب در ماہ رمضان سال پنجم ہجرت بود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۷۰۹
باب سی پنجم در بیان جنگ خندق)

ترجمہ:

جنگ خندق۔ اس کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ علی بن ابراہیم و شیخ مفید طبرسی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ غزوۂ احزاب سن پانچ ہجری ماہ رمضان میں واقع ہوا۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ آیت حجاب اور سیدہ زینب کے ولیمہ کا سال ایک ہی تھا۔ اور یہ سال ہجرت کا پانچواں سال تھا۔ اگرچہ بعض شیعہ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں واقعات کا تعلق کس اسلامی مہینہ سے تھا۔ آیت حجاب کو ماہِ شوال میں نازل ہونا مانتے ہیں۔ اور واقعہ احزاب کو ماہِ رمضان میں

وقوع پذیر کہتے ہیں۔ لیکن اس اختلاف کے ہوتے ہوئے اس بات پر سبھی متفق ہیں۔ کہ یہ سب کچھ پانچویں سال ہجرت میں ہوا۔ لہذا ان دونوں ملاؤں کا اس کو ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال کا واقعہ قرار دینا کس قدر ڈھٹائی ہے۔ اور مبلغ اعظم کا عظیم جھوٹ ہے۔

اس لیے تحقیق یہی ہوئی۔ کہ سورۃ احزاب ۵ھ ہجری میں نازل ہوئی اور آیت حجاب بھی اسی سورۃ کی ایک آیت ہے۔ لہذا وہ بھی اسی سال نازل ہوئی۔ اس کو ۸ھ ہجری میں نازل شدہ بتلانا بالکل جھوٹ ہے۔ اس لیے اس میں خطاب کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ایک سے زائد موجود تھیں۔

اس کے بعد دوسرے مسئلہ کو لیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں (ماسوائے سیدہ رقیہ) موجود تھیں۔ تو پھر ان کا وصال اس واقعہ کے بعد کب ہوا۔ اس مسئلہ کے جواب میں کتب شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

بنات رسول صلی علیہ وسلم کے سن ہائے وفات

حیات القلوب :-

وزینب در مدینہ در سال ہفتم ہجرت و بروایتے در سال ہشتم برحمت ایزدی واصل شود و رقیہ در مدینہ برحمت ایزدی واصل شد در ہنگامیکہ جنگ بدر روداد و سوم ام کلثوم و او را نیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود و گویند کہ در سال ہفتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۸ باب پنجاہ و یکم۔ در اولاد امجاد آنحضرت)

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کے ساتویں سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق آٹھویں سال اس دنیا سے کوچ فرما گئیں۔ اور سیدہ رقیہ نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جبکہ جنگ بدر کا سامنا تھا۔ اور آپ کی تیسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ ان کی ہمشیرہ سیدہ رقیہ کے وصال کے بعد شادی کی۔ کہتے ہیں کہ ہجرت کے ساتویں سال ان کا وصال ہوا۔

منتخب التواریخ:-

اما مکرمہ زینب در سال پنجم از تزویج جناب خدیجۃ الکبری بہ پیغمبر (ص) متولد شد و در سال ہشتم ہجری در مدینہ طیبہ از دنیا رحلت فرمودند۔ و اما رقیہ (س) بعد از ولادت حضرت زینب متولد شد و رحلت ایں مخدرہ در سال دوم ہجرت بود و اما مخدرہ مکرمہ ام کلثوم اسم شریفش آمنہ بود و بعد از رقیہ بعثمان تزویج شد لہذا عثمان را ذوالنورین میگویند و جناب ام کلثوم در شعبان سال ہفتم یا ہشتم از ہجرت از دنیا رحلت فرمود۔

(منتخب التواریخ باب اول ص ۴۲ مطبوعہ ایران جدید حالات ازواج و اولاد پیغمبر)

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی شادی کے پانچویں سال ہوئی۔ اور ہجرت کے آٹھویں سال مدینہ میں ان کا انتقال ہوا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی ولادت سیدہ زینب کے بعد ہوئی۔ اور ان کی

زینب کی ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہ کہ ان کا اصل نام آمنہ تھا۔ سیدہ رقیہ کے بعد حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں۔ ان دونوں کی وجہ سے حضرت عثمان کو "ذوالنورین" کہتے ہیں۔ اور سیدہ ام کلثوم کا شعبان المعظم ۹ہ ہجری میں انتقال ہوا۔

مذکورہ بالاحوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲ھ میں

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ۸ھ سن ہجری میں
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ۹ھ ہجری میں اور
حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۱۱ھ میں وصال ہوا۔

گزشتہ حوالہ جات سے معلوم ہوا تھا۔ کہ سورۃ احزاب ۵ھ میں نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو بھی پردہ کے احکام عطا کیے گئے۔ تو دونوں قسم کے حوالہ جات سے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ آیت حجاب کے نزول کے وقت آپ کی صاحبزادیوں میں سے صرف سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا موجود نہ تھیں۔ کیونکہ آن کا ۲ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے علاوہ دیگر صاحبزادیاں ۲، ۳، اور چھ سال تقریباً بعد میں فوت ہوئیں۔ لہذا ان کے بارے میں یہ کہنا کہ بوقتِ نزول آیت حجاب ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھی۔ (صرف حضرت فاطمۃ زہرا تھیں) بالکل سفید جھوٹ ہے۔

شیعوں کی مذکورہ تاویل اصول نحو کی روشنی میں

دوسری تاویل یہ کی تھی۔ کہ "بنات" سے مراد صرف حضرت خاتون جنت ہیں۔ اور جمع کا صیغہ ان کی تعظیم کے لیے مذکور ہوا۔ اس بارے میں ذرا اس ترجمہ کو

پھر سے دیکھ لیں۔ جو اہل تشیع کا مقبول و منظور ہے "اور اپنی بیٹیوں سے" اگر امت کی بیٹیاں مراد ہوتیں۔ تو ترجمہ یوں کیا جاتا "اور اپنی امت کی بیٹیوں سے" اسی ترجمہ کی تائید علامہ کاشانی نے بھی کی ہے۔ وَبَنَاتِكَ و مر دختران خود را (اپنی خاص حقیقی بیٹیوں کو فرما دیجئے) تو معلوم ہوا۔ کہ اس لفظ سے مراد آپ کی امت کی بیٹیاں نہیں۔ بلکہ آپ کی اپنی بیٹیاں ہیں۔ لہٰذا اس نئے مجتہد اور انوکھے مبلغ کی دال نہ گل سکی۔

علاوہ ازیں زبانِ عرب کا قانون بھی اس تاویل کا ساتھ نہیں دیتا۔ وہ اس طرح کہ لفظ بنات کا لفظ ازواج پر بذریعہ واؤ عطف ڈالا گیا۔ اور قانون کی رو سے معطوف اور معطوف علیہ دونوں کا ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی بے معنی تاویل کو لے کر لفظ ازواج میں بھی یہی تاویل کریں۔ تو معنی یہ ہوگا۔ اے پیغمبر! اپنی باعظمت بیوی کا خدیجہ الکبرای) یا کوئی ایک زوجہ مقدسہ) کو فرما دیجئے الخ۔ تو جس طرح بنات سے مراد حضرت خاتون جنت ہوئیں۔ اسی طرح ازواج سے مراد صرف آپ کی ایک بیوی ہی ہوگی۔

لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ لفظ ازواج میں یہ تاویل کوئی بھی شیعہ تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اسے سب مردود اور باطل ہی کہیں گے۔ کیونکہ سیدہ خدیجۃ الکبرای کا وصال تو ہجرت سے قبل ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ تو اس لفظ سے مراد نہیں ہو سکتیں۔ دوسری بات یہ کہ اہل تشیع اگرچہ صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں۔ جس کی بنا پر وہ تاویل کرنا پڑی۔ لیکن آپ کی ازواج کا انکار کوئی شیعہ بھی نہیں کرتا۔ اگرچہ گستاخیاں کرتے ہیں۔ اور طعن وغیرہ دھرتے ہیں۔ لہٰذا جب لفظ ازواج میں یہ تاویل باطل تو پھر اس کے معطوف میں بھی یہ عظمت کی تاویل بالکل لایعنی ہوگی۔

مباہلہ کے وقت آپ کی صاحبزادیوں کا شریک نہ ہونا

نجفی شیعی نے ایک انوکھی منطق بھاڑی۔ اور طنزاً کہا سُنّیو! اگر آپ کی بیٹیاں چار تھیں۔ تو جس طرح آیت حجاب کے وقت اُن کا زندہ ہونا اور مخاطب ہونا تم مانتے ہو۔ کیا وجہ ہے کہ بوقتِ مباہلہ وہ غائب تھیں۔ اور تم ان کو مردہ مانتے ہو۔؟ حالانکہ دونوں واقعات ایک ہی سال ۷،۸ھ ہجری میں ہوئے۔

گزشتہ سطور میں ہم نے جو حوالہ جات نقل کیے۔ اُن سے صاف صاف عیاں کہ آیت حجاب ۵ھ میں نازل ہوئی۔

اور یہ وہ سال تھا۔ جب غزوہ خندق المعروف غزوہ احزاب رونما ہوا۔ اب آیئے ذرا دیکھیں کہ مباہلہ کس سال رُونما ہوا۔

منتہی الامال :۔

وقائع سال دہم ہجری :۔

قصۂ مباہلہ و نصارٰ نجران شیخ طبرسیؒ و دیگراں روایت کردہ اند الیٰ آخرہ۔

(منتہی الامال جلد اول ص ۱۰۷ قصۂ مباہلہ و نصارٰ نجران۔)

ترجمہ:-

شیخ طبرسی اور دوسرے اکابر شیعہ محققین نے روایت کیا ہے۔
کہ واقعہ مباہلہ اور نصاریٰ نجران دس ہجری میں رُونما ہوا۔
اس واقعہ اور قصہ کی تفصیل صاحب منتہی الامال نے آگے ذکر کی ہے۔ لیکن ہمیں اس کی تفصیل مطلوب نہیں۔ بلکہ اس کے وقوع کا سال تلاش کرنا ہے۔ سو معلوم ہوا۔ کہ شیعہ مجتہدین اس کے معتقد ہیں۔ کہ قصۂ مباہلہ سن دس ہجری کا ہے۔ اب ان واقعات پر ذرا سرسری نظر دوڑائیں۔ تاکہ نتیجہ سامنے آجائے۔

۱۔ آیت حجاب ۵ھ میں نازل ہوئی۔ (۷، ۸ ہجری بتلانا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

۲۔ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال سات یا آٹھ ہجری میں ہو گیا یعنی مباہلہ کے قصہ سے دو تین سال قبل آپ دنیا سے پردہ فرما گئی تھیں۔

۳۔ سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال ہو گیا۔ گویا واقعہ مباہلہ کے دو تین سال قبل ان کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔

۴۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال دو ہجری میں ہو چکا تھا۔ یعنی وقت مباہلہ سے آٹھ سال پہلے ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں تھیں

۵۔ سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ۱۱ھ میں پردہ فرمایا۔
یعنی قصۂ مباہلہ کے ایک سال بعد دنیا سے رخصت ہوئیں۔
آپ ان واقعات کا باہم ربط دیکھیں ۵ھ ہجری میں تو ایسا شخص زندہ ہوگا

جس کا سات یا آٹھ یا گیارہ سنِ ہجری میں وصال ہوا۔ لیکن سنہ ۱۰ ہجری میں ایسے شخص کا زندہ ثابت کرنا جو سات یا آٹھ سن ہجری میں فوت ہو گیا ہو۔ کس قدر فریب دہی اور ظلم عظیم ہے۔

چیلنج:-

میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر کوئی شیعہ مسند اور صحیح ایک ایسی روایت پیش کرے۔ کہ جس میں واضح الفاظ میں موجود ہو کہ سورۃ احزاب ۵ یا ۹ھ میں اتری ہے۔ تو اس کو بیس ہزار روپیہ انعام پیش کروں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ کتب حدیث و تاریخ سے ٹھوس حوالہ جات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں آپؐ کے بطن سے تھیں

اصول کافی:۔

وَ تَزَوَّجَ خَدِیْجَۃَ وَ ھُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَ عِشْرِیْنَ سَنَۃً فَوُلِدَ لَہٗ مِنْھَا قَبْلَ مَبْعَثِہٖ الْقَاسِمُ وَ رُقَیَّۃُ وَ زَیْنَبُ وَ اُمُّ کُلْثُوْمٍ وَ وُلِدَ لَہٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ وَ الطَّیِّبُ وَ الطَّاھِرُ وَ اَلْفَاطِمَۃُ عَلَیْھَا السَّلَامُ

(اصول کافی جلد اول ص۴۳۹ کتاب الحجۃ باب مولد النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ ووفاتہ، مطبوعہ تہران طبع جدید ۔)
(اصول کافی مترجم جلد اول ص۵۴۲ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیس سال سے زائد عمر میں شادی کی۔ اور ان کے بطن سے قبل بعثت "قاسم" رقیہ، زینب، ام کلثوم، پیدا ہوئے۔ اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ، پیدا ہوئے۔

نوٹ:

"اصول کافی" شیعہ حضرات کے ہاں ایسی بلند پایہ کتاب ہے۔ جس کے بارے میں "امام غائب امام مہدی" نے فرمایا "الکافی کاف لشیعتنا" ہمارے شیعوں کے لیے "کافی" کافی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک اس کا درجہ قرآن سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کثیر روایات ایسی ہیں۔ جن میں اس بات کی صراحت ہے۔ کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ ہم اس کو انشاء اللہ "تحریف القرآن" کے باب میں ذکر کریں گے۔

تو اس معتبر کتاب کی روایت سے ثابت ہوا کہ آپ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے چار صاحبزادیاں تھیں۔ اور تین صاحبزادے تھے۔ اس تعداد میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا۔ اگر اختلاف ذکر کیا۔ تو اس بارے میں کہ بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد کون کون پیدا ہوئے۔ ایک روایت میں قبل بعثت "قاسم"، رقیہ، زینب، ام کلثوم، طیب، طاہر، پیدا ہوئے۔ اور بعد بعثت صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حیات القلوب:

ومشہور آنست کہ دختران آنحضرت چہار نفر بودند۔ وہمہ از خدیجہ بوجود آمدند، اول زینب وحضرت پیش از بعثت وحرام شدن دختر بکافران دادن او را بابی العاص بن ربیع تزویج نمود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۷ باب ۵۱ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ: اور مشہور یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اور یہ تمام حضرت خدیجہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے پہلی حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اور کافروں کے ساتھ شادی بیاہ حرام ہونے سے قبل "ابو العاص بن ربیع" کی زوجیت میں تھیں۔

منتہی الامال:

حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی صاحبزادیاں چار ہوئیں جن میں سے دو یکے بعد دیگرے عثمان غنی کے عقد میں آئیں:

در قرب الاسناد از صادق علیہ السلام روایت شدہ است۔ کہ از برائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر وقاسم وفاطمہ ام کلثوم ورقیہ وزینب وتزویج نمود فاطمہ را

بحضرت امیر المومنین وزینب را بابی العاص بن الربیع کہ از بنی امیہ بود
وام کلثوم را بعثمان بن عفان و پیش از آنکہ بخانۂ عثمان برود برحمت الٰہی
واصل شد و بعد از او حضرت رقیہ را باو تزویج نمود۔

(۱) (منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اول ص۱۲۵ دربیان
احوال اولاد و امجاد آنحضرت فصل ہشتم باب اول
مطبوعہ ایران)

(۲) (بالفاظ مختلفہ مروج الذہب جلد دوم ص۲۹۱
(مسعودی)

ترجمہ: قرب الاسناد میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت
کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ سے یہ
اولاد پیدا ہوئی۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب۔ حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت
زینب کی ابو العاص بن ربیع کے ساتھ ہوئی۔ جو بنی امیہ سے تھا۔
اور ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا لیکن رخصتی
سے قبل انتقال فرما گئیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
رقیہ کی ان سے شادی کر دی۔

حاشیہ منتہی الامال:

تزویج زینب بابی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافران
بود۔ و از زینب امامہ دختر ابو العاص بوجود آمد۔ و حضرت امیر المومنین
علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا بمقتضائے وصیت آں مخدرہ

اورا تزویج فرمود۔ ونقل شدہ کہ ابوالعاص درجنگ بدر اسیر شد و
زینب قلادہ کہ حضرت خدیجہ باو دادہ بود بنزد حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد برائے فدائے شوہر خود چوں حضرت نظرش
قلادہ افتاد خدیجہ را یاد نمود۔ ورقت کرد واز صحابہ طلب نمود
کہ فدائے اورا ببخشند وابوالعاص را بلا فدا رہا کنند صحابہ چنیں
کردند۔ حضرت از ابوالعاص شرط گرفت کہ چوں بمکہ برگردد زینب
رابخدمت آنحضرت فرستد۔ او بشرط خود وفا نمود۔ زینب را فرستاد۔
بعد از آں خود بمدینہ آمد ومسلمان شد وزینب در مدینہ سال ہفتم
وبقولی در سال ہشتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد۔
(حاشیہ منتہی الامال جلد اول ص۱۲۵ باب اوّل
فصل ہشتم)

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص کے ساتھ بعثت
سے قبل اور حرمت نکاح با کافراں سے قبل ہوئی تھی۔ ان کے ہاں
"امامہ" پیدا ہوئی۔ جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نکاح
کیا تھا۔ اور نقل کیا گیا ہے۔ کہ ابوالعاص غزوہ بدر میں قیدی
ہوگیا۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ ہار کہ حضور کی
بارگاہ میں بھیجا۔ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیا تھا۔
تاکہ فدیہ کے طور پر اسے لے کر ان کے خاوند ابوالعاص کو
رہا کر دیا جائے۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر اس ہار پر
پڑی۔ تو حضرت خدیجہ یاد آگئیں۔ اور آپ آبدیدہ ہو گئے۔

صحابہ کرام سے فرمایا۔ کہ ابوالعاص کا فدیہ معاف کر کے بلا فدیہ اُسے رہا کردو۔ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا۔ کہ جب مکہ جاؤ گے۔ تو زینب کو میرے پاس بھیجنا ابوالعاص نے اپنی شرط (وعدہ) پورا کیا۔ اور حضرت زینب کو حضور کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد یہ خود بھی مدینہ آگیا۔ اور مسلمان ہوگیا۔ حضرت زینب مدینہ منورہ میں ساتویں یا آٹھویں سال ہجرت میں انتقال فرما گئیں۔

حیات القلوب:

چوں فاطمہ علیہا السلام آں حضرت را دید گریست فرمود کہ چہ چیز ترا بگریہ آوردہ است ای دختر محمد صلے اللہ علیہ وسلم فاطمہ فرمود کہ عائشہ نام مادر مرا برد داد را بنقص وکمی مرتبہ نسبت داد پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخشم شد وگفت بس کن حمیرا کہ خدا برکت می دہند زنے را کہ شوہر را بسیار دوست میدارد و بسیار فرزند آورد و خدیجہ اورا خدا رحمت کند از من طاہر مطہر را بہم رسانید کہ او عبداللہ بود و قاسم را آوردو رقیہ و فاطمہ و زینب وام کلثوم از وبہم رسید خدا رحم ترا عقیم گردانید کہ ہیچ فرزند از تو بہم نمی رسد۔

(حیات القلوب جلد دوم ص۷۱۵ مطبوعہ
نولکشور طبع قدیم باب فضائل خدیجہ)

ترجمہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو رونا شروع کر دیا۔ پوچھا۔ تمہیں کس نے رلایا۔ عرض کی۔ عائشہ

نے میری والدہ کا نام لے کر اس کے نقص بیان کئے۔ اور کم مرتبہ کہا۔ تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا۔ اور فرمایا۔ حمیرا چپ ہو جاؤ۔
اللہ تعالیٰ اس عورت کو برکتوں سے نوازتا ہے۔ جو شوہر کی خدمتگار
ہو۔ اور خاوند سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ صاحبِ اولاد
کثیرہ ہو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔
ان کے بطن سے طاہر اور مطہر (عبد اللہ) پیدا ہوئے۔ اور قاسم
کو اس نے جنا۔ رقیہ، فاطمہ، زینب، ام کلثوم بھی اُسی سے پیدا ہوئیں
اللہ نے تیرے رحم کو بانجھ بنایا جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

تنبیہ :-

اس دلیل میں "ملا باقر مجلسی شیعی" نے اپنی تبرائی عادت کے مطابق ام المومنین
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زبان طعن دراز کی جو کسی شخص پر
مخفی نہیں لیکن اس خبث باطنی کے باوجود ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں
وہ بالکل صاف اور کھلے الفاظ میں اس نے بیان کر دیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی چار صاحبزادیاں تھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی
فضیلت اس وجہ سے بیان کی۔ کہ وہ پانچ چھ بچوں کی ماں بنی تھیں۔ جن میں
چار لڑکیاں اور باقی لڑکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "از من طاہر و
مطہر ہم رسانید،" وغیرہ سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ آپ کی یہ سب
اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد
میں آنے کے بعد ہوئی۔ نہ کہ حضرت خدیجہ پہلے خاوند سے پیدا شدہ اولاد ساتھ
لائی تھیں۔

حیات القلوب:

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق روایت کرده است. که از برائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند۔ طاہر و قاسم و فاطمہ، ام کلثوم و رقیہ و زینب۔

(حیات القلوب جلد دوم ص۱۰۲۶ باب پنجاه و یکم مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ: قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن اقدس سے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب رضی اللہ عنہم۔

مرآت العقول:

قال ابن شهر آشوب فى المناقب ولد من خديجة القاسم وعبد الله و هما الطيب و الطاهر واربع بنات زينب. رقيه و ام كلثوم وهى آمنه و فاطمه

(مرآت العقول جلد ا ص۳۵۲)

ترجمہ: ابن شہر آشوب نے "المناقب" میں کہا۔ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ القاسم و عبد اللہ انہی دونوں کو الطاہر اور الطیب بھی کہتے ہیں۔ اور چار صاحبزادیاں۔ زینب و رقیہ و ام کلثوم (جن کو آمنہ بھی کہتے ہیں۔) اور فاطمہ۔

ذبح عظیم: امام حسین کی جنتی خالائیں

عَنْ رَبِيعَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَشْيَاءَ فَقَالَ اسْمَعْ مِنِّي وَعِهِ وَبَلِّغِ النَّاسَ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُهُ بِأُذُنِي وَقَدْ جَاءَ الْحُسَيْنُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ هٰذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ جَدًّا وَجَدَّةً جَدُّهُ رَسُولُ اللهِ سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَجَدَّتُهُ خَدِيجَةُ سَابِقَةُ الْإِيمَانِ مِنْ كُلِّ الْأُمَّةِ وَهٰذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ خَالًا وَخَالَةً وَخَالُهُ عَبْدُ اللهِ وَإِبْرَاهِيمُ وَخَالَتُهُ زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَهٰذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ عَمًّا وَعَمَّةً وَعَمُّهُ جَعْفَرُ وَعَقِيلٌ وَعَمَّتُهُ أُمُّ هَانِي وَهٰذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ أَبًا وَأُمًّا وَأَخًا وَأُخْتًا أَبُوهُ عَلِيٌّ وَأُمُّهُ فَاطِمَةُ وَأَخُوهُ الْحَسَنُ وَأُخْتُهُ زَيْنَبُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ ثُمَّ وَضَعَهُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ فَأَجْلَسَهُ فِي جَنْبِهِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ هٰذَا الْحُسَيْنُ جَدُّهُ فِي الْجَنَّةِ وَجَدَّتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَعَمَّاتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَبَوَاهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُوهُ فِي الْجَنَّةِ وَأُمُّهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَخُوهُ فِي الْجَنَّةِ وَأُخْتَاهُ فِي الْجَنَّةِ وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ

(ذبح عظیم ص۴۲ مصنف سید اولاد حیدر مطبوعہ لاہور طبع جدید)

ترجمہ: ربیعہ سعدی کہتے ہیں۔ میں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے چند مسائل پوچھے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سنو اور یاد رکھو اور لوگوں کو بھی بتا دینا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ منبر پر آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے کندھوں پر بٹھالیا۔ پھر آپ نے فرمایا لوگو! یہ حسین تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ اس کے نانا جیسا کوئی نانا نہیں۔ اور اس کی نانی جیسی کوئی نانی نہیں۔ اس کا نانا اللہ کا رسول اولاد آدم کا سردار ہے۔ اور اس کی نانی خدیجہ ہے جسے تمام امت میں سے ایمان لانے میں سبقت حاصل ہے۔ یہ حسین ماموں اور خالہ کے اعتبار سے لوگوں سے بہتر ہے۔ اس کے ماموں عبداللہ اور ابراہیم اور اس کی خالائیں زینب، رقیہ، ام کلثوم ہیں۔ اور یہ حسین چچا اور پھوپھی کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔ اس کے چچا جعفر و عقیل اور اس کی پھوپھی ام ہانی ہیں۔ یہ حسین باپ، ماں اور بہن بھائیوں کے اعتبار سے بھی لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا باپ علی اس کی ماں فاطمہ اور اس کا بھائی حسن اور اس کی بہنیں زینب و ام کلثوم ہیں۔ یہ کہہ کر کندھے سے نیچے اتارا۔ اور اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ پھر فرمایا۔ لوگو! یہ وہ حسین ہے۔ کہ جس کا نانا، نانی، ماموں، خالائیں، چچے، پھوپھی، باپ، ماں بھائی اور دونوں بہنیں جنتی ہیں۔ اور یہ خود بھی جنتی ہے۔

فصل دوم

چار عدد بناتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی ناجائز تنقید کا محاسبہ

☆

حدیث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مولوی اسماعیل کی جاہلانہ تنقید

ہم پچھلے ابواب میں آپ قرب الاسناد کے حوالہ سے امام جعفر کا قول پڑھ چکے کہ سیدہ خدیجہ کے بطن سے چار بیٹیاں نبی علیہ السلام کے گھر پیدا ہوئیں، قرب الاسناد کا مصنف ابوالعباس عبداللہ حمیری قمی ہے جو شیعہ حضرات کا بہت بڑا امام ہے۔ اور صرف ایک راوی مسعدہ بن صدقہ کے واسطہ سے یہ حدیث امام جعفر سے نقل کر رہا ہے پھر حیات القلوب وغیرہ میں معتبر شیعہ فقہاء نے اس حدیث کو نقل کیا اور اس کی سند کو معتبر قرار دیا مگر آج کل کے شیعوں کو یہ حدیث ضعیف نظر آتی ہے۔

چنانچہ "فتوحاتِ شیعہ" ہی میں ایک مناظرہ اور اس کی تفصیل نظر سے گزری یہ مناظرہ مولوی عبدالستار صاحب۔ اور مولوی محمد اسماعیل صاحب۔ کے درمیان "بنات رسول" کے موضوع پر ہوا۔ ناصر حسین نجفی نے اپنی فتح کو یوں نقل کیا ہے۔

فتوحات شیعہ:۔

حضرات! مولوی عبدالستار صاحب تونسوی نے باوجود ہزار شور و غوغا کے کل تین روایات کتب شیعہ سے پیش کیں۔ مختلف کتب سے بار بار انہیں کا تکرار و اعادہ کیا دیگر نہ کوئی آیت اور نہ ہی کوئی روایت میدان مناظرہ میں پیش کرنے کی جرأت و ہمت ہوئی۔ روایت اول حیات القلوب جلد دوم ص۷۱۸ سے پیش کی کہ قرب الاسناد میں بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسولِ خدا کی اولاد حضرت خدیجہ سے طاہر و قاسم، فاطمہ ام کلثوم، رقیہ اور زینب متولد ہوئے۔ اس کا جواب اسی وقت دے دیا گیا کہ حضور یہ روایت سنیوں کی ہے۔ شیعہ کی نہیں، ضعیف ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کی سند یہ ہے۔

روی الحمیری فی قرب الاسناد عن هارون بن مسلم عن مسعدة بن صدقة عن جعفر عن ابیه علیهما السلام۔

اس سند میں ایک راوی "حمیری" شارب الخمر ہے۔ اسی وقت تونسوی صاحب کو رجال مامقانی جلد اول ص۱۴۲ سے دکھلایا گیا کہ انه کان یشرب الخمر، یعنی وہ "حمیری" ہمیشہ شراب پیتا تھا حتیٰ کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اور مزید براں یہ بھی عرض کیا گیا کہ ہمارے ملنگوں پر بھنگ نوشی کا الزام لگاتے ہو۔ اور خود شرابیوں کی روایات پیش کرتے ہو اور انہیں اپنا دین و ایمان بنائے پھرتے ہو؟ دوسرا راوی اس سند روایت میں مسعدہ بن صدقہ ہے جو سنی تبری ہے۔ چنانچہ رجالِ مامقانی جلد۳

صـ۲۱۲ نکال کر عبدالستار صاحب کے سامنے لے جاکر رکھ دی گئی کہ مسعدہ بن صدقہ عامی تبری ہے۔ روایت سنیوں کی ہے۔ کسی شیعہ راوی کی صحیح روایت پیش کرو مگر ہمت کہاں۔؟

(فتوحات شیعہ صـ۱۰۳ مولفہ ناصر حسین نجفی شیعی

مطبوعہ لائل پور)

جواب:۔ مولوی اسماعیل شیعہ کا ڈھٹائی سے جھوٹ بولنا۔

اس بات پر سخت حیرانی ہوئی کہ مولوی اسماعیل صاحب نے کس ڈھٹائی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ کتب میں کوئی صحیح روایت موجود ہی نہیں اور اس بات پر زور دیا کہ کسی شیعہ راوی کی صحیح روایت پیش کرو۔ مزید یہ کہ مولوی عبدالستار صاحب تونسوی کسی شیعہ راوی کی کوئی روایت پیش نہ کر سکے۔

اول ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مولوی عبدالستار صاحب تونسوی نے مولوی اسماعیل صاحب کو کسی شیعہ کی روایت پیش نہ کی ہو۔ اور اگر واقعی تونسوی صاحب نے بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حیات القلوب سے قرب الاسناد کی روایت پیش کی ہو اور مولوی اسماعیل صاحب نے وہ جواب دیا ہو جو فتوحات شیعہ میں مذکور ہے "کہ اس روایت کے دو راوی مسعدہ بن صدقہ اور حمیری قابل اعتبار نہیں کیونکہ مسعدہ بن صدقہ تو سنی ہے اور حمیری اتنا بڑا شرابی ہے کہ کثرت شراب نوشی سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں،، تو اسماعیل صاحب کی پرلے درجے کی فراڈ بازی ہے۔

منصف مزاج قارئین کے سامنے اب ہم ان دونوں راویوں کے بہترین حالات پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ یہ حدیث قابل قبول ہے یا نہیں؟ اور مولوی اسماعیل صاحب نے راویوں کے متعلق جو ڈرامہ کھیلا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟

شیعہ اسمائے رجال کی کتب معتبرہ سے مسعدہ بن صدقہ کے حالات

مولوی اسماعیل صاحب نے مسعدہ بن صدقہ کو سُنّی ثابت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے متعلق حیات القلوب بحار قرب الاسناد کی حدیث کو غیر معتبر ٹھہرایا ہے۔ اور حوالہ دیا ہے تنقیح المقال ص ۲۱۲ کا۔ مگر یہاں بھی وہ اپنی روایتی بددیانتی اور خیانت سے باز نہیں آئے۔

ہم اسی صفحہ کی ہی پوری عبارت نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال:-

مُسْعَدَةُ بْنُ صَدَقَةَ الْعَامِيُّ الْبَتْرِيُّ عَنِ الْبَاقِرِ اِنْتَهٰی وَلٰكِنْ حُكِيَ عَنْ بَعْضِ اَتْقِيَاءِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهٗ عَامِيٌّ بَتْرِيٌّ لٰكِنَّهٗ مُعْتَمَدٌ عَلَيْهِ فِي النَّقْلِ وَمَنْ تَتَبَّعَ اَخْبَارَهٗ يَحْصِلُ لَهُ الْعِلْمُ بِاَنَّهٗ اَثْبَتُ مِنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْعُدُوْلِ اِنْتَهٰی وَيُسَاوِقُهٗ مَا نَقَلَهُ الْمُحَقِّقُ الْوَحِيْدُ عَنْ جَدِّهِ الْمَجْلِسِيِّ الْاَوَّلِ مِنْ قَوْلِهِ الَّذِيْ يَظْهَرُ مِنْ اَخْبَارِهِ الَّتِيْ فِي الْكُتُبِ اَنَّهٗ ثِقَةٌ لِاَنَّ جَمِيْعَ مَا يَرْوِيْهِ فِيْ غَايَةِ الْمَتَانَةِ مُوَافِقَةٌ

بِمَا يَرْوِيهِ الثِّقَاتُ مِنَ الْأَصْحَابِ وَلِهٰذَا عَمِلَتِ الطَّائِفَةُ بِمَا رَوَاهُ وَأَمْثَالُهُ مِنَ الْعَامَّةِ بَلْ لَوْ تَتَبَّعْتَ وَجَدْتَ أَخْبَارَهُ أَسَدَّ وَأَمْتَنَ مِنْ أَخْبَارِ مِثْلِ جَمِيلِ بْنِ دُرَّاجٍ وَحَرِيزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اِنْتَهٰى وَأَقُولُ الْإِنْصَافُ أَنَّ الْأَمْرَ كَمَا ذَكَرَهُ وَعَلَيْهِ فَيَكُوْنُ الرَّجُلُ مِنَ الْمُوَثَّقِ ۔

(تنقیح المقال فی علم الرجال جلد سوم ص ۲۱۲
باب مسعدہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: مسعدہ بن صدقہ عامی تبری ہے۔ یہ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ لیکن بعض متاخرین اتقیاء نے بیان کیا ہے کہ وہ عامی تبری ہے لیکن روایت کے نقل کرنے میں وہ معتمد علیہ ہے اور جس نے اس کی روایات کا تتبع (چھان بین) کیا اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اکثر عادل راویوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ انتہیٰ۔ اور اس کے مطابق ہے وہ قول جسے محقق وحید نے اپنے دادا مجلسی اوّل سے نقل کیا۔ وہ یہ ہے جو روایات اس (مسعدہ بن صدقہ) کی کتب میں موجود ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ثقہ راوی ہے۔ کیونکہ جو اس نے روایت کیا ہے وہ غایت متانت میں ہے اور ثقہ راویوں کی روایات کے موافق ہے۔ اسی لیے عمل کیا ایک گروہ نے اس کی روایات پر اور اس کے مثل عامہ کی روایات پر بلکہ اگر آپ چھان بین کریں گے تو اس کی روایات کو بہت درست اور متین پائیں گے۔ جمیل ابن دراج اور حریز بن عبداللہ جیسوں سے انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ جیسے محقق وحید

نے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ وہ (مسعدہ بن صدقہ) ثقہ راویوں میں سے ہے۔

لمحۂ فکریہ:۔

مولوی اسماعیل صاحب کی علمی خیانت آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ اپنے مطلب کا ٹکڑا نقل کر دیا اور باقی عبارت کو شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ ان کا مقصد فقط مطلب برآری ہے اس سے غرض نہیں کہ سچ کہتے ہیں یا جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تنقیح المقال کی عبارت اور ترجمہ سے معلوم ہو گیا کہ مسعدہ بن صدقہ نہایت مضبوط اور ثقہ آدمی ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے راویوں میں بھی اس کی مثل راوی بہت کم ہیں۔ مولوی صاحب نے راوی مذکور کی وجہ سے اس کی روایت کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا تھا اور اپنے قول کی تائید کے لیے تنقیح المقال کا مذکورہ حوالہ ہی پیش کیا تھا حالانکہ اس کتاب کے اسی صفحہ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ راوی اتنا سچا اور ثقہ ہے کہ اس کی روایات سے علم یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ شیعہ مجتہد محقق وحید نے تو یہ فرما دیا کہ اس کی تمام روایات غایتِ متانت میں ہیں۔ یعنی اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جس کو مردود اور ناقابل قبول کہا گیا ہو۔ مزید برآں عبداللہ مامقانی صاحب تنقیح المقال نے بھی اپنا فیصلہ صادر کر دیا کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ وہی فیصلہ مسعدہ بن صدقہ کے متعلق حق ہے جو محقق وحید نے کیا ہے اور محقق وحید کے فیصلہ کی وجہ سے میں (عبداللہ مامقانی) مسعدہ بن صدقہ کو ثقہ راویوں میں شمار کرتا ہوں۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جس راوی کو محقق وحید مجتہد شیعہ اور عبداللہ مامقانی صاحب تنقیح المقال ثقہ اور سچا کہیں اور یہ فیصلہ دیں کہ اس کی تمام مرویات صحیح ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی مردود اور ناقابلِ قبول نہیں ہے۔ ایسے راوی کو پندرھویں صدی کا ایک شیعہ ملاں ناقابلِ قبول ٹھہرائے۔ اس کی روایات کو مردود کہے

اور وہ بھی عبارات میں کتر و بیونت اور دھوکہ دہی سے۔ تو بات اس کی سچی یا مذہب شیعہ کے
ائمہ کی ؟۔ اگر کوئی مولوی اسماعیل صاحب کا پس خوردہ نوش اعتراض کرے کہ مسعدہ بن صدقہ
ثقہ راوی تو ہے مگر بنات رسول کے متعلق اس کی روایات غیر معتبر ہیں تو اس کا جواب بھی
ہم کتب شیعہ سے پیش کئے دیتے ہیں۔

زیر بحث حدیث غیر معتبر ہے؟

حیات القلوب :۔

باب پنجاہ و یکم در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است۔ در قرب الاسناد
بسندِ معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسولِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و
رقیہ و زینب۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۶
باب پنجاہ و یکم ذکر اولاد امجاد آنحضرتؐ
مطبوعہ نولکشوری طبع جدید)

ترجمہ:۔ باب اکیاون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد امجاد کے بارے میں ہے
قرب الاسناد میں معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ
عنہا سے پیدا ہوئی وہ یہ ہے۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب
(رضی اللہ عنہم)

حیات القلوب :۔

در حدیثِ معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منقول است کہ روزے

حضرتِ رسولِ خدا داخل شد ندکہ عائشہؓ بر روئے حضرت فاطمہ علیہا السلام فریاد میکند و می گوید۔ اے دخترِ خدیجہ! ترا گمان اینست کہ مادرِ ترا بر ما فضیلتی بودہ است۔ اورا چہ زیادتی بر ما ہست واو نبود مگر مانند یکی از ما۔ پس چوں فاطمہ علیہا السلام آں حضرت را دید گریست۔ فرمود کہ چہ چیز ترا بگریہ آوردہ است اے دخترِ محمدؐ۔ فاطمہ علیہا السلام فرمود کہ عائشہؓ نام مادرم را برد و اورا بنقص و کمی مرتبہ نسبت داد۔ پس حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم در خشم شد و گفت بس کن اے حمیرا کہ خدا برکت میدہد زنے را کہ شوہر را بسیار دوست دارد و بسیار فرزند آورد و خدیجہؓ اورا خدا رحمت کند از من طاہر مطہر را بہم رسانید کہ او عبداللہ بود و قاسم را آورد و رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم از و بہم رسید۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۵۷۱ باب پنجم فضائل حضرت خدیجہ و حال تزویج مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔ حدیث معتبر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شکوہ کر رہی ہیں کہ اے خدیجہ کی دختر! تمہارا گمان ہے کہ تمہاری ماں کو ہم پر فضیلت حاصل ہے۔ انہیں ہم پر کیا فضیلت ہے؟ وہ تو ہم جیسی ہی تھی۔ پس جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا تو رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے میری بیٹی! تجھے کس چیز نے رلایا ہے؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا)

نے میری ماں کا نام لیا ہے اور ان کے مرتبہ میں کمی کی ہے۔ اور تنقیص کا اظہار کیا ہے۔ پس حضور علیہ السلام یہ سن کر ناراض ہو گئے۔ اور فرمایا۔ اے حمیرا (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب) بس کر۔ خدا اس عورت کو برکت دیتا ہے جو اپنے خاوند سے بہت محبت رکھے اور زیادہ اولاد جنے۔ حضرت خدیجہ، خدا ان پر رحمت کرے کہ ان سے میرے لیے طاہر مطہر یعنی عبداللہ و قاسم پیدا ہوئے۔ اور (میری بیٹیاں) رقیہ، فاطمہ، زینب اور ام کلثوم (رضی اللہ عنہن) پیدا ہوئیں۔

انوارِ نعمانیہ:۔

فَاَوَّلُ امْرَاَةٍ تَزَوَّجَهَا خُدَيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَكَانَتْ قَبْلَهُ عِنْدَ عَتِيْقِ بْنِ عَائِذِ بْنِ الْمَخْزُوْمِيِّ فَوَلَدَتْ لَهُ جَارِيَةً ثُمَّ تَزَوَّجَهَا اَبُوْ هَالَةَ الْاَسَدِيُّ فَوَلَدَتْ لَهُ هِنْدَ بْنَ اَبِيْ هَالَةَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَرَبّٰى اِبْنَهَا هِنْدًا فَاَوَّلُ مَا حَمَلَتْ وَوَلَدَتْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الطَّيِّبُ الطَّاهِرُ وَوَلَدَتْ لَهُ الْقَاسِمَ وَقِيْلَ اِنَّ الْقَاسِمَ اَكْبَرُ وَلَدِهٖ وَكَانَ يُكَنّٰى بِهٖ وَالنَّاسُ يَغْلَطُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ وُلِدَ لَهُ مِنْهَا اَرْبَعُ بَنِيْنَ اَلْقَاسِمُ وَعَبْدُ اللّٰهِ

وَالطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَاِنَّمَا وَلَدَتْ لَهُ اِبْنَانِ وَاَرْبَعُ بَنَاتٍ زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ وَفَاطِمَةُ۔

(الانوار النعمانیہ جلد اول ص۳۶۶ نور فی مولد النبی صلے اللہ علیہ وآلہ مطبوعہ تبریز طبع جدید۔)

ترجمہ:۔ سب سے پہلی خاتون جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا حضرت خدیجہؓ بنت خویلد تھیں۔ آپؓ پہلے عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئیں۔ پھر آپؓ (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) سے ابوہالہ اسدی نے نکاح کیا۔ اس سے آپ کے ہاں ہند بن ابی ہالہ پیدا ہوئے۔ پھر آپؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد شریف فرمایا۔ اور آپؓ کے بیٹے ہند کی تربیت فرمائی۔ پس سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد آپؓ کے بطن اطہر سے پیدا ہوئی وہ حضرت عبد اللہ تھے۔ وہی طیب و طاہر کہلاتے ہیں۔ پھر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت قاسم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ انہی کے نام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت (ابوالقاسم) مشہور ہوئی۔ لوگ اس بارے میں غلطی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار صاحبزادے، قاسم، عبد اللہ، طیب اور طاہر پیدا ہوئے۔ حالانکہ آپؓ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔

انوار نعمانیہ:۔

وَسَمَّيْتُهُ كِتَابَ الْاَنْوَارِ النُّعْمَانِيَّةِ فِي بَيَانِ مَعْرِفَةِ النَّشْاَةِ الْاِنْسَانِيَّةِ .... قَدِ الْتَزَمْنَا اَنْ لَّا نَذْكُرَ فِيْهِ اِلَّا مَا اَخَذْنَاهُ عَنْ اَرْبَابِ الْعِصْمَةِ الطَّاهِرِيْنَ اَوْ مَا صَحَّ عِنْدَنَا مِنْ كُتُبِ النَّاقِلِيْنَ۔ (الانوار النعمانیہ جلد اول ص۲ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔ مَیں (مصنف انوار نعمانیہ) نے اس کتاب کا نام انوار نعمانیہ فی معرفت نشأۃ الانسانیہ رکھا ہے۔ اور ہم نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہم اس میں کوئی اور ذکر نہیں کریں گے مگر وہ جو ہم نے ائمہ معصومین سے اخذ کیا ہے۔ یا جو کتبِ ناقلین سے ہمارے نزدیک صحیح ثابت ہوا ہے

مندرجہ بالا عبارات سے حسب ذیل امور بالصراحت ثابت ہوگئے۔

۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت معتبر سند کے ساتھ ہے۔ یعنی مسعدہ بن صدقہ والی قرب الاسناد کی روایت کو ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں معتبر قرار دیا ہے۔ اسی طرح نعمت اللہ جزائری نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں پیش کیا ہے۔ اور ابتدائے کتاب میں اس التزام کا دعویٰ کیا ہے کہ اس کتاب میں صرف وہ روایات درج

کی جائیں گی جو آئمہ معصومین سے مروی ہیں یا ناقلین کتب سے ہم تک صحیح پہنچی ہیں پس معلوم ہوا کہ چار صاحبزادیوں کی سند معتبر ہے اور اس سند کو آئمہ معصومین اور مجتہدین شیعہ نے صحیح اور قابل اعتبار مانا ہے۔ لہذا اس روایت پر مولوی اسماعیل صاحب کا اعتراض کرنا عقل و نقل کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ ورنہ وہ جانتے تھے کہ اس روایت کی سند معتبر ہے۔

۲۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں (عتیق اور ہند ابی ہالہ) سے زینب، رقیہ، یا ام کلثوم نام کی کوئی بیٹی نہیں ہے۔ جیسے شیعہ لوگ ربیبہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ کی پہلے شوہروں سے اس نام کی جب کوئی اولاد ہی نہیں تو ربیبہ ثابت کرنا چہ معنی دارد؟ یہ حضور علیہ السلام کی ان صاحبزادیوں میں سے دو کا عقد چونکہ عثمانِ ذوالنورین کے ساتھ ہوا تھا۔ پس شیعہ لوگ بغض عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس قسم کے پاپڑ بیلتے ہیں۔

۳۔ مذکورہ کتبِ شیعہ میں نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان چاروں صاحبزادیوں، سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن کو آپ کی حقیقی اور صلبی قرار دیا گیا ہے۔

دوسرے راوی "حمیری" کے احوال از شیعہ کتب اسمائے رجال

حدیث بناتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سند پر جرح کرتے ہوئے مولوی محمد اسماعیل صاحب شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا دوسرا راوی "حمیری" ہے جو شراب نوش ہے اور کثرتِ شراب نوشی سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ لہذا یہ

روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب کی دھوکہ دہی اور فراڈ بازی! الامان والحفیظ معلوم ہوتا ہے انہیں نہ خوفِ خدا ہے نہ شرم نبیؐ۔ جبھی تو اتنی ڈھٹائی کے ساتھ دریائے کذب میں غرق نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تنقیح المقال ص۱۴۲ پر موجود ہے کہ "حمیری" شرابی تھا اور بوقتِ موت اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ مگر "لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ"، ہمارا سوال ہے کیا یہی "حمیری" بنات رسول والی حدیث کا راوی ہے؟ جھوٹ بولنے میں اسماعیل صاحب کا جواب نہیں حقیقت یہ ہے کہ جس "حمیری" پر اسماعیل صاحب نے لعن طعن کی اور اسے شرابی کبابی کہا وہ "اسماعیل بن محمد حمیری" ہے۔ جس کا ذکر تنقیح المقال ص۱۴۲ پر ہے۔ اور جو زیر بحث حدیث بنات رسول کا راوی ہے وہ "ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری" ہے۔ جس کا تذکرہ تنقیح المقال کے ص۱۷۴ پر ہے۔ اور یہی صاحب قرب الاسناد ہے۔

اسماعیل صاحب اور ان کے حواری اسی کذب بیانی پر بغلیں بجا رہے تھے۔

"فتوحاتِ شیعہ" میں ایک صریح جھوٹ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حدیث بنات رسول کی سند اس طرح ہے "رَوَى الْحِمْيَرِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْعَدَةَ بْنِ صَدَقَةَ" حالانکہ بنات رسول کی حدیث میں "رَوَى الْحِمْيَرِيُّ" کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ مولوی صاحب کو معلوم تھا کہ "حمیری" سے مراد "ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری" ہی ہے۔ مگر عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کے لیے "روی الحمیری" کے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔

بہر صورت ہم اس بات کی وضاحت کے لیے کہ بنات رسولؐ کی حدیث کا راوی اسماعیل بن محمد حمیری نہیں جو شرابی تھا بلکہ ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری ہے اور اسماعیل صاحب کے جھوٹ کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے شیعہ اسمائے رجال کی کتب معتبرہ کی عبارات پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ یہ لوگ

کس قدر مکار اور دھوکہ باز ہیں۔ یہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تنقیح المقال :۔

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرِ الْحُمَیْرِیُّ ھُوَ ابْنُ جَعْفَر ابْنِ الْحَسَنِ اَوِ الْحُسَیْنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ جَامِعِ الْحُمَیْرِیُّ اَبُو الْعَبَّاسِ قُمِّیٌّ ۔۔۔۔۔۔۔ قُمِّیٌّ ثِقَةٌ مِنْ اَصْحَابِ الْعَسْکَرِیِّ ۔۔۔۔۔۔۔ وَقَالَ فِی الْفِھْرِسْتِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرَ الْحُمَیْرِیُّ یُکْنٰی اَبَا الْعَبَّاسِ الْقُمِّیِّ ثِقَةٌ لَہٗ کُتُبٌ مِنْھَا کِتَابُ الدَّلَائِلِ، کِتَابُ الطِّبِّ، کِتَابُ الْاِمَامَةِ، کِتَابُ التَّوْحِیْدِ وَالْاَفَاعِیْلِ وَالْبَدَآءِ، کِتَابُ قُرْبِ الْاَسْنَادِ۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۴ ۷، باب عبداللہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: عبداللہ بن جعفر حمیری، وہ ابن جعفر بن الحسن یا حسین بن مالک بن جامع حمیری ابوالعباس قمی ہے .... قمی ثقہ راوی اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے .... اور فہرست میں کہا عبداللہ بن جعفر حمیری کی کنیت ابوالعباس قمی ہے۔ وہ ثقہ راوی ہے اور اس نے متعدد کتب تصنیف کیں۔ ان میں سے کتاب الدلائل کتاب الطب کتاب الامامۃ، کتاب التوحید والافاعیل والبدا رہے اور کتاب قرب الاسناد بھی اسی کی ہے۔

رجال العلامۃ الحلی :-

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرَ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ مَالِکِ بْنِ جَامِعِ الْحُمَیْرِیُّ بِالْحَآءِ الْمُھْمَلَۃِ اَبُو الْعَبَّاسِ الْقُمِّیُّ شَیْخُ الْقُمِّیِّیْنَ وَوَجْہُھُمْ قَدِمَ الْکُوْفَۃَ سَنَۃَ نَیِّفٍ وَّتِسْعِیْنَ وَمِائَتَیْنِ ثِقَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِ اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْعَسْکَرِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ

(۱) رجال العلامۃ الحلی مصنفہ حسن بن یوسف الحلی ص ۱۰۶ باب عبداللہ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

(۲) جامع الرواۃ مصنفہ محمد بن علی اردبیلی جلد اول ص ۴۷۸ مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:-

عبداللہ بن جعفر بن حسین بن مالک بن جامع الحمیری حاء مہملہ کے ساتھ ابوالعباس قمی ہے۔ جو اہل قم کا شیخ اور عالی جاہ تھا۔ وہ کوفہ میں تقریباً سنہ ۲۹۰ھ میں آیا۔ وہ ثقہ راوی تھا اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا۔

قرب الاسناد:۔ (ترجمۃ المؤلف)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اِنَّ مِنْ اَصْحَابِنَا الْاِمَامِيَّةِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعِيْشُوْنَ فِي النِّصْفِ الْاٰخِيْرِ مِنَ الْقَرْنِ الثَّالِثِ هُوَ الشَّيْخُ الْمُحَدِّثُ الْجَلِيْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الْحَسَنِ اَوِ الْحُسَيْنِ ابْنِ مَالِكِ ابْنِ جَامِعِ الْحِمْيَرِيِّ اَبُو الْعَبَّاسِ الْقُمِّيُّ كَانَ فَقِيْهًا ثِقَةً وَجْهًا فِيْ اَصْحَابِنَا الْقُمِّيِّيْنَ قَالَ النَّجَاشِيُّ قَدِمَ الْكُوْفَةَ سَنَةَ نَيِّفٍ وَّسَبْعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ بَدَلُ سَبْعِيْنَ تِسْعِيْنَ فَسَمِعَ مِنْهُ اَهْلُهَا وَاَكْثَرُوْا اِنْتَهٰى فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى سِعَةِ عِلْمِهٖ وَعُلُوِّ مَقَامِهٖ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْبَصِيْرِ بِاَحْوَالِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَهُوَ فِيْمَا رَتَّبْنَاهُ مِنَ الطَّبَقَاتِ مِنْ كُبَّارِ الطَّبَقَةِ الثَّامِنَةِ ۔

(قرب الاسناد جلد اول مصنفہ ابو العباس عبد اللہ بن جعفر الحمیری القمی ص۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بے شک ہمارے اصحاب امامیہ

میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے زندگی پائی تیسری صدی کے نصفِ اخیر میں وہ شیخ محدّث جلیل عبد اللہ بن جعفر بن حسن یا حسین بن مالک بن جامع حمیری ابو العباس قمی ہے۔ جو فقیہہ، ثقہ اور ہمارے قمی اصحاب میں وجیہہ تھا۔ نجاشی نے کہا کہ وہ کوفہ میں تقریباً ۲۹۷ھ میں وارد ہوا۔ بعض نسخوں میں ۲۹۷ھ کی بجائے ۲۹۰ھ مذکور ہے۔ اہل کوفہ نے اس سے حدیث کی سماعت کی اور سامعین کی تعداد کثیر ہے۔ انتہیٰ۔ اس میں اس کی وسعتِ علمی اور علو مرتبت پر دلالت ہے جیسا کہ محدّثین کے احوال کی بصیرت رکھنے والے پر مخفی نہیں۔ وہ ہمارے ترتیب شدہ طبقات میں سے آٹھویں طبقہ میں شمار ہوتا ہے۔

لمحۂ فکریہ:۔

قارئین گرامی! دیکھا آپ نے مولوی اسماعیل صاحب نے کتنی عیاری سے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی؟ راوی حدیث ہے عبد اللہ بن جعفر حمیری جس کے بارے میں شیعہ اسمائے رجال کی معتبر کتب کے حوالہ سے آپ جان چکے کہ اہل تشیع کے سب سے بڑے مرکز "قم" کے فقہاء میں سے اپنے وقت کا سب سے بڑا فقیہہ اور وجیہہ تھا۔ اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا۔ لیکن نام کے مبلغ جناب اسماعیل صاحب نے صرف دمڑکے کی خاطر حقیقت سے فرار اختیار کرتے ہوئے کذب صریح کا کمزور سہارا لیا۔ مولوی اسماعیل صاحب حقیقت کو پوری طرح جانتے تھے جس کی دلیل اس حدیث کی سند کو ان کا مکمل نقل کرنا ہے لیکن صرف لفظ "حمیری" سے دھوکہ دے کر راوئ حدیث کو کذاب و وضاع ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس پر لعن طعن کی۔ حالانکہ جو "حمیری" شرابی ہے اس کا پورا نام محمد بن اسماعیل حمیری ہے اور یہ اس حدیث کا راوی ہی نہیں۔

بلکہ اس حدیث کا راوی ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری صاحب قرب الاسناد ہے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا ساتھی اور اکابر علمائے امامیہ میں سے ہے۔

اسماعیل صاحب نے تبرہ بازی میں اس قدر غلو کیا کہ بیگانے تو ٹھہرے بیگانے اپنوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ دیکھیئے امام عسکریؓ کے دوست اور ساتھی کو کذاب، وضاع شرابی اور روسیاہ ثابت کر دیا اور "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" کا کلنک ماتھے پر سجا لیا ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنے بیگانے ذرا پہچان کر !

یہ ہے مصنوعی محبانِ اہلِ بیت کا حال۔ اسماعیل صاحب کا یہ سیاہ کارنامہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کو آپؐ کی اولاد سے نکال دینے کے لیے ہے۔

بنات رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا دوسری اسناد سے ثبوت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں والی روایات کا سلسلہ انہی دو راویوں (مسعدہ بن صدقہ اور حمیری) سے ہی نہیں چلتا کہ شیعہ لوگ کہہ سکیں۔ کہ یہی دو راوی تھے۔ جن کی انہوں (شیعہ) نے تردید کر دی ہے۔ (اگرچہ ہم نے ان کے اس فراڈ کی تارپود بکھیر کے رکھ دی ہے) بلکہ ان کے علاوہ کتب شیعہ میں اس حدیث کی اور اسناد بھی ہیں جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے ان کو نقل کیا ہے۔
اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

مرأۃ العقول:۔

رَوَی الصَّدُوْقُ فِی الْخِصَالِ بِاَسْنَادِہٖ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ خُدَیْجَۃَ الْقَاسِمُ وَالطَّاھِرُ وَ ھُوَ عَبْدُ اللّٰہِ وَ اُمُّ کُلْثُوْمٍ وَّ رُقِیَّۃُ وَ زَیْنَبُ وَ فَاطِمَۃُ۔

(مرأۃ العقول شرح الاصول والفروع
جلد اول ص ۳۵۲)

ترجمہ:۔ شیخ صدوق نے خصال میں اپنی سند کے ساتھ ابو بصیر سے روایت کی اور اس نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضرت قاسم طاہر اور ان کو عبد اللہ کہتے ہیں۔ ام کلثوم، رقیہ، زینب اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

مرأۃ العقول:۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوَّلُ مَنْ وُّلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ قَبْلَ النُّبُوَّۃِ الْقَاسِمُ وَیُکَنّٰی بِہٖ ثُمَّ زَیْنَبُ ثُمَّ رُقَیَّۃُ ثُمَّ فَاطِمَۃُ ثُمَّ اُمُّ کُلْثُوْمٍ ثُمَّ وُلِدَ لَہٗ

فِی الْاِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰہِ فَسُمِّیَ الطَّیِّبُ وَالطَّاھِرُ وَاُمُّھُمْ جَمِیْعًا خُدَیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ۔

(مراۃ العقول مصنف ملا باقر مجلسی جلد ا صفحہ ۳۵۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے قبل از نبوت حضرت قاسم پیدا ہوئے جن کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو القاسم تھی۔ پھر حضرت زینب پھر سیدہ رقیہ پھر سیدہ فاطمہ پھر سیدہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ پھر بعد از اعلان نبوت آپکے ہاں حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے جن کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ اور ان سب کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔

معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں حقیقی اور صلبی ہیں۔ جس کا ثبوت آپ نے شیعہ مسلک کی معتبر کتب کے مختلف حوالہ جات سے ملاحظہ فرمالیا۔
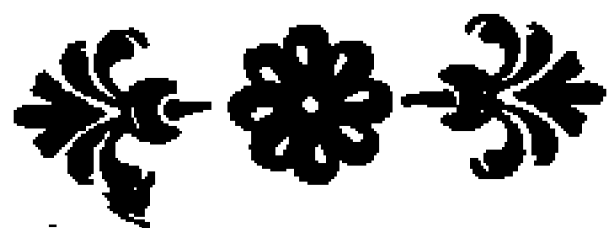
چار عدد بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والی حدیثِ خصال
صدوق پر نجفی شیعی کی بدحواسی

قول مقبول:۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ اَحْمَدَ بْنِ وَلِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الصَّفَّارِ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَلِيٍّ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَصْمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اَبِي الْمِقْدَامِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْزِلَهٗ فَاِذَا عَائِشَةُ مُقْبِلَةٌ عَلٰى فَاطِمَةَ تُصَاحِيُهَا وَهِيَ تَقُوْلُ وَاللّٰهِ يَا بِنْتَ خَدِيْجَةَ اَمَا تَرَيْنَ اِلَّا اَنَّ لِاُمِّكِ عَلَيْنَا فَضْلًا وَاَيُّ فَضْلٍ كَانَ لَهَا عَلَيْنَا مَا هِيَ اِلَّا كَبَعْضِنَا فَسَمِعَ مَقَالَتَهُمَا فَلَمَّا رَاَتْ فَاطِمَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَكَتْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ قَالَتْ ذَكَرَتْ اُمِّيْ فَتَنَقَّصَتْهَا فَبَكَيْتُ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ مَهْ يَا حُمَيْرَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بَارَكَ فِي الْوَدُوْدِ الْوَلُوْدِ وَاَنَّ خَدِيْجَةَ وَلَدَتْ مِنِّيْ طَاهِرًا وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَهُوَ الْمُطَهَّرُ وَوَلَدَتْ مِنِّي الْقَاسِمَ

وَفَاطِمَةَ وَرُقَيَّةَ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ وَزَيْنَبَ وَاَنْتِ مِمَّنْ اَعْقَمَ اللّٰهُ رَحِمَكِ فَلَمْ تَلِدِيْ شَيْئًا۔

(خصال الشیخ الصدوق ابواب السبعہ جلد ۲

ص ۳۸)

ترجمہ:۔ (بحذف اسناد) راوی کہتا ہے۔ کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف فرما ہوئے۔ اور عائشہ بی بی جناب فاطمہ کے خلاف چلا رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی۔ کہ اے بنت خدیجہ تو عقیدہ رکھتی ہے۔ کہ تیری ماں کو ہم پر فضیلت ہے۔ حالانکہ اسے ہم پر کیا فضیلت ہے۔ وہ بھی ہم عورتوں میں سے ایک عورت تھی۔ نبی کریم نے عائشہ کی یہ بات سُن لی۔ جب فاطمہ نے رسول کریم کو دیکھا۔ تو رو پڑیں۔

حضور نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو بچی نے عرض کیا۔ کہ عائشہ نے میری ماں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی تنقیص کی ہے۔ پس میں رو پڑی۔ حضور پاک غضبناک ہوئے۔ پھر فرمایا۔ اے حمیرا تو ان حرکات سے رُک جا تحقیق اللہ نے محبت کرنے والی اور بچے جننے والی بیویوں میں برکت دی ہے۔ اور خدیجہ نے مجھ سے یہ بچے جنے۔ عبداللہ، قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم، زینب اور تو اے عائشہ ان عورتوں سے ہے۔ اللہ نے جن کے رحم کو بند اور بانجھ فرمایا ہے۔ پس تو نے کچھ بھی جنا نہیں۔

کتاب شیعہ میں مذکورہ حدیث کی آج تک کسی شیعہ عالم نے توثیق نہیں کی۔ اور نہ ہی اس کے صحیح ہونے کی آج تک کسی شیعہ مجتہد نے تصدیق کی ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ روایت معتبر نہیں ہے اور اس کے غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس کا راوی عمرو بن ابی المقدام ہے۔ اور کتاب شیعہ جامع الرواۃ ص ۲۱۶ ج ۲ کتاب شیعہ معرفت اخبار رجال ص ۱۵۰ اور

کتاب شیعہ شفاء الصدور شرح زیادۃ العاشور ص۲۶ میں لکھا ہے۔ کہ عمرو بن ابی المقدام پہلے درجہ کا جھوٹا ہے۔ اور زیادہ مقدار میں خلق خدا کو اس نے گمراہ کیا ہے۔ پس جھوٹے اور گمراہ کرنے والے راوی کی روایت غیر معتبر ہے۔ اور جب روایت ہمارے امام کا فرمان ہی نہیں ہے۔ تو ہم جواب کس بات کا دیں؟

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص۳۹۹ تا ۴۰۱
مولفہ غلام حسین نجفی شیعی مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

جواب:-

نجفی کی بحث کا تحقیقی جواب ذکر کرنے سے پہلے چند سطور قول مقبول کے مصنف کے انداز تحریر اور سوال و جواب کے متعلق گوش گذار کرنے ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے۔ کہ کس فکری سوچ کا شاہسوار ہے۔ اور اس کے قلب و دماغ میں عناد و تعصب کے کس قدر سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔

اہل سنت کی طرف سے ان مسائل و واقعات میں مذکورہ حوالہ جات (جو کتب شیعہ سے دیئے جاتے ہیں) کو ذکر کرنے کے بعد تمہیدی طور پر یہ شخص عجیب و غریب لن ترانیاں کرتا ہے۔ کہ میں سُنیوں کی اس دلیل کا منہ توڑ جواب دوں گا۔ کوئی شخص اس توڑ کا رد نہ کر سکے گا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ابلیسانہ دعاوی کے بعد جب بقول خود "لاجواب" جواب تحریر کرنے لگتا ہے۔ تو پھر دل کی جلن تبرہ بازی کے ذریعہ پوری کرتا ہے۔ اور ان وعدہ جات اور تبرہ بازیوں میں اس قدر دُور نکل جاتا ہے۔ کہ پڑھنے والا یہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ اس کا جواب صرف تبرہ بازیاں ہی ہیں۔ اور ہر قاری یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ اس نجفی شیعی کی وہی کیفیت ہے۔ جب بلی کسی شیر کی گرفت میں آجانے کو یقینی سمجھتی ہے۔ تو بدحواسی اور بیچارگی کے عالم میں اُس سے جو ہو سکتا ہے۔ کرتی ہے یا پھر قرآن حکیم میں کُتے کی جو

کہاوت مذکور ہوئی۔ وہ یہ کہ اگر اس پر بوجھ ڈالو تب بھی زبان نکالے ہانپتا رہتا ہے۔ اور اگر بن بوجھ ہو۔ تو بھی اس کی زبان تالو کے ساتھ نہیں لگتی۔ صرف فرق اتنا ہے۔ کہ اُس کی زبان تھی اور اس کا قلم ہے۔ ہانپتے قلم سے اس نے حضرات صحابہ کرام پر اعتراض کو مشغلہ بنا لیا ہے۔ دس دس بارہ بارہ صفحات اسی کیفیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جب حسب معمول اپنا کام کرلیتا ہے۔ تو پھر ان بانگ بلند دعووں کے مطابق جواب شروع کرتا ہے۔ لیکن وہ محض ریت کا ٹیلہ یا راکھ کا ڈھیر ہوتے ہیں۔ جو تحقیق و تدقیق کی معمولی سی ہوا کے سامنے ٹھہرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ اس کے ادعا کے مطابق وہ "ابرہہ کے ہاتھی" تھے۔ جو ابابیل کی پھینکی ہوئی بظاہر معمولی کنکریوں سے اُگلے ہوئے بھوسہ کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ اکثر جوابات ایسے ہیں۔ جن میں کسی اصول کے تحت گفتگو ہی نہیں کی گئی۔ بس ڈوبتے کو جب تنکا مل گیا۔ تو اسے شہتیر سمجھ بیٹھا۔ اور اسی پر ملت شیعہ کا وکیل بن بیٹھا۔ خود بھی غرق ہوا۔ اور مؤکلین کو بھی خوب غوطے دلوائے۔

حدیث زیر بحث کے ذکر کرنے سے پہلے اس نے چند اسی موضوع پر اہل سنت کے اعتراضات ذکر کئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کا یہی جواب دیا گیا۔ کہ نیابت رسول کے متعلق جو روایات اہل سنت نے ہماری کتب سے پیش کی ہیں۔ وہ بے سند ہیں۔ لہٰذا وہ حجت نہیں بن سکتیں۔ لیکن اس حدیث کو چونکہ سند کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ اس لیے اس کا جواب وہ تو نہ بن سکا۔ جو اس سے پہلے اعتراضات کا دیا گیا۔ لہٰذا گرگٹ کی طرح اب رنگ بدلا۔ اور اہل سنت کے اکابر و سلف سب پر تبرہ بازی کر کے اپنی غذا حاصل کی۔ پھر جو اُگلا۔ وہ یہ کہ اس حدیث کا ایک راوی " عمرو بن ابی المقدام " جھوٹا اور مخلوق خدا کو گمراہ کرنے والا ہے۔ جیسا کہ چند کتب شیعہ کا حوالہ بھی دیا۔ لہٰذا ایسے کذاب و مفصل کی روایت کا جواب کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

ان کتابوں میں سے (کہ جن میں بقول نجفی عمرو بن ابی المقدام کو جھوٹا وغیرہ کہا گیا ہے)

فی الحال میرے پاس "شفاء الصدور" نہیں۔ لیکن معرفت اخیار رجال اور جامع الرواۃ میرے سامنے ہیں۔ ان کی ورق گردانی کی۔ تو مذکور راوی کے متعلق ان دونوں کتابوں میں مجھے یہ مضمون ملا۔ "ایک آدمی نے کہا کہ ہم کعبہ شریف کے صحن میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا۔ اس سال تو بہت سے لوگوں نے سعادت حج حاصل کی۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ بہت کم لوگوں نے یہ سعادت پائی ہے اسی گفتگو کے دوران عمرو بن ابی المقدام کا وہاں سے گذر ہوا۔ تو امام موصوف نے فرمایا یہ ہے ایک وہ شخص جو حجاج کرام میں سے ہے۔

(۱) معرفت اخیار رجال عرف رجال کشی ص۳۶۲ مطبوعہ کربلا)

(۲) جامع الرواۃ جلد اول ص۶۱۶ مطبوعہ قم جدید)

ان دونوں کتابوں کو میں نے بغور دیکھا۔ کسی ایک کتاب میں کہیں بھی کوئی ایسی تحریر نہ ملی۔ جس سے عمرو بن ابی المقدام کے بارے میں وہ لفظ ہوں۔ جو نجفی شیعی نے جو اُبلے۔ ہاں اگر کچھ تحریر دستیاب ہوئی۔ تو وہی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اس تحریر سے تو نجفی پر اور قیامت ٹوٹ پڑی۔ جس شخص کو امام جعفر رضی اللہ عنہ حجاج کرام میں ایک خوش نصیب فرد قرار دیں۔ جو بصیرت قلبی کے ساتھ منکشف ہوا۔ اور خوش قسمت کو ایک قسمت جلا۔ "جھوٹا اور گمراہ کنندہ" قرار دے۔ ؎ برایں عقل و دانش بباید گریست۔

علامہ الحلی نے اپنا فیصلہ اسی راوی کے بارے میں یوں تحریر کیا۔ جو ابن غضائری کے فیصلہ کا آئینہ دار ہے۔ "جن لوگوں نے عمرو بن ابی المقدام پر طعن کیا ہے۔ وہ غلط ہے بلکہ میرے نزدیک وہ ثقہ ہے۔"

دراصل ان جوابات کی ضرورت اس قسم کے "ابتر" لوگوں کو اس لیے پیش آتی ہے کہ وہ کسی طور پر ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ کیونکہ اس اقرار کے بعد پھر منطقی طور پر انہیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عثمان

غنی رضی اللہ کے ہاں یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو لختِ جگر نکاح میں آئیں۔ اور انہیں "ذوالنورین" کا لقب ملا۔ اور دامادیٔ رسولِ خدا کا شرف عطا ہوا۔ ان کی اسی ضد اور روسیاہی کا نتیجہ ہے۔ کہ ورق کے ورق کالے کر دیئے۔ اور جلی زبان سے یہ نہ کہہ سکے۔ کہ حضرت عثمان دامادِ پیغمبر تھے۔

"جامع الرواۃ" کے علاوہ دوسری اُن کتابوں کو بھی میں نے دیکھا۔ جن میں عمرو بن ابی المقدام کو جھوٹا وغیرہ ثابت کرنے کا دعویٰ کیا گیا۔ لیکن مجھے کسی کتاب میں بھی ایسا فتویٰ نہ مل سکا۔

حیرت اس بات کی ہے۔ کہ چلو اس نجفی شیعی کو ہم سے خدا واسطے کا بیر سہی۔ لیکن اس ناہنجار نے اپنے بڑوں کو بھی معاف نہ کیا۔"

ہم ابھی یہ بات لکھ چکے۔ کہ صاحبِ جامع الرواۃ اور معرفت اخبار رجال نے عمرو بن ابی المقدام کو پختہ امامی شیعہ ثابت کیا۔ اسی موضوع پر اہل تشیع کی معتبر اور ضخیم کتاب "تنقیح المقال مصنفہ عبداللہ ما حقانی" کی کچھ عبارات پیش کرتا ہوں۔ جن کے پڑھنے کے بعد آپ خود یہ فیصلہ کر سکیں گے۔ کہ عمرو بن ابی المقدام کون تھا؟ اور روایت کے میدان میں ثقہ یا ضعیف کیسا تھا؟ اس کی بات قابل تسلیم ہے یا نہیں؟۔

عمرو بن ابی المقدام امامی شیعہ اور ثقہ راوی تھا

تنقیح المقال :۔

نَقَلَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْهُ تَوْثِيْقَهٗ اِيَّاهُ فِيْ كِتَابِهِ الْاٰخِرِ وَرَوَى الْكَشِّيْ ـــــــ عَنْ رَجُلٍ مِنْ

قُرَيْشٍ قَالَ كُنَّا بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ وَأَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ فَقِيلَ لَهُ مَا أَكْثَرُ الْحَاجّ فَقَالَ مَا أَقَلَّ الْحَاجّ فَمَرَّ عَمْرُو بْنُ أَبِي الْمِقْدَامِ فَقَالَ هٰذَا مِنَ الْحَاجّ وَعَنْوَنَهُ الْعَلَّامَةُ تَارَةً فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ مِنَ الْخُلَاصَةِ ------- وَقَالَ فِي كِتَابِهِ الْآخِرِ عَمْرُو بْنُ أَبِي الْمِقْدَامِ ثَابِتُ الْعِجْلِي مَوْلَاهُمْ الْكُوْفِي طَعَنُوْا عَلَيْهِ مِنْ جِهَةٍ وَلَيْسَ عِنْدِي كَمَا زَعَمُوْا وَهُوَ ثِقَةٌ

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۳۲۳ من ابواب العین
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ ابن صنقاری کی ایک دوسری کتاب سے بہت سے شیعہ علماء نے عمرو بن ابی المقدام کی توثیق کی ہے۔ علامہ کشی صاحب رجال کشی نے روایت کی۔ کہ ایک قریشی نے بیان کیا۔ ہم کعبہ مکرمہ کے صحن میں تھے۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ سے کہا گیا۔ حضرت اس سال حاجیوں کی کتنی کثیر تعداد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سال کتنے کم حاجی ہیں۔ (دونوں اقوال بطور تعجب ہیں) اس دوران عمرو بن ابی المقدام وہاں سے گذرا۔ تو امام موصوف نے فرمایا۔ یہ اصل حاجیوں میں سے ہے۔

علامہ نے اسے یعنی عمرو بن ابی المقدام کو اپنی اسمائے رجال کی کتاب خلاصہ میں قسم اول کے راویوں میں شمار کیا اول درجہ کے ثقہ لوگوں میں سے)

اور ابن غضائری نے اپنی ایک اور کتاب میں کہا۔ کہ یہ شخص عمرو بن المقدام ثابت العجلی مولی کوفی پر لوگوں نے ایک وجہ سے طعن کیا ہے۔ لیکن ان کا یہ زعم ہے۔ میں اس شخص کو تو ثقہ مانتا ہوں۔

تنقیح المقال :۔

وَتَنْقِيحُ الْمَقَالِ فِي حَالِ الرَّجُلِ اَنَّهُ لَا شُبْهَةَ فِي كَوْنِهِ شِيْعِيًّا اِمَامِيًّا كَمَا يَظْهَرُ مِنْ عَدَمِ غَمْزِ النَّجَاشِيِّ وَالشَّيْخِ فِي مَذْهَبِهِ وَ يُسْتَفَادُ مِنْ جُمْلَةِ اَخْبَارِهِ مِثْلُ مَارَوَاهُ فِي كَشْفِ الْغُمَّةِ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَى اَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلِمْتُ اَنَّهُ مِنْ سُلَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَرَوَاهُ فِي الْمَنَاقِبِ عَنِ الْحِلْيَةِ عَنْهُ اِلَّا اَنَّهُ اَبْدَلَ النَّبِيَّ بِالنَّبِيِّيْنَ وَ مَا رَوَاهُ فِي الرَّوْضَةِ عَنْهُ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللهِ اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى زَيَّنَ شِيْعَتَنَا بِالْحِلْمِ وَغَشَّاهُمْ بِالْعِلْمِ لِعِلْمِهٖ بِهِمْ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّهُ لَوْ لَا كَوْنُهُ شِيْعَتَنَا لَمَا قَالَ الْقَوْلَ الْاَوَّلَ وَلَمَا قَالَ لَهُ الصَّادِقُ مَا قَالَ وَحَيْثُ كَانَ اِمَامِيًّا اَمْكَنَ اِدْرَاجُهُ فِي الْحِسَانِ

بِاِعْتِبَارِ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ عُمَيْرٍ وَالْحَسَنِ بْنِ مَحْبُوْبٍ وَصَفْوَانَ بْنِ يَحْيٰى وَغَيْرِهِمْ مِّنَ الْاَجِلَّةِ عَنْهُ وَظُهُوْرِ كَوْنِهٖ مُعْتَمَدًا مَقْبُوْلَ الرِّوَايَةِ عِنْدَ الصَّدُوْقِ مِنْ كَلَامِهٖ فِيْ صِفَةِ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص۳۲۴ باب عمرو۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ اس مرد یعنی عمرو بن ابی المقدام کے متعلق حقیقت حال یہ ہے۔ کہ یہ بلاشک شیعی امامی تھا۔ جیسا کہ شیخ طوسی اور نجاشی سے اس کی مذہب پر تنقید نہ کرنے کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اس کی تمام روایتوں سے استفادہ کیا جاتا ہے ان میں سے ایک روایت جو کہ کشف الغمہ میں مذکور ہے۔ یہ کہ میں (ابو عمرو بن ابی المقدام) جب بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چہرہ اقدس کو دیکھتا۔ تو مجھے بخوبی اس کا علم ہو جاتا۔ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں۔ اور مناقب میں حلیۃ سے روایت کرتے ہوئے یہی کہا۔ لیکن یہاں سلالۃ النبی کی جگہ سلالۃ النبیین کہا۔ اور روضہ میں اس سے ایک روایت یوں آئی ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری شیعوں کو علم وافر عطا کیا۔ اور بُردباری سے مزین فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے قدیم علم کی وجہ سے جانتا تھا۔ کہ شیعہ ایسے ہی ہوں گے، جب کہ حضرت آدم ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے لہٰذا اگر وہ عمرو بن ابی المقدام شیعہ نہ ہوتا۔ تو پہلا مذکورہ قول نہ کرتا۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں وہ کچھ نہ فرماتے۔ جو

انہوں نے فرمایا۔ جبکہ اس کا امامی ہونا ظاہر ہے۔ تو اس کی روایت کو حسن روایات میں شامل کرنا درست ہوا۔ کیونکہ ابن ابی عمیر، حسن بن محبوب، حسن بن محبوب، صفوان بن یحییٰ وغیرہ جلیل القدر حضرات نے اس سے حدیث کی روایت کی۔ اور قابل اعتماد، مقبول الروایت ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ شیخ صدوق نے اپنی کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی ترکیب میں عمرو بن ابی المقدام کی روایات لی ہیں۔

تنقیح المقال :۔

صاحب تنقیح المقال نے عمرو بن ابی المقدام کے حالات زندگی اور اس کی روایت کے مقام پر جرح و تعدیل کے ضمن میں خاصی لمبی چوڑی تحریر کے بعد لکھا۔ کہ میرے گمان میں اس کے متعلق جو ابن صفائری نے یہ لکھا۔ کہ ہمارے اصحاب نے اس پر طعن کیا۔ اس سے مقصد و مراد یہ ہے۔ کہ لوگوں نے اسے شیعوں میں سے فرقہ زیدیہ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ اس کا باپ، اس کا چچازاد بھائی اور اس سے آگے روایت کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد زیدیہ تھی۔ لیکن صاحب تنقیح المقال اس کے زیدی ہونے کی تردید کرتا ہے۔

وَ اَنْتَ خَبِيْرٌ بِاَنَّهُ لَا مُلَازَمَةَ بَيْنَ كَوْنِ اَبِيْهِ وَ عَمِّهِ وَمَنْ يَرْوِىْ عَنْهُ مِنَ الزَّيْدِيَّةِ وَبَيْنَ كَوْنِهِ زَيْدِيًّا سِوَى التُّهْمَةِ وَلَا يَبْعُدُ عَلَى هٰذَا اَنْ يَكُوْنَ الصَّفَائِرِىْ فَحَصَ عَنْ زَيْدِيَّتِهِ فَوَجَدَهُ اِمَامِيًّا ثِقَةً وَ لِذٰلِكَ رَدَّ الطَّاعِنِيْنَ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ وَهُوَ لَيْسَ عِنْدِىْ كَمَا زَعَمُوْا

وَهُوَ ثِقَةٌ وَاَقُوْلُ يَشْهَدُ شَهَادَةً قَوِيَّةً لِكَوْنِهٖ اِمَامِيًّا مَا رَوَاهُ فِي الْكَافِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى .... عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي الْمِقْدَامِ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ بِالْمَوْقِفِ وَ هُوَ يُنَادِيْ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْاِمَامُ ثُمَّ كَانَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ الْحُسَيْنُ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ هٰهْ فَيُنَادِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ وَعَنْ خَلْفِهٖ اِثْنَا عَشَرَ صَوْتًا ...... بَلْ ظَاهِرُ رِوَايَتِهٖ لَهٗ كَوْنُهٗ مُذْعِنًا بِهٖ مُصَدِّقًا بِمَضْمُوْنِهٖ مُؤْمِنًا بِاِمَامَةِ قَائِلِهٖ كَمَا لَا يَخْفٰى۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۳۲۴ باب عمرو)

ترجمہ:۔ تم بخوبی جانتے ہو۔ کہ عمرو بن ابی المقدام کے باپ، چچا اور اس سے روایت کرنے والوں کے زیدی ہونے سے خود اس کا زیدی ہونا ثابت کرنا محض ایک تہمت ہے۔ یہی ممکن ہے۔ کہ علامہ صفا ثری نے اس کے زیدی ہونے کی تحقیق کرتے کرتے اس کو ثقہ امامی پایا ہو۔ اسی وجہ سے اس (عمرو بن ابی المقدام) پر طعن کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے لکھا" میرے نزدیک مذکور عمرو ان طعن کرنے والوں کے گمان کے

مطابق پورا نہیں اترتا۔ کیونکہ وہ ایک ثقہ آدمی ہے ۔"

میں کہتا ہوں۔ کہ عمرو بن ابی المقدام کے امامی ہونے کی ایک بہت بڑی قوی شہادت وہ روایت ہے۔ جو الکافی میں اس سے مروی ہے۔ وہ یہ کہ محمد بن یحییٰ الاٰخر عمرو بن ابی المقدام سے روایت کرتا ہے۔ کہ اس نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو موقف میں دیکھا۔ آپ اس وقت بآواز بلند فرما رہے تھے "لوگو! تمہارے سب سے پہلے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کے بعد حضرت علی پھر امام حسن، پھر امام حسین پھر ان کے بیٹے علی، پھر علی کے بیٹے محمد الاٰخر" تو یہ اعلان آپ نے تین مرتبہ سامنے کی طرف تین مرتبہ دائیں جانب اور تین مرتبہ بائیں طرف پچھلی اور تین مرتبہ طرف مجموعی طور پر بارہ مرتبہ فرمایا۔ ۔۔۔۔ بلکہ اس عمرو بن ابی المقدام کی اس روایت سے بالکل ظاہر ہے۔ کہ وہ اس مضمون کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس پر اس کا یقین ہے۔ اور اس کلام کے قائل کے بارے میں امامت کا معتقد ہے۔ کما لایخفیٰ۔

مذکورہ تین حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ عمرو بن ابی المقدام بہت سے شیعہ علماء کے نزدیک ثقہ راوی ہے۔

۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ شخص اصلی حاجی ہے۔ جس کا حج عند اللہ مقبول ہے۔

۳۔ ابن غضائری نے اس کی ثقاہت کو اس قدر پختگی کے ساتھ ذکر کیا۔ کہ طعنہ کرنے والوں کی تردید کر دی۔

۴۔ شیخ طوسی اور نجاشی نے بھی کوئی تنقید و طعن اس پر نہیں کیا۔

فصل سوم

بنات رسول کو آپ کی ربیبہ ثابت کرنے پر نجفی شیعی کے چودہ دلائل اور ان کے دندان شکن جوابات

دلیل اول:- وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۔ (پ۲ البقرہ آیت ۲۲۱)

ترجمہ:۔ اے مسلمانو! مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ رچاؤ جب تک وہ حلقہ بگوش اسلام نہ ہو جائیں۔ اور ایمان والی لونڈی مشرکہ عورت سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرکہ عورت) تمہیں بھلی ہی کیوں نہ لگے۔ اور مشرک مردوں کو بغیر ایمان قبول کئے تم رشتہ مت دو۔ اور مومن غلام مشرک آدمی سے کہیں بہتر ہے۔ اگرچہ وہ مشرک تمہیں اچھا ہی کیوں نہ لگے۔

ارباب انصاف! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جن لڑکیوں کے بارے میں جھگڑا ہے۔ کہ وہابی اہل حدیث کا عقیدہ و ایمان ہے۔ کہ وہ نبی پاک کی اپنی لڑکیاں تھیں۔ اور شیعہ بھائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ حضور کی پالتو تھیں۔

ان لڑکیوں کے بارے میں تاریخ اسلام نے ایک یہ پریشانی بھی مسلمانوں کے سر ڈال

دی ہے۔ کہ ابتدا میں وہ تین لڑکیاں زینب، ام کلثوم، رقیہ ان تین کافروں سے بیاہی گئی تھیں۔ زینب ابوالعاص سے، رقیہ عتبہ سے اور ام کلثوم عتیبہ سے چونکہ کفار کو بیٹی دینا گناہ ہے۔ اور شیعوں کے نزدیک نبی پاک ہر گناہ سے پاک ہیں۔ اگر وہ لڑکیاں حضور کی اپنی تھیں۔ تو لازم آئے گا۔ کہ نبی پاک معاذاللہ گناہ گار تھے۔ اور تاریخ نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ وہ لڑکیاں، حضور پاک کی بیوی خدیجہ کی پالتو تھیں۔ اس صورت میں حضور کی عزت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ پس شیعہ لوگ نبی پاک کی عصمت کی حفاظت کی خاطر یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ لڑکیاں نبی پاک کی اپنی نہ تھیں۔ خدیجہ کی پالتو تھیں۔ اور اس عقیدے کے صحیح ہونے پر شیعہ بھائی قرآن وحدیث اور عقل و تاریخ سے ثبوت بھی رکھتے ہیں۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت رسول مصنفہ غلام حسین نجفی شیعی
ص ۱۸۴ - ۱۸۵)

خلاصہ دلیل:

نجفی شیعی نے قول مقبول میں جو کچھ لکھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کو عقد لینے دینے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ ایک برا فعل ہے۔ لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کا مشرکین سے عقد کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے۔ حالانکہ نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے جب مذکورہ تین بیٹیاں حضور کی حقیقی نہ ہوں۔ تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

جواب:

نجفی شیعی کے اس فریب بھرے استدلال کا جواب دینے سے قبل ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ دو تین اہم اصول اور ضابطے ذکر کر دیئے جائیں۔ جن پر اہل تشیع اور ہمارا سب کا اتفاق

ہے۔ کیونکہ ان ضوابط کے ذکر کے بعد نجفی شیعی کے بہت سے اسی موضوع پر دلائل خود بخود بے بنیاد ثابت ہوں گے۔ اور حق و باطل نکھر کر سامنے آجائیں گے۔

۱۔ قرآن پاک بیک مرتبہ مکمل طور پر نازل نہ ہوا۔ بلکہ آہستہ آہستہ موقع و محل کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ اس تدریجی دور میں ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جیسا کہ تحریف قرآن کی بحث میں ہم اس کی پوری تفصیل لکھ چکے ہیں

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے کوئی فعل اس وقت تک آپ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی تخصیص کی کوئی بیّن دلیل نہ ہو۔ ورنہ وہ فعل عام افعال کے زمرے میں آئے گا۔

۳۔ جو احکامات الٰہیہ امتِ محمدیہ کے لیے نازل ہوئے۔ وہ بلا استثناء تمام امت کے لیے ہوتے ہیں۔ تمام صحابۂ کرام، اہل بیت اور دیگر افراد امت اس پر عمل کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ ہاں اگر کسی صحابی یا اہل بیت کے فرد کے بارے میں کوئی تخصیصی نص وارد ہو۔ تو وہ ان احکامات سے مستثنیٰ ہوگا۔

۴۔ احکامات شرعیہ کے نزول سے قبل اور نزول کے بعد ان میں فرق ایک بدیہی امر ہے۔ یعنی بہت سی باتیں شریعت کے نزول سے قبل کسی سابقہ شریعت کے مطابق عملی طور درست تھیں۔ لیکن شریعت محمدی نے اس کو تبدیل کرکے کوئی نئی صورت جاری فرمادی۔ ان تمام امور پر اہل تشیع کا بھی اجماع اور اتفاق ہے۔

حضرات قارئین و ناظرین! ان مذکورہ ضوابط کی وضاحت اور تشریح کی خاطر چند ایک مثالیں ذکر کر دی جاتی ہیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے۔

۱۔ اسلام کے ابتدائی دور میں حکم یہ تھا۔ کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ تو وہ ایک سال پوری عدت گزارے۔ لیکن بعد میں اس مدت کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور نئے

سرے سے ایسی عورت کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی گئی۔

(حوالہ لوامع التنزیل جلد اوّل)

۲۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے احکامات شرعیہ کے ظاہری طور پر اسی طرح پابند تھے۔ جس طرح ایک عام امتی پابندی کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا عقد حضرت عثمان غنی ذوالنورین سے کیا۔

(انوارِ نعمانیہ جلد اوّل)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا چار تک عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دینا ہر ایک امتی کے لیے عام ہے۔ کوئی صحابی ہو یا اہل بیت کا فرد یا کوئی عام امتی ہو۔ ان تمام کو چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خاتونِ جنت سے شادی کی، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی کرنا منع فرمایا تھا۔

(جلاء العیون)

۴۔ جب تک شریعت نے کسی مسلمان کی فوتیدگی کے بعد اس کے دفنانے سے قبل نماز جنازہ کا کوئی حکم نہ تھا۔ تو بہت سے مسلمان مرد اور عورت بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کئے گئے۔ پھر جب نماز جنازہ لازم قرار دی گئی۔ تو ہر مسلم کو دفنانے سے قبل اس کی ادائیگی فرض ٹھہری۔ اس طرح جب پانچ وقت کی نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ تو کسی صحابی یا اہل بیت کے فرد نے پانچ وقت کی نماز فرض سمجھ کر نہیں پڑھی۔

ذکر شدہ چار ضوابط اور ان کی مثالوں کے بعد حضرات ناظرین کرام میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ ابتدائے اسلام کے وقت بیوہ کی عدت (ایک سال) منسوخ ہونے کے بعد کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد نے چار ماہ دس دن سے (جو نئی عدت مقرر ہوئی) زائد عدت

گذرنے کا کہیں حکم دیا؟ نہیں بلکہ یہ حکم امت کی تمام عورتوں کے لیے برابر ہے ۔جو بیوہ ہو جائیں ۔(اور حاملہ نہ ہوں) اسی طرح جب شریعت مطہرہ نے چار تک بیویاں رکھنے کی پابندی لگادی ۔تو کیا کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد کو یہ اجازت باقی رہی ۔کہ وہ چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھ سکے؟

اسی طرح کہیں اس بات کا ثبوت ہو ۔کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے قبل کسی صحابی یا اہل بیت نے پانچ وقت کی نماز فرض سمجھ کر پڑھی؟ اور نماز جنازہ کے احکامات سے قبل کسی صحابی یا اہل بیت کی نماز جنازہ پڑھی گئی؟

اب آیئے اصل جواب کی طرف ۔ان مذکورہ ضوابط اور اصول کے بیان کرنے کے بعد نجفی شیعی کی من گھڑت شریعت سے ان کا موازنہ کریں ۔آپ دیکھیں گے ۔کہ اس کی من گھڑت باتوں کو مد نظر رکھ کر کیا کیا خرابیاں اور کیا کیا اعتراضات لازم آتے ہیں؟ ضابطہ یہ تھا ۔کہ اللہ کا حکم نہ ماننا بُرا کام ہے ۔اور نبی سے ایسے کام کا وقوع ناممکن ہے"

۱۔ ہم پوچھتے ہیں ۔کہ اگر کوئی آدمی اس نجفی شیعی سے دریافت کرے ۔اور بطور الزام اس سے یہ پوچھے ۔کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پانچ وقت کی نماز فرض نہیں ادا کرتی تھیں ۔اور ایسا کرنا بہت بُرا کام ہے ۔تو اس بُرے کام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ روکا ۔نہ روکنا بھی بُرا ہی ہے ۔لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے اس برائی کے (معاذ اللہ) مرتکب ہوئے ۔اور نجفی شیعی کی من گھڑت دلیل کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار ٹھہرے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے قبل یہ نماز ادا نہ کرنے کی وجہ سے بہت بڑے گنہگار ہوں گے ۔(معاذ اللہ)

۲۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جب اس دار فانی سے انتقال فرمایا ۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھے بغیر انہیں دفنا دیا تھا ۔

(حالانکہ احترام مسلم کے پیش نظر کسی مسلمان مرد و عورت کے فوت ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا برا کام ہے) اب نجفی شیعی کی گھڑی گھڑائی شریعت کے پیش نظر اس کا نتیجہ یہ نکلنا ضروری ہے۔ کہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا برا کام ہے۔ اور وہ شخص جو برا کام کرے۔ گنہگار ہے۔ لہذا (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ الکبریٰ کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ نہ پڑھ کر (بزعم شیعہ) برا کام کیا۔ اس لیے اس کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گنہگار ٹھہرے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی نماز جنازہ کی عدم ادائیگی اور حضرت خدیجہ کا پنج وقتی فرضی نماز ادا نہ کرنیکی وجوہات

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا پنجگانہ فرضی نماز ادا نہ کرنا اور ان کے وصال شریف کے بعد ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ نہ ادا کرنا اگرچہ ہمارا موضوع نہیں لیکن ایک ضابطہ اور اصل کی تشریح کے ضمن میں جب یہ بحث چل نکلی۔ تو میں نے مناسب سمجھا۔ کہ کتب شیعہ سے ہی اس کی وجوہات بیان کر دی جائیں۔ تاکہ خود نجفی شیعی کے منہ پر ان کے اپنوں کا طمانچہ رسید کر دوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کی علمی گراوٹ اور بددیانتی و خیانتی کا بھانڈہ بھی پھوٹ جائے۔

کشف الغمہ: عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ ----- فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فِيْ حُفْرَتِهَا وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ صَلٰوةٌ عَلَى الْجَنَازَةِ۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مصنفہ

عیسیٰ بن ابی الفتح اردبیلی جلد اول ص۵۱۳ و ۵۱۳

مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔ حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ اس وقت ابھی نماز پنجگانہ فرض نہ ہوئی تھی ۔۔۔۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (بغیر نماز جنازہ پڑھائے) قبر میں اتارا۔ کیونکہ ان دنوں جنازہ پر نماز پڑھنے کا حکم نہ ہوا تھا۔

بحار الانوار: تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ ۔۔۔۔
تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ سَنَةَ عَشْرٍ مِّنَ النُّبُوَّةِ وَهِيَ ابْنَةُ خَمْسٍ وَّسِتُّوْنَ سَنَةً فَخَرَجْنَا بِهَا مِنْ مَنْزِلِهَا حَتّٰى دَفَنَّاهَا بِالْحُجُوْنِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فِيْ حُفْرَتِهَا وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ صَلٰوةٌ عَلَى الْجَنَائِزِ ۔

(بحار الانوار جلد ۱۶ ص۱۲ و ۱۳ مصنفہ ملا باقر مجلسی مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نماز فرض کئے جانے سے پہلے ہی انتقال کر گئیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ماہِ رمضان المبارک نبوت کے دسویں سال ۶۵ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ ہم اُن کو اُن کے گھر سے لے کر نکلے۔ یہاں تک کہ انہیں حجون کے مقام پر ہم نے دفن کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قبر میں اتارنے کے لیے قبر میں اُترے۔ ان دنوں نماز جنازہ نہ تھی۔

نجفی شیعی کی من گھڑت شریعت کی رُو سے کوئی نبی (خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اعلان نبوت سے قبل کوئی ایسا کام نہیں کرتے۔ کہ جس کو بعد میں کسی وقت اللہ تعالیٰ منع کر دے۔ کیونکہ اس نے جس انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیوں کے بیٹیاں ہونے سے انکار کے لیے جو دلیل پیش کی۔ وہ اسی اصول کے تحت بنائی گئی۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہ دی۔ کہ وہ اپنی کسی عورت (بیٹی وغیرہ) کی شادی کسی مشرک مرد سے کرے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہی حکم بطریق اولیٰ ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ آپ نے اپنی تین بیٹیوں (رقیہ۔ ام کلثوم، زینب) کی شادیاں مشرک مردوں سے کی تھیں۔ آپ کو گنہگار ثابت کرنا ہے۔ اس لیے اس جرم کی بجائے آپ کی ان تینوں کو سرے سے بیٹیاں ہی نہ سمجھا جائے۔ تو بہتر ہے۔

تو اس من گھڑت ضابطۂ شرعیہ کے بارے میں اس نجفی شیعی سے میں یہ پوچھ سکتا ہوں۔ کہ بغرض محال چلو اس دلیل سے تم نے اپنا اُلّو سیدھا کر لیا ہوگا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچیوں کا نکاح کفار سے نہیں کیا تھا۔ کیونکہ آپ ان کے باپ نہ تھے۔ کسی اور نے کیا ہوگا۔ جس پر کوئی اعتراض نہیں۔ جب یہ تینوں حضور کی لڑکیاں ہی نہ قرار پائیں۔ تو حضرت عثمان غنی کو آپ کی دامادی کا شرف کیونکر حاصل ہوا۔ لیکن فیصلہ طلب بات یہ ہے۔ کہ آیت مذکورہ میں دونوں طرف سے شادی بیاہ کی ممانعت ہے۔ یعنی جس طرح کسی کافر و مشرک کو مسلمان عورت کا رشتہ دینا اور بیاہنا ممنوع ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کو کافرہ یا مشرکہ کو اپنی زوجیت میں لانا بھی ممنوع فرمایا گیا۔ لہذا چلو تمہارے باطل و لغو ضابطہ کی بنا پر نہ وہ حضور کی صاحبزادیاں تھیں۔ نہ انہوں نے مشرکین سے بیاہ کیا۔ لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شادی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ جب آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی

تھی۔ اس وقت وہ ایمان دار نہ تھیں۔ کیونکہ شادی کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ کی عمر ۲۵ برس تھی۔ اور اعلانِ نبوت اس کے ۱۵ برس بعد آپ نے فرمایا۔ اور نبوت کے اعلان کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام ہوئیں۔ یعنی ۱۵ سال نکاح میں بغیر ایمان کے رہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نکاح کے کرنے سے (معاذ اللہ) تمہارے اصل و ضابطہ کے مطابق گناہ گار ہوئے یا نہ؟ اور آپ کی عصمت پر اس سے کوئی حرف آتا ہے یا نہیں آتا؟ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت فرمانے کے بعد عورتوں میں سے اولیں مشرف باسلام ہونا کتب شیعہ سے ثابت ہے۔

بحار الانوار:۔ وَبِاِسْنَادِهٖ يَرْفَعُهٗ اِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ

قَالَ كَانَتْ خَدِيْجَةُ اَوَّلَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَصَدَّقَتْ بِمَا جَآءَ مِنَ اللّٰهِ۔

(بحار الانوار مصنفہ ملّاں باقر مجلسی جلد ۱۶
صـ۱ تاریخ بنیاد صلی اللہ وآلہ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ سندِ مرفوع کے ساتھ مروی ہے۔ کہ محمد بن اسحاق راوی نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور ان تمام احکامات کی تصدیق کی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دیکر بھیجا۔

نجفی شیعی کے استدلال کے مطابق عصمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

تقاضے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جناب خدیجہ سے (معاذ اللہ) ناجائز ٹھہرا۔ تو چلو جناب رقیہ، زینب اور کلثوم کو تم ویسے بھی آپ کی حقیقی بیٹیاں نہیں سمجھتے۔ لیکن ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کو گواہ بنا کر بتلاؤ۔ کہ جب تمہارے من گھڑت ضابطہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ سے نکاح ہی ناجائز ٹھہرا۔ تو پھر ایسے نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کے بارے میں کیا کہو گے؟ سوچو اور فیصلہ کرو۔ ایمان چاہتے ہو۔ تو اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

قارئین کرام! ہم نے بوجہ احقاق حق اور ابطال باطل یہ چند سطور تحریر کیں۔ تاکہ آپ کو نجفی شیعی کے من گھڑت اصول کی خرابیاں اور ان سے پیدا ہونے والی قباحتوں کی نشاندہی کرتے چلیں۔ تاکہ اس قسم کے غلط اور باطل پروپیگنڈہ سے بچا جا سکے۔ ورنہ ان باتوں کو زبان و قلم کے ذریعہ ظاہر کرنا کسی طرح بھی ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

خلاصۂ کلام:-

ہم اہل سنت وجماعت کا مسلک یہ ہے۔ کہ آیت مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد اس کے احکامات نافذ ہوئے۔ اور اس سے پہلے ان احکامات کی کوئی پابندی نہ تھی خود نجفی شیعی بھی اس کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ ہی گمراہی سے نہ نکالنا چاہے۔ یا ہدایت سے دور رکھے۔ تو اس کا کیا علاج؟ اس گھڑے گھڑائے وکیل اہل تشیع نے خود ساختہ اصول کے تحت اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش کی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی حاصل نہ تھی۔ ہم اپنے مسلک کی تائید قرآن پاک میں مذکور حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ سے بھی کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جب فرشتے شکل انسانی میں ان کے ہاں آئے۔ تو قوم

نے اپنی بُری عادتوں کے پیش نظر ان سے ہوس برآری کی خواہش کی۔ بالآخر حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا۔ اگر تم خواہشات نفسانی کی بہر صورت تکمیل کرنا چاہتے ہو۔ تو (هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ) یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ یعنی ثابت ہوا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کی شریعت میں مسلمان عورت کی کافر سے شادی درست تھی۔ اور یہی حکم ابتدائے اسلام میں رو بعمل ہوا۔ جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی شادی مشرکین سے کی۔ پھر وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ الخ والی آیت نے اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔

نجفی شیعی کی غلط بیانی:۔

نجفی شیعی حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کے قصہ میں بھی یہ کہتا ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کا قوم کفار کو اپنی بیٹیاں دینا اس کی کوئی اصل نہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ اور عتیبہ وغیرہ کو رقیہ اور ام کلثوم کا رشتہ دینا غلط اور باطل ہے۔ اس طرح لوط علیہ السلام کا واقعہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ اصل واقعہ یوں ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی نہیں بلکہ اپنی قوم کی بیٹیاں دینے کی پیش کش کی تھی۔ اور اگر اپنی حقیقی مراد لی بھی جائیں۔ تو۔

"پھر مقصد یہ تھا۔ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اور میری ان لڑکیوں سے نکاح کر لو۔ جناب لوط کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ اس کافر قوم کو ان کے کفر کے باوجود بھی آنجناب لڑکیاں دینے کو تیار تھے۔ اور تمام مذاہب کے پڑھے لکھے علماء بھی میرے مذکورہ بیان کی تائید کرتے ہیں۔"

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۱۹۱)

دلیل کا خلاصہ :-

نجفی شیعی ثابت یہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ جس طرح حضرت لوط علیہ السلام کے دورِ نبوت کی شریعت میں کسی کافر کو کفر پر رہتے ہوئے رشتہ دینا جائز نہ تھا۔ اس طرح ہماری شریعت میں کسی کافر و مشرک کو حالت کفر و مشرک میں رشتہ دینا جائز نہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی صاحبزادی کی کسی مشرک سے ہرگز شادی نہیں کی۔

ثبوت غلط بیانی :-

کیا سچ کہا کسی نے کہ جب تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں پر باندھ لی جائے۔ تو حقائق بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں۔ نجفی نے نہ اپنی کتابوں کو دیکھا اور اگر دیکھا تو یاد نہ رہا۔ کہاں میں حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ کے ذیل کیا لکھا ہوا ہے۔ ہم پیش کر دیتے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین :-

هٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ ایں ہا دختران من اند ایشاں را بخواہید (هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ) ایشاں پاکیزہ تر اند مر شمارا۔ تزویج دختراں با ایشاں بشرطِ ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج موناں بکفار جائز بودہ چنانکہ در بدایتِ اسلام حضرت رسالت دختری از دختران خود را بعتبہ داد و دختر دیگر را با ابو العاص و بعد ازاں ایں حکم منسوخ شد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص۴۵۰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ :- سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم سے کہا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ ان کی تم خواہش کر سکتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں۔ لڑکیوں کی کفار کے ساتھ شادی یا تو ایک شرط کے ساتھ مشروط تھی۔ وہ یہ کہ خواہش رکھنے والے

کافر۔ ایمان لے آئیں۔ پھر شادی ہو سکتی ہے۔ یا حضرت لوط علیہ السلام کی شریعت میں یہ بات جائز تھی۔ کہ کسی مومن (مرد و عورت) کی کسی کافر سے شادی (اپنے اپنے دین پر رہتے ہوئے) کیلئے۔ یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح شروع اسلام میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں میں سے ایک عتبہ کے ساتھ بیاہی۔ دوسری صاحبزادی کا ابوالعاص سے نکاح ہوا۔ (جو دونوں اس وقت کافر تھے) اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

تفسیر صافی:۔

قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَآءِ بَنَاتِي فَتَزَوَّجُوهُنَّ فَدٰى بِهِنَّ اَضْيَافَهٗ كَرَمًا وَحَمِيَّةً فِي الْكَافِيْ وَالْعَيَّاشِيْ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ عَلَيْهِمُ التَّزْوِيْجَ وَالْعَيَّاشِيْ عَنْ اَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَنَّهٗ وَضَعَ يَدَهٗ عَلَى الْبَابِ ثُمَّ نَاشَدَ هُمْ فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ

(تفسیر صافی جلد اوّل ص۸۰۳ سورۃ ہود مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

(تفسیر عیاشی مصنفہ ابن سعود بن عیاش السلمی الشیعی جلد دوم ص۱۵۶-۱۵۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا۔ اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں۔ ان سے شادی کر لو۔ آپ نے یہ قربانی اپنے مہمانوں کے احترام اور حمایت میں کی۔

کافی اور عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں شادی کی پیش کش فرمائی۔ اور عیاشی امام باقر یا امام جعفر رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک سے روایت کرتا ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازے پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر ان کفار کو خدا کی قسم دلا کر فرمایا۔ اللہ سے ڈرو۔ مجھے میرے مہمانوں کے معاملہ میں ذلیل نہ کرو۔ پھر آپ نے اپنی صاحبزادیوں کو نکاح کی خاطر ان پر پیش کیا۔

فروع کافی :۔

وَقَالَ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَکُمْ فَدَعَاهُمْ اِلَی الْحَلَالِ فَقَالُوْا مَا لَنَا فِیْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ۔

(فروع کافی جلد ۵ ص۵۴۴ کتاب النکاح
باب اللواط مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں۔ یہ کہہ کر گویا آپ نے اُن کفار کو حرام سے حلال کی طرف آنے کی دعوت دی۔ تو وہ بولے۔ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام :۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب منہج الصادقین نے دوٹوک انداز میں لکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیاں ہی نکاح کے لیے کفار کو پیش کیں۔ لیکن ایسا کرنے میں اعتراض اس لیے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس دور کی شریعت میں کفار سے رشتہ ناطہ درست اور جائز تھا۔ اور اگر اسے ناجائز و حرام قرار دیا جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ وقت کا پیغمبر حرام کی

حوصلہ افزائی کرے۔ اور دعوت الی الحرام کرے۔ حالانکہ کوئی پیغمبر ایسا کام کر ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ تفسیر عیاشی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ تفسیر منہج الصادقین نے کفار کو ناطہ رشتہ دینے کے جواز کو ایک تاریخی حقیقت سے واضح کیا۔ وہ یہ کہ پہلی امتوں میں اسی طرح کفار کو رشتہ دینا یا ان سے لینا درست تھا۔ جس طرح ابتدائے اسلام میں رہا۔

اسی تفسیر میں یہ بات بھی صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا عقد کفار سے کیا۔ کیونکہ ابھی یہ حکم منسوخ نہ ہوا تھا۔ تاکہ اس پر کسی قسم کا اعتراض کیا جا سکے۔

اب نجفی شیعی کو بعینہ اسی طرح کہ جس طرح وہ اہل سنت و جماعت کے حق میں زبان دراز ہوا۔ اپنے اکابر علامہ کاشانی عیاشی اور ابو یعقوب کلینی وغیرہ کے حق میں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ جو نظریہ اور مسلک اہل سنت کا ہے۔ وہی ان کی کتابوں سے ثابت ہے خلاصہ یہ کہ اہل سنت و جماعت یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کفار سے کیا۔ اس میں کوئی انکار کی بات نہیں کیونکہ یہ سب کچھ آپ نے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا الخ کے نزول سے قبل کیا۔ جب کہ کفار کو رشتہ ناطہ دینا پہلی شریعتوں سے جائز چلا آرہا تھا۔ لہذا حضرت رقیہ، ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن کا نکاح عتبہ عتیبہ اور ابوالعاص سے کرنے پر آپ کی ذات مقدسہ کو کوئی طعن نہیں ہو سکتا۔ جو نجفی شیعی کو نظر آیا۔ وہ اس کی اپنی اختراع ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں نجفی کی مذموم گستاخی

قول مقبول :-

وَذَكَرَ الدَّوَلَابِي اَنَّ تَزْوِيْجَ عُثْمَانَ رُقَيَّةَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ:۔ دولابی نے ذکر کیا۔ کہ عثمان کی شادی رقیہ سے عثمان کے زمانۂ کفر میں ہوئی۔

نوٹ:۔

اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ زمانۂ جاہلیت سے مراد زمانۂ کفر ہے۔ اور جناب عثمان نے اپنے اسلام لانے سے پہلے رقیہ سے شادی کی تھی۔ پہلی تو تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح ان کے بالغ ہونے سے پہلے عتبہ اور عتیبہ ان دونوں کافروں سے ہوا۔ اور ان دونوں نے اسلام دشمنی کی وجہ سے ان لڑکیوں کو طلاق دے دی۔ پس جب ان لڑکیوں کو غیر مسلم خاوندوں نے طلاق دیدی۔ تو پھر ہمارے نبی کو کیا مجبوری تھی۔ کہ نابالغ لڑکیاں پھر یک ایسے شخص کو دے رہے ہیں۔ کہ وہ بھی ابھی غیر مسلم ہے۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول مصنفہ غلام حسین نجفی شیعی ص ۱۹۳)

جواب گستاخی:۔

نجفی شیعی کے بارے میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ یہ حضرت اس قدر متعصب اور متعاند ہیں۔ کہ اگر انہیں اپنے مقصد کی خاطر گدھے کو باپ بنانا پڑھے۔ تو بھی دریغ نہ کرے۔ گھوڑا تو ان کا باوا ہے ہی "ذکر الدولابی الخ" الفاظ اس نے جس کتاب سے نقل کئے۔ وہاں بھی ڈنڈی ماری۔ تاکہ بے ایمانی چھپی رہے۔ ذخائر العقبیٰ نامی کتاب سے نقل عبارت کی گئی۔ ہم اس کو مکمل ذکر کرتے ہیں۔

وَذَكَرَ الدَّوْلَابِيُّ اَنَّ تَزْوِيجَ عُثْمَانَ رُقَيَّةَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَذَكَرَ غَيْرُهُ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ تَزْوِيجَهُ اِيَّاهَا بَعْدَ اِسْلَامِهِ

(ذخائر العقبیٰ ص ۱۶۲)

ترجمہ :۔ دولابی نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان کی سیدہ رقیہ سے شادی دورِ جاہلیت میں ہوئی ۔ اور دولابی کے علاوہ دوسرے تمام تر حضرات نے جو ذکر کیا۔ اس سے یہ دلیل ملتی ہے ۔ کہ یہ شادی حضرت عثمان کے اسلام لے آنے کے بعد ہوئی ۔

حضرات قارئین ! آپ نے اصل کتاب ذخائر عقبٰی کی مکمل عبارت کو دیکھا۔ کہ صاحب ذخائر العقبٰی نے صرف یہی نہیں لکھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضرت رقیہ سے شادی اسلام لانے سے قبل دورِ جاہلیت میں ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے بلکہ یہ لکھا۔ کہ یہ قول صرف دولابی کا ہے ۔ اس کے برخلاف جمہور کا مسلک یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کی شادی اسلام لانے کے بعد ہوئی ۔ لیکن نجفی شیعی نے اپنے خبث باطنی کے اظہار کے لیے جس قدر عبارت کو تائیدی پایا۔ ذکر کر دی ۔ اور پھر اس سے اپنا مقصد و مطلب ثابت کر کے دکھایا۔ یہ بددیانتی اور بدخیانتی کی ایک بہت بڑی مثال ہے ۔ جس سے نجفی، عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے ۔ اور ہم نے اس کا بھانڈہ چوراہے میں پھوڑ دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے شادی اسلام لانے کے بعد ہوئی

مجھے اس بات میں حیرانی ہے ۔ کہ نجفی شیعی کو اگر کہیں سے کوئی ضعیف سے ضعیف تر قول ایسا مل جائے جس کو کھینچ تان کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کے ضمن میں ذکر کیا جا سکے ۔ تو وہ اس کو بڑی شدّ و مد کے ساتھ پیش کرتا ہے اس کے برعکس اگر مضبوط اور قوی دلائل بھی ہوں ۔ پھر خاص کر اہل تشیع کی کتب میں درج ہوں ۔ تو ۔ ان کو قبول کرنے کی قطعاً جسارت نہیں کرتا۔ یوں لگتا ہے ۔ کہ اس کا اوڑھنا بچھونا صرف

صحابہ کرام کی گستاخی اور نقائص کی تلاش ہے اس مقصد کے لیے اگر اس کو اپنے بڑوں پر بھی چھری چلانی پڑے۔ تو دریغ نہیں کرتا۔ آخر زنجیر زن اور تلوار زن ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلاکر معاف نہ کیا۔ ان کو کہاں چھوڑے گا۔

کتب شیعہ میں نجفی کے اکابر نے بالکل واضح الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے معاملہ میں اس بات کا انکار کرنا کوئی زیب نہیں دیتا۔ کہ ان کی زوجیت میں آنے والی بیویاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں حقیقی صاحبزادیاں مانا جائے۔ یا ان کی لے پالک بچیاں۔ عثمان غنی کے ساتھ عقد ماننے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ بوقتِ عقد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری طرح ظاہری شریعت کے پابند تھے۔ لہٰذا آپ نے حضرت عثمان کے مسلمان ہونے کی بنا پر یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا ان سے عقد فرما دیا۔ اس مضمون کی کتب شیعہ سے عبارت و وضاحت ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ :-

وَهٰذَا الْاِخْتِلَافُ لَا اَثَرَ لَهٗ لِاَنَّ عُثْمَانَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ قَدْ كَانَ مِمَّنْ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ وَاَبْطَنَ النِّفَاقَ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ مُكَلَّفًا بِظَوَاهِرِ الْاَوَامِرِ كَحَالِنَا نَحْنُ اَيْضًا۔

(انوار نعمانیہ مصنفہ نعمت اللہ الجزائری جلد اول ص۸۱ نور مرتضوی مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔ اس اختلاف کا (یعنی یہ اختلاف کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حقیقی بیٹیاں نہیں یا ربیبہ کہ جن کا عقد حضرت عثمان سے ہوا) کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں ان لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا۔ اور نفاق کو پوشیدہ رکھا۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اسلام کے ظاہری احکامات کی اسی طرح مکلف تھی۔ جس طرح ہم اس کے مکلف ہیں۔

نوٹ:۔

صاحب انوار نعمانیہ نے اپنی اسی کتاب کے مقدمہ میں صہ۲ پر یہ لکھا ہے "کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا جائے گا۔ وہ ائمہ معصومین کا فرمان ہوگا۔ اور کسی دوسری کتاب سے نقل کروں گا۔ وہ بات ایسی ہوگی۔ جو ہم شیعوں کے نزدیک صحیح ہوگی"

انوار نعمانیہ کی مذکورہ عربی عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹیوں کی شادی تب کر کے دی جب وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ کیونکہ ہماری طرح خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی شریعت کے پابند تھے۔ تو اس تحریر سے نجفی کے دونوں من گھڑت اصول ٹوٹ گئے۔

۱۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا فعل اعلان نبوت سے قبل نہیں کرتے۔ جو بعد میں ممنوع قرار پائے"۔ یہ اصل یوں ٹوٹ گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری شریعت کے اسی طرح پابند تھے۔ جس طرح ہم عوام پابند ہوتے ہیں۔ لہذا نجفی شیعی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بلا دلیل مستثنیٰ قرار دینا خود اپنی گھڑی ہوئی شریعت ہے۔ ورنہ ائمہ اہل بیت کا مسلک دیکھ لیجئے۔ وہی ہے جو اہل سنت کا ہے۔

نوٹ :-

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد بیٹیاں ہونے سے انکار پر چونکہ شیعی "حجۃ الاسلام" غلام حسین نجفی نے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے دلیل اول چونکہ خود نجفی شیعی کے ہاں بہت وزنی اور ناقابل تردید دلیل تھی۔ جس کی وجہ سے اُسے "دلیل اوّل" ہونے کا شرف بخشا گیا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں۔ کہ اس کا بالتفصیل جواب تحریر کیا جائے اور وہ بھی اہل تشیع کی ہی کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے ہو۔ اس کا ایک جواب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ یہ دوسرا جواب پیش خدمت ہے۔ جو بطور محاکم ہوگا۔

شیعہ سنی کے مابین بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف پر علامہ مامقانی شیعی کا محاکمہ

جواب دوم :-

جواب تحریر کرنے سے قبل میں چاہتا ہوں۔ کہ "دلیل اوّل" بطور اختصار ذکر کر دوں۔ تاکہ اس کا مفہوم و معنی ذہن میں پھر سے تازہ ہو جائے اور جواب سمجھنے میں ذرا آسانی ہو جائے۔ نجفی شیعی کی دلیل اول کا خلاصہ یہ ہے۔

"قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا۔ مسلمانو! مشرک مردوں سے ایمان دار عورت کا ہرگز نکاح نہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ مشرک ایمان لے آئے (پھر نکاح کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے) اس آیت کریمہ میں عام مسلمان مومن کو اس بات سے منع کیا گیا ہے۔ کہ وہ کسی ایمان دار عورت کو مشرک یا کافر کے نکاح میں دے۔ تو یہی حکم بطریقہ اولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہے۔ اور اگر آپ کی صاحبزادیاں ایک سے زائد تسلیم کر لی جائیں۔ تو جن کو صاحبزادیاں

ثابت کیا جا رہا ہے۔ان کا نکاح مشرکین سے ہوا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ تو نبی کی بیٹی ہو۔اور اس کا کافر و مشرک سے نکاح ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟۔

دلیل کو پیش نظر رکھ کر میں چاہتا ہوں۔کہ نجفی کی اس دھوکہ دہی اور جعل سازی کو خود ان کے مسلک کی ایک ایسی کتاب سے واضح کروں۔جن کتاب پر اہل تشیع کی روایات و احادیث کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار ہے۔یعنی اگر آپ نے مسلک شیعہ کی تائید میں کسی حدیث کے معیار و مقام کو معلوم کرنا ہو۔تو یہ کتاب حرفِ آخر ہے۔اس کتاب کی واضح عبارت کو بھی اگر نجفی شیعی نہ مانے۔تو سمجھ لیجئے۔کہ اس نے اپنی عادتِ دیرینہ اور مکاری و عیاری سے اس کتاب کے مصنف کو تو ذلیل کر ہی دیا۔لیکن درحقیقت مسلکِ شیعہ کی ہی بیخ کنی کر دی۔ آخر "حجۃ الاسلام" سے یہ توقع نہ ہو۔تو اور کون جرأت کرے گا۔

وہ کتاب جس کا اوپر سطور میں ذکر ہوا۔علامہ مامقانی کی تصنیف ہے۔اور "تنقیح المقال" اس کا نام ہے۔اس کتاب کے مصنف نے مسئلہ بنات رسول" پر جتنے اعتراضات کئے گئے ان تمام کا جامع اور بین جواب ذکر کیا ہے۔جس سے ثابت ہوتا ہے۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار ہونا صرف اہل سنت کا ہی عقیدہ نہیں۔بلکہ شیعہ سنی اور خاص و عام کا اس پر اجماع ہے۔کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال:۔

زَیْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِـهٖ وَ اُمُّهَا خَدِیْجَةُ وَهِیَ اَكْبَرُ بَنَاتِهٖ عَلَى الْاَشْهَرِ وَالْاَظْهَرِ وُلِدَتْ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) ثَلٰثُوْنَ سَنَةً وَمَاتَتْ سَنَةَ ثَمَانٍ فِیْ حَیٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) وَنَزَلَ (ص) فِیْ قَبْرِهَا

وَهُوَ مَهْمُوْمٌ مَحْزُوْنٌ فَلَمَّا خَرَجَ سُرِّيَ عَنْهُ وَقَالَ كُنْتُ ذَكَرْتُ زَيْنَبَ وَضَعْفَهَا فَسَأَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُخَفِّفَ عَنْهَا ضِيْقَ الْقَبْرِ وَغَمَّهُ فَفَعَلَ وَ هَوَّنَ عَلَيْهَا وَ يَكْفِيْ فِيْ جَلَالَتِهَا قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) مَعَاشِرَ النَّاسِ اِلَّا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ خَالًا وَّ خَالَةً قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) قَالَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنُ خَالُهُمَا الْقَاسِمُ وَخَالَتُهُمَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) ثُمَّ اِنَّهُ قَدِ اسْتَفَاضَتْ اَخْبَارُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَنَّهُ تَزَوَّجَهَا اَبُو الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ وَرُوِيَ اَنَّ الْاِسْلَامَ قَدْ فَرَّقَ بَيْنَ زَيْنَبَ وَبَيْنَ اَبِي الْعَاصِ حِيْنَ اَسْلَمَتْ اِلَّا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) مَغْلُوْبًا بِمَكَّةَ لَا يُحِلُّ وَلَا يُحَرِّمُ فَلَمَّا تَمَكَّنَ فِي التَّنْزِيْلِ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا اِلٰى اَنْ اَسْلَمَ اَبُو الْعَاصِ فَرَدَّهَا اِلَيْهِ بِنِكَاحٍ جَدِيْدٍ اَوْ بِالنِّكَاحِ الْاَوَّلِ وَ لِلسَّيِّدِ اَبِي الْقَاسِمِ الْعَلَوِيِّ الْكُوْفِيِّ فِي الْاِسْتِغَاثَةِ فِيْ بِدَعِ الثَّلَاثَةِ كَلَامٌ

طَوِيْلٌ اَصَرَّ فِيْهِ عَلٰى اَنَّ زَيْنَبَ الَّتِيْ كَانَتْ
تَحْتَ اَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ وَرُقَيَّةَ الَّتِيْ
كَانَتْ تَحْتَ عُثْمَانَ لَيْسَتَا ابْنَتَيْهِ (ص)
بَلْ رَبِيْبَتَاهُ وَلَمْ يَأْتِ اِلَّا بِمَا
زَعَمَهٗ بُرْهَانًا حَاصِلُهٗ عَدَمُ تَعَقُّلِ
كَوْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) قَبْلَ الْبِعْثَةِ عَلٰى
دِيْنِ الْجَاهِلِيَّةِ بَلْ كَانَ فِيْ زَمَنِ الْجَاهِلِيَّةِ
عَلٰى دِيْنٍ يَرْضِيْهِ اللّٰهُ مِنْ غَيْرِ دِيْنِ
الْجَاهِلِيَّةِ وَحِيْنَئِذٍ فَيَكُوْنُ مُحَالًا
اَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهٗ مِنْ كَافِرٍ مِنْ غَيْرِ
ضُرُوْرَةٍ دَعَتْ اِلٰى ذٰلِكَ وَهُوَ مُخَالِفٌ
لَهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ عَارِفٌ بِمَكْرِهِمْ وَ
اِلْحَادِهِمْ ثُمَّ اَخَذَ فِيْ نَقْلِ مَا
يَقْتَضِى الْوُجُوْدَ بِنْتَيْنِ لِاُخْتِ خَدِيْجَةَ
مِنْ اُمِّهَا اِسْمُهُمَا زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَ
اَنَّهُمَا اللَّتَانِ كَانَتَا تَحْتَ اَبِي الْعَاصِ
وَعُثْمَانَ وَهٰذَا لُبُّ كَلَامِهٖ تَرَكْنَا
نَقْلَهٗ لِطُوْلِهٖ وَهُوَ اِنْ اَتْعَبَ نَفْسَهٗ
اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَأْتِ بِمَا يُغْنِيْ عَنْ
تَكَلُّفِ النَّظَرِ وَالثُّبُوْتِ وَ اَنَّهٗ
كَبَيْتِ الْعَنْكَبُوْتِ اَمَّا اَوَّلًا فَلِاَنَّهٗ

يَشْبَهُ الْاِجْتِهَادَ فِيْ قِبَالِ النُّصُوْصِ
مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ (ص)
وَعَنْ اَئِمَّتِنَا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ
اَمَّا ثَانِيًا فَلِاَنَّا وَ اِنْ كُنَّا نُسَلِّمُ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) لَمْ يَكُنْ فِيْ
زَمَانِ الْجَاهِلِيَّةِ عَلٰى دِيْنِ الْجَاهِلِيَّةِ
بَلْ عَلٰى دِيْنٍ يَرْتَضِيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلٰكِنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) لَيْسَ مُشَرِّعًا بَلْ كُلُّ
حُكْمٍ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ كَانَ يَلْتَزِمُ
بِهٖ تَمَامَ الْاِلْتِزَامِ وَلَمْ يَكُنْ
يَخْتَرِعُ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ حُكْمًا
وَالْاَحْكَامُ كَانَتْ يَنْزِلُ تَدْرِيْجًا
وَعِنْدَ تَزْوِيْجِهٖ زَيْنَبَ وَرُقَيَّةَ
لَمْ يَكُنِ الْكِفَائَةُ فِي الْاِيْمَانِ
شَرْطًا شَرْعًا فَتَزَوَّجَ بِنْتَيْهِ مِنَ
الرَّجُلَيْنِ تَزْوِيْجًا صَحِيْحًا شَرْعًا
فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ثُمَّ لَمَّا اَنْزَلَ
اللّٰهُ تَعَالٰى قَوْلَهٗ وَلَا تُنْكِحُوا
الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا فَرَّقَ
بَيْنَ اَبِي الْعَاصِ وَبَيْنَ زَيْنَبَ وَ
لَوْ كَانَتِ الْكِفَائَةُ فِي الْاِسْلَامِ

شَرْطًا قَبْلَ ذٰلِكَ لَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ الْاٰيَةَ فَمَا ذَكَرَهٗ لَا وَجْهَ لَهٗ وَ اَمَّا ثَالِثًا فَلِاَنَّهٗ لَا شُبْهَةَ فِيْ كَوْنِ زَيْنَبَ وَرُقَيَّةَ اللَّتَيْنِ تَحْتَ اَبِي الْعَاصِ وَعُثْمَانَ مُسْلِمَتَيْنِ كَمَا لَا شُبْهَةَ فِيْ كَوْنِ تَزْوِيْجِهِمَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (ص) وَ بِاِذْنِهٖ وَاِجَازَتِهٖ فَلَا يَفْرِقُ الْحَالُ بَيْنَ اَنْ تَكُوْنَا اِبْنَتَيْهِ اَوْ رَبِيْبَتَيْهِ اَوِ ابْنَتَيْ اُخْتِ خَدِيْجَةَ مِنْ اُمِّهَا اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ لِاِشْتِرَاكِ الْجَمِيْعِ فِيْمَا جَعَلَهٗ عِلَّةَ الْاِنْكَارِ فَمَا ذَكَرَهٗ سَاقِطٌ بِلَا شُبْهَةٍ ۔

(تنقیح المقال تصنیف عبداللہ المامقانی الشیعی جلد سوم ص۷۹ باب الخاء والدال والذال المعجمۃ من فصل النساء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) حضرت خدیجہ کے بطن سے تھیں۔ ان کی ولادت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس برس کی تھی اور وہ اٹھ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی ظاہری زندگی میں انتقال فرمائیں حضور خود ان کی قبر میں اترے ۔ آپ اس وقت غم زدہ اور پریشان تھے ۔ جب باہر تشریف لائے ۔ تو آپ خوش و خرم نظر آ رہے تھے فرمایا میں اپنی بیٹی زینب کی کمزوری اور اس کے برزخی حالات کے سوچ و بچار میں تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی قبر کی سختی اور تنگی کی بابت سوال کیا ، کہ اس میں کمی فرما دی جائے ، تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر اس پر آسانی کر دی ۔ حضرت زینب کی بزرگی اور عظمت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد کافی ہے ۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا ،، لوگو! کیا میں تمہیں ایک ایسی شخصیت نہ بتلاؤں ، جو خال اور خالہ کے اعتبار سے تم سب میں سے بہتر ہے لوگوں نے عرض کیا ۔ ہاں یا رسول اللہ ! فرمایا وہ حسن و حسین ہیں کہ جن کا ماموں قاسم اور خالہ زینب ہیں ۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں ۔

پھر دونوں فریق (شیعہ ، سنی) کی طرف سے اخبار مستفیض کے ذریعہ ثابت ہے ۔ کہ زینب رضی اللہ عنہا کی ابوالعاص بن ربیع سے شادی ہوئی ۔ جو بنی امیہ سے متعلق تھا ۔ اور یہ بھی روایت آئی ہے کہ جب زینب مشرف با سلام ہوئیں ۔ تو ان دونوں کے مابین تفریق ہو گئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان تفریق کو عملی جامہ پہنانے میں معذور تھے ۔ کیونکہ آپ مکہ مکرمہ میں مغلوبی کی زندگی بسر فرما رہے تھے ۔ اور حلال و حرام کا اختیار نہ رکھتے تھے ۔ پھر جب آپ اس امر پر قادر ہو گئے ۔ تو آپ نے ان دونوں کے درمیان عملاً تفریق کر دی ۔ کچھ عرصہ بعد ابوالعاص مشرف باسلام ہوئے ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح جدید یا نکاح اول کے ساتھ حضرت زینب کو ان کی زوجیت میں دے دیا ۔

سید ابوالقاسم علوی کوفی نے اپنی تصنیف " الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ "

ہیں طویل کلام ذکر کر کے اس پر اصرار کیا ہے کہ زینب اور رقیہ جو کہ بالترتیب ابوالعاص اور عثمان غنی کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ بلکہ آپ کے گھر ان کی صرف پرورش ہوئی تھی۔ ابوالقاسم نے اپنے اس اصرار پر اپنے زعم کے مطابق ایک برہان پیش کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے قبل دین جاہلیت پر ہونا غیر معقول بات ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ بعثت سے قبل ایسے دین کے مطابق زندگی بسر کر رہے تھے۔ جو اللہ کے ہاں پسندیدہ تھا۔ لیکن وہ دین جاہلیت نہ تھا اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا ناممکن ہے۔ کہ آپ نے اپنی بیٹی (زینب) کی شادی ایک کافر (ابوالعاص) سے بغیر کسی مجبوری کے کر دی تھی۔ حالانکہ وہ (ابوالعاص) آپ کے دین کا مخالف تھا۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے مکرو فریب اور بے دینی سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اس کے بعد ابوالقاسم علوی نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ رقیہ اور زینب حضرت خدیجہ کی مادر زاد بہن سے تھیں۔ ان دونوں لڑکیوں کا نام زینب اور رقیہ تھا۔ اور یہی وہ دو لڑکیاں ہیں۔ جن میں پہلی کی شادی ابوالعاص اور دوسری کی عثمان غنی سے ہوئی۔ یہ تھا خلاصہ ابوالقاسم کی طویل عبارت کا کہ جسے ہم نے طوالت کے باعث نقل نہ کیا۔ اس طویل عبارت میں اگرچہ ابوالقاسم نے اپنے آپ کو خواہ مخواہ پریشانی میں ڈال کر مشقت جھیلی۔ کیونکہ پورے مضمون میں کوئی ایسی دلیل دینے میں یہ ناکام رہا۔ جو نظر و ثبوت کے اعتبار سے تکلف کے طور پر ذکر نہ کی گئی ہو۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی ساری عبارت مکڑی کے جال کی طرح (نہایت کمزور) ہے۔

اول یہ کہ اس کے کلام کی مشابہت اجتہاد سے ہے۔ اور وہ بھی ایسا

اجتہاد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نقل کردہ فریقین کی نصوص کے مقابلہ میں ہے۔ اور ہمارے ائمہ حضرات کی روایاتِ منصوصہ کے مقابل ہے

دوم یہ کہ ہم اگرچہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دورِ جاہلیت میں دینِ جاہلیت پر کاربند نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین پر تھے لیکن اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے بانی کی حیثیت سے نہ تھے۔ بلکہ جو حکم آپ پر اُترتا۔ آپ اسی کو اپنے اوپر لازم کرنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ اپنی طرف سے کوئی حکم گھڑنا آپ کے لیے ناممکن ہے۔ اور احکام آہستہ آہستہ اُتر رہے تھے۔ جب آپ نے زینب اور رقیہ کی شادی کی۔ تو اس دور میں میاں بیوی کے درمیان اسلام کی شرط از روئے شرع نہ تھی لہٰذا آپ کا دونوں بیٹیوں کی شادی غیر مسلموں سے کرنا نکاح صحیح،، تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔" مسلمانو! مشرک مردوں سے ایمان قبول کئے بغیر اپنی ایماندار عورتوں کی شادی مت کرو" تو ابوالعاص اور زینب کے درمیان جدائی ہو گئی۔ (کیونکہ اب اسلام نکاح میں بطورِ شرط مقرر ہو گیا) اور اگر اس آیت کریمہ کے اترنے سے قبل بھی یہ (اسلام) شرط ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ پھر اس کو نازل نہ فرماتا۔ لہٰذا ابوالقاسم علوی نے جو ذکر کیا اس کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

تیسری بات یہ کہ حضرت زینب اور حضرت رقیہ کا مسلمان ہوتے ہوئے ابوالعاص اور عثمان غنی کے نکاح میں ہونا جس طرح بلاشبہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی بات بلاشبہ ہے۔ کہ ان دونوں کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہوئی تھی۔ لہٰذا اگر یہ دونوں بیٹیاں آپ کی حقیقی بیٹیاں ہوں۔ یا پالتو ہوں یا حضرت خدیجہ کی ماں جائی بہن کی بیٹیاں ہوں یا کوئی اور

ہوں۔ تو بھی وہ وجہ ہر صورت میں موجود ہے۔ جس کو لے کر ابوالقاسم علوی نے ان دونوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں ماننے سے انکار کیا ہے۔ (یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین حق پر ہوتے ہوئے بے دینوں کے ساتھ نکاح کیسے کر سکتے ہیں؟) لہٰذا جو کچھ اُس نے ذکر کیا۔ وہ یقیناً ساقط ہے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی صاحبزادی جناب زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے تھیں۔

۲۔ حسنین کریمین کے بہت سے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ آپ کی خالہ کی طرح کسی دوسرے کی خالہ نہیں۔ اور آپ کی خالہ کا اسم گرامی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی دور جاہلیت میں ابوالعاص بن ربیعہ سے ہوئی تھی۔ جو ان کے مشرف باسلام ہونے تک قائم رہی۔

۴۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے پر دونوں میاں بیوی میں تفریق ہو گئی بعد میں ابوالعاص کے مسلمان ہونے پر پھر زوجیت کا رشتہ از سر نو یا پہلا ہی بحال ہو گیا۔

۵۔ ابوالقاسم علوی نے حضرت زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہا کو جس "برہانِ زعمی" سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی، کہ یہ دونوں آپ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ بلکہ آپ کے گھر پرورش پانے والی یا حضرت خدیجہ کی ماں جائی بہن کی بیٹیاں تھیں، اور

انکار کی علت یہ بیان کی۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تسلیم کریں۔ تو ابوالعاص کافر کے ساتھ ایک مسلمان عورت کا نکاح از روئے قرآنی آیت درست نہیں۔ اس لیے اختلافِ دین علت ہے کہ یہ دونوں حضور کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں تھیں
اس برہان پر صاحب تنقیح المقال نے تین طرح کے اعتراضات کر کے اسے اور کمزور کر دیا۔
ایک یہ کہ یہ برہان نصوصِ شیعہ و سُنی جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ اور حضرت ائمہ سے منقول ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اجتہاد ہے لہذا مردود ہے۔
دوسرا یہ کہ قبل بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس دین پر زندگی بسر فرما رہے تھے۔ اس میں غیر مسلم کے نکاح میں مسلمان عورت کو دینے پر پابندی نہ تھی۔ یعنی فریقین کا اسلام میں ایک دوسرے کا شامل ہونا شرط نہ تھا۔ اس لیے یہ نکاح اُس دور کے حالات کے پیش نظر درست اور صحیح تھا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے اترنے کے بعد تفریق کا حکم دیدیا۔
تیسرا یہ کہ اگر علت یہ قرار دی جائے۔ کہ اس نکاح میں اختلاف دین ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے کام کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ تو پھر یہ علت تو بہر حال موجود ہی ہے کیونکہ یہ نکاح آپ کی رضامندی اور اجازت سے ہوا تھا۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور اجازت پر اعتراض نہیں پڑتا۔ ضرور پڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس علت کی بنا پر ابوالقاسم ان دونوں کو حضور کی حقیقی صاحبزادیاں ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ وہی علت صاحبزادیاں نہ بھی ہوں۔ تب بھی موجود ہے۔

لمحہ فکریہ:۔

"تنقیح المقال" کے حوالے سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعی کا استدلال اور ابوالقاسم علوی کی بزرجمہرائی ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ تو جس طرح ابوالقاسم کو علامہ مامقانی نے

غادر اور کاذب اور اس کے دلائل کو تارِ عنکبوت سے کہیں زیادہ کچا اور ناقص ثابت کیا اسی طرح نجفی شیعی کی دلیل کا بھی یہی حشر ہو گا۔ بس نام کا فرق ہے۔ ابوالقاسم کی جگہ نجفی شیعی پڑھ لیں اور پھر جو اعتراضات علامہ مامقانی نے ابوالقاسم پر کئے بعینہ وہی نجفی شیعی پر وارد ہوتے ہیں یعنی احادیث نبوی اور احادیث ائمہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جو ان دونوں کی مرکزی دلیل ہے یہ آیت کریمہ حضرت زینب اور ابوالعاص کے درمیان نکاح ہو جانے کے بعد نازل ہوئی۔ جب نازل ہوئی۔ تو آپ نے ان دونوں کے مابین تفریق کرا دی۔ اگر پہلے نکاح ہوا ہی نہ تھا تو پھر تفریق کا کیا مطلب؟ اہل تشیع سے ایک سوال ہے۔ کہ اگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل کسی کافر سے نکاح ناجائز تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا۔ تو یہ نکاح ناجائز ہی رہے گا اور ناجائز کرنے والے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (معاذ اللہ) بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نکاح جو حضرت خدیجہ سے ہوا۔ بعثت سے قبل کی مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اہلیہ محترمہ کی خلوت تمہارے نزدیک کیسی خلوت ہو گی۔ اور اگر درست تھا۔ تو یہی ہمارا مدعا ہے۔

تو معلوم ہوا۔ کہ جس دلیل کے ذریعہ حضرت رقیہ اور زینب رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہونے سے انکار کی علت بنایا جا رہا ہے۔ وہ علت دراصل بناتِ رسول اللہ علیہ وسلم اور خود حضور کی انتہا درجہ کی توہین ہے۔ علامہ مامقانی باوجود اس کے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کینہ پرور دشمنوں میں سے ہے اس نے بھی اس دلیل کو مکڑی کی تار جیسا ناقص اور کمزور قرار دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیوں کے حق میں بولا۔

جواب سوم بطریق اجماع۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے پر فریقین (شیعہ سنی) کا اجماع ہے

علامہ مامقانی اور ملا باقر مجلسی نے اپنی اپنی تصنیف میں اس بات کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں چار تھیں۔ اور اس پر فریقین کا اجماع ہے، دونوں کی کتب کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

تنقیح المقال:۔

اِنَّ کُتُبَ الْفَرِیْقَیْنِ مَشْحُوْنَۃٌ بِاَنَّھَا وُلِدَتْ لِلنَّبِیِّ (ص) اَرْبَعُ بَنَاتٍ زَیْنَبُ وَ اُمُّ کُلْثُوْمٍ وَ فَاطِمَۃُ وَرُقَیَّۃُ وَ ثَلٰثَۃُ اَوْلَادٍ اَلْقَاسِمُ وَ الطَّیِّبُ وَ الطَّاھِرُ وَ کَانَ یُکَنّٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ بِالْقَاسِمِ وَ مَاتَ اَوْلَادُہُ الْمَذْکُوْرُوْنَ قَبْلَ الْاِسْلَامِ وَاَنْکَرَ بَعْضُھُمْ وِلَادَۃَ غَیْرِ الْقَاسِمِ مِنْھُمْ لَہٗ۔ وَاَمَّا بَنَاتُہٗ فَاَدْرَکْنَ الْاِسْلَامَ وَ ھَاجَرْنَ مَعَہٗ وَاتَّبَعْنَہٗ وَ اٰمَنَّ بِہٖ

تنقیح المقال جلد ۳ فصل باب ۰۰

من فصل النساء ، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

شیعہ سنی دونوں فریق کی کتابیں اس بات کی تائید میں بھری پڑی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صلبی بیٹیاں چار تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ زینب ام کلثوم، رقیہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ اور آپ کے تین صاحبزادے تھے قاسم، طیب، اور طاہر۔ اور آپ کی کنیت اپنے صاحبزادے قاسم کے نام پر ابوالقاسم تھی۔ آپ کے جملہ صاحبزادے اسلام سے قبل ہی انتقال کر گئے۔ بعض نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے صرف ایک بیٹے قاسم کے ہونے کا اقرار کیا۔ اور دوسروں کا انکار کیا۔ لیکن آپ کی تمام صاحبزادیاں مشرف باسلام ہوئیں۔ آپ کے ساتھ ہجرت کرنے میں شامل تھیں۔ آپ کے اتباع میں تھیں۔ اور آپ پر ایمان لائی تھیں۔

مرأۃ العقول:۔

اِجْتَمَعَ اَهْلُ النَّقْلِ عَلٰى اَنَّهَا وُلِدَتْ لَهٗ اَرْبَعُ بَنَاتٍ كُلُّهُنَّ اَدْرَكْنَ الْاِسْلَامَ وَهَاجَرْنَ زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ وَفَاطِمَةُ وَاَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهَا وَلَدَتْ لَهٗ وَلَدًا سَمَّاهُ الْقَاسِمَ وَكَانَ بِهٖ يُكَنّٰى وَاخْتُلِفَ هَلْ وَلَدَتْ لَهٗ ذَكَرًا غَيْرَهٗ فَقِيْلَ وَلَدَتْ ثَلٰثًا عَبْدَ اللّٰهِ

وَ الطَّیِّبَ وَ الطَّاهِرَ وَ الْخِلَافُ فِيْ ذٰلِكَ كَثِيْرٌ وَّ مَاتَ الْقَاسِمُ بِمَكَّةَ صَغِيْرًا قَبْلَ اَنْ يَّمْشِيَ وَ قِيْلَ اِنَّهٗ لَمْ يَعِشْ اِلَّا اَيَّامًا يَسِيْرَةً وَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ خَدِيْجَةَ وَلَدًا غَيْرَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَدَتْهُ مَارِيَةُ الْقِبْطِيَّةُ وَلَدَتْهُ بِالْمَدِيْنَةِ وَ بِهَا تُوُفِّيَ وَ هُوَ رَضِيْعٌ وَ تُوُفِّيَ جَمِيْعُ اَوْلَادِهٖ فِيْ حَيَاتِهٖ اِلَّا فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاِنَّهَا تُوُفِّيَتْ بَعْدَهٗ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ۔

(مرأۃ العقول تصنیف ملا باقر مجلسی۔
جلد ۵ صفحہ ۱۸۰ کتاب الحجۃ باب
مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔
اہل نقل کا اس بات پر اجماع ہے۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزادیاں تھیں۔اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔نام یہ ہیں زینب رقیہ۔ام کلثوم اور فاطمہ۔اور اہل نقل کا اس پر بھی اجماع ہے۔کہ حضرت خدیجہ کے بطن سے آپ کا بیٹا قاسم پیدا ہوا۔اور آپ نے اسی کے ساتھ

اپنی کنیت رکھی تھی۔ اس میں اختلاف ہے۔ کہ کیا حضرت خدیجہ نے قاسم کے علاوہ کوئی بچہ جنا۔ کیا گیا ہے۔ کہ تین اور بیٹے عبداللہ، طیب اور طاہر بھی ان کے ہاں پیدا ہوئے۔ اس میں بہت خلاف ہے۔ جناب قاسم کا مکہ میں انتقال ہوا۔ اور ابھی آپ چلنے کے قابل بھی نہ ہوئے تھے۔ بعض کا کہنا ہے کہ چند دنوں کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہ کے علاوہ کسی اور بیوی سے نہ تھی۔ صرف جناب ابراہیم تھے جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ان کی ولادت اور یہیں ان کا انتقال بھی ہوا۔ اُس وقت آپ دودھ پیتے بچے تھے۔ آپ کی تمام اولاد ماسوائے حضرت فاطمہ کے آپ کی زندگی میں ہی خدا کو پیاری ہو گئی۔ حضرت فاطمۃ زہرا رضی اللہ عنہا آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

لمحہ فکریہ:۔

شیعہ مذہب کی کتب اسمائے رجال میں "تنقیح المقال" کا مقام نہایت بلند و بالا ہے۔ اور ہر حدیث کی صحت و عدم صحت اور راویوں کے حالات کے متعلق تمام اہل تشیع بمعہ نجفی شیعی اسی کتاب کا سہارا لیتے ہیں۔ اس کے مصنف علامہ مامقانی کا محاکمہ (بنات رسول کے متعلق) آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس تازہ حوالہ میں اس نے اسی مسئلہ کے متعلق یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صلبی چار صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ سُنی کسی کا اختلاف نہیں۔ بلکہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ فریقین کی کتب میں یہ مسئلہ وضاحت و صراحت کے ساتھ کئی مرتبہ مذکور ہے۔ یہ چاروں صاحبزادیاں مشرف باسلام بھی ہوئیں اور انہوں نے ہجرت بھی فرمائی۔

دوسرے حوالہ میں مسلک شیعہ کے خاتم المجتہدین ملا باقر مجلسی کا بھی یہی کہنا ثابت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کی تعداد چار ہونے میں فریقین کے تمام علماء کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اگرچہ ملا باقر مجلسی نے اپنے قول کو علامہ قرطبی کی طرف منسوب کر کے بیان کیا لیکن بیان کرنے کا انداز اور پھر اس پر کسی قسم کی جرح نہ کرنا خود ملا باقر مجلسی کی رضا کی دلیل ہے مختصر یہ کہ اس امر پر شیعہ سُنی دونوں متفق ہیں۔ کہ آپ کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اس اجماع واتفاق نے مسئلہ زیر بحث کو یقینی بنا دیا۔ اب اگر فریقین میں سے کوئی اجماع کا انکار کرے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے متعلق یہ خیال رکھتا ہو۔ کہ وہ آپ کی زیر تربیت تھیں۔ یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بھانجیاں تھیں وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ قائل اجماع کا منکر ٹھہرے گا۔ لہٰذا اس کا قول بالاتفاق مردود اور ناقابلِ قبول قرار پائے گا۔

جواب چہارم بطریق مکالمہ:

دو مرکزی شیعہ مجتہد شیخ مفید اور شیخ مرتضیٰ کا حضور کی چار حقیقی صاحبزادیاں تسلیم کرنے کے بعد حضرت عثمان غنی کے ساتھ ان میں سے دو کی شادی ہونے پر مکالمہ

مکالمہ شیخ مفید:

شیخ مفید نے جب یہ ثابت کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اپنی صاحبزادیوں میں سے دو کا عقد ان مردوں سے کیا۔ جو کافر اور بت پرست تھے۔ بعثت کے بعد آپ نے ان میں تفریق کرا دی۔ یہی شیخ مفید اس مسئلہ میں ایک اعتراض کے ضمن میں تین جوابات تحریر کرتا ہے۔ اعتراض یہ ہے۔ جب چاروں صاحبزادیاں آپ کی حقیقی صلبی تھیں۔ تو بعثت کے بعد ان میں سے دو کا عقد یکے بعد دیگرے عثمان

سے کیا گیا۔ حالانکہ عثمان اہل تشیع کے نزدیک (معاذ اللہ) مسلمان نہیں تھے۔ بعثت سے قبل تو جواز کی وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن بعثت کے بعد ایسا کیوں کیا گیا؟

شیخ مفید کی عبارت بحار الانوار میں ملا باقر مجلسی نے ذکر کی۔ ملاحظہ ہو۔

بحار الانوار۔

قَالَ الشَّيْخُ السَّعِيْدُ الْمُفِيْدُ قَدَّسَ رُوْحَهُ فِيْ مَسَائِلِ السَّرَوِيَّةِ فِيْ جَوَابِ مَنْ سَأَلَ عَنْ تَزْوِيْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اِبْنَتَهُ زَيْنَبَ وَرُقَيَّةَ مِنْ عُثْمَانَ قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ بَعْدَ اِيْرَادِ بَعْضِ الْاَجْوِبَةِ عَنْ تَزْوِيْجِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنْتَهُ عُمَرَ وَلَيْسَ ذٰلِكَ بِاَعْجَبَ مِنْ قَوْلِ لُوْطٍ "هٰؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ" فَدَعَاهُمْ اِلَى الْعَقْدِ عَلَيْهِمْ لِبَنَاتِهٖ وَهُمْ كُفَّارٌ ضَلَّالٌ قَدْ اَذِنَ اللّٰهُ فِيْ هِلَاكِهِمْ وَقَدْ زَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اِبْنَتَيْهِ قَبْلَ الْبِعْثَةِ كَافِرَيْنِ كَانَا يَعْبُدَانِ الْاَصْنَامَ اَحَدُهُمَا عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ لَهَبٍ وَالْاٰخَرُ اَبُو الْعَاصِ بْنُ رَبِيْعٍ فَلَمَّا بُعِثَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَ بَيْنَ اِبْنَتَيْهِ فَمَاتَ عُتْبَةُ عَلَى الْكُفْرِ وَ اَسْلَمَ اَبُو الْعَاصِ فَرَدَّهَا عَلَيْهِ بِالنِّكَاحِ الْاَوَّلِ وَ لَمْ يَكُنْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فِىْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ كَافِرًا وَلَا مُوَالِيًا لِاَهْلِ الْكُفْرِ وَقَدْ زَوَّجَ مَنْ تَبَرَّاَ مِنْ دِيْنِهٖ وَ هُوَ مُعَادٍ لَّهٗ فِى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ هُمَا اللَّذَانِ زَوَّجَهُمَا عُثْمَانُ بَعْدَ هَلَاكِ عُتْبَةَ وَ مَوْتِ اَبِى الْعَاصِ وَ اِنَّمَا زَوَّجَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَنَّهٗ تَغَيَّرَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَلَمْ يَكُنْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ تَبِعَةٌ فِيْمَا يَحْدُثُ فِى الْعَاقِبَةِ هٰذَا عَلٰى قَوْلِ بَعْضِ اَصْحَابِنَا وَ عَلٰى قَوْلِ فَرِيْقٍ اٰخَرَ اَنَّهٗ زَوَّجَهٗ عَلَى الظَّاهِرِ وَكَانَ بَاطِنُهٗ مَسْتُوْرًا عَنْهُ وَ يُمْكِنُ اَنْ يَّسْتُرَ اللّٰهُ عَنْ نَبِيِّهٖ صَلَّى ـہ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ نِفَاقَ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ) فَلَا يُنْكَرُ اَنْ تَكُوْنَ فِيْ اَهْلِ مَكَّةَ كَذٰلِكَ وَالنِّكَاحُ عَلَى الظَّاهِرِ دُوْنَ الْبَاطِنِ وَاَيْضًا وَيُمْكِنُ اَنْ تَكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ اَبَاحَهٗ مُنَاكَحَةَ مَنْ يُظَاهِرُ الْاِسْلَامَ وَاِنْ عَلِمَ مِنْ بَاطِنِهِ النِّفَاقَ وَخَصَّهٗ بِذٰلِكَ وَرَخَّصَ لَهٗ فِيْهِ كَمَا خَصَّهٗ فِيْ اَنْ يَجْمَعَ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعَ حَرَائِرَ فِي النِّكَاحِ وَاَبَاحَهٗ اَنْ يَنْكِحَ بِغَيْرِ مَهْرٍ وَلَمْ يَحْظُرْ عَلَيْهِ الْمُوَاصَلَةَ فِي الصِّيَامِ وَلَا الصَّلٰوةَ بَعْدَ قِيَامِهٖ مِنَ النَّوْمِ بِغَيْرِ وُضُوْءٍ وَاَشْبَاهَ ذٰلِكَ مِمَّا خُصَّ بِهٖ وَحُظِرَ عَلٰى غَيْرِهٖ مِنْ عَامَّةِ النَّاسِ فَهٰذِهٖ اَجْوِبَةٌ ثَلَاثَةٌ عَنْ تَزْوِيْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عُثْمَانَ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهَا كَافٍ بِنَفْسِهٖ مُسْتَغْنٍ عَمَّا سِوَاهُ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ ۔

(بحار الانوار تصنیف ملا باقر مجلسی جلد ۲۲ ص۱۶۴، ۱۶۵ تاریخ نبیا صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

"مسائل السرویہ" میں شیخ مفید نے چند ایسے سوالات کا جواب تحریر کیا جو ایک سائل نے دریافت کئے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاجنرادیوں کی شادی حضرت عثمان سے کیوں کیگئی؟ اس سے پہلے شیخ مفید نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاجنرادی کی شادی جو حضرت عمر سے ہوئی تھی۔ اس کے جوابات تحریر کئے ہیں۔

یہ کوئی حضرت لوط علیہ السلام کے قول سے بڑھ کر تعجب خیز معاملہ نہیں حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔"یہ میری بیٹیاں ہیں تمہارے لیے یہ زیادہ پاکیزہ ہیں" یہ کہکر آپ نے ان لوگوں کو اپنی بیٹیوں سے شادی کرنے کی دعوت دی۔ حالانکہ وہ کافر گمراہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے ہلاک کرنے کا اعلان بھی فرما چکا تھا۔ یہ بھی امر واقع ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اپنی دو بیٹیوں کی شادی دو کافروں سے کی تھی۔ یہ دونوں بتوں کے پجاری تھے۔ ان میں سے ایک کا نام عتبہ بن ابی لہب تھا اور دوسرے کا نام ابو العاص بن ربیع تھا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنی صاجنرادیوں اور ان کے خاوندوں کے درمیان جدائی کرادی۔ عتبہ تو کفر پر ہی مر گیا۔ اور ابو العاص مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کے عقد میں دی ہوئی بیٹی اُسی عقد کے ذریعہ واپس لوٹا دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی حال میں بھی حالت کفر پر نہ رہے، اور نہ ہی کافروں کے ساتھ آپ کا کبھی یارانہ رہا۔ آپ نے ایسے شخص کو اپنی بیٹی بیاہ دی۔ جو آپ کے دین سے بیزار تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں آپ کا دشمن تھا۔ آپ نے اپنی دو صاجنرادیوں کی شادی

حضرت عثمان سے کردی۔ جو پہلے عتبہ اور ابوالعاص کی زوجیت میں تھیں اور یہ دونوں مر چکے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شادی عثمان کے ظاہری اسلام کو دیکھ کر کی۔ پھر شادی ہو جانے کے بعد عثمان نے ظاہری اسلام بھی چھوڑ دیا ایسا اس لیے جائز ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے معاملہ اور واقعات کے مکلف نہ تھے۔ جو بعد میں رونما ہونے والے ہوں۔ (یعنی جو کچھ فی الحال نظر آیا آپ اُسی کے مکلف تھے۔ جیسا کہ فی الحال عثمان مسلمان تھا۔ لیکن انجام کیا ہوتا ہے۔ آپ اس کے مکلف نہ تھے) ناکہ عثمان کے اسلام ظاہری سے برگشتہ ہونے کی صورت میں آپ شروع سے ہی اُس کو اپنی لڑکی نہ دیتے) یہ جواب، ہمارے بعض اصحاب کے قول کے مطابق (دیا گیا) ہے۔

ایک اور فریق کے قول کے مطابق جواب یہ ہوگا۔ کہ آپ نے یہ شادی ظاہری اسلامی حالت کو دیکھ کر کی۔ اور عثمان کا باطن آپ سے مخفی تھا اور ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے منافقین کے نفاق کو آپ سے چھپا کر رکھا ہو۔ دیکھئے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے "مدینہ کے کچھ لوگ نفاق میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ انہیں تم نہیں جانتے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں" لہٰذا جب مدینہ میں ایسے اشخاص موجود تھے تو مکہ مکرمہ میں ان کا وجود ناممکن تو نہیں ہوگا۔ اور نکاح تو ہوتا ہے ظاہری حالت کو دیکھ کر نہ کہ باطن کو سامنے رکھ کر۔

اور یہ بھی (جواب دینا) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہو۔ اور از روئے شرع مباح ہو

جو اسلام کو ظاہری طور پر قبول کر رہا ہے۔ اگر چہ آپ کو اس کے اندر کے نفاق کا علم ہی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ مخصوص کر دیا ہو اور اس بی رخصت واجازت دے دی ہو۔ جیسا کہ آپ کے لیے مخصوص طور پر یہ حکم تھا کہ آپ چار آزاد مومن عورتوں سے زیادہ کے ساتھ بھی شادی کر سکتے ہیں۔ اور بغیر حق مہر کے آپ کو شادی کرنے کی اجازت تھی اور روزے لگاتار رکھنا آپ کے لیے ممنوع نہ تھا۔ اور سو جانے کے بعد بغیر وضو کئے آپ کے لیے نماز پڑھنا جائز تھا۔ ان جیسی باتیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو مباح تھیں۔ لیکن دوسروں کے لیے حرام تھیں۔ (لہذا اپنی بیٹیوں کی شادی حضرت عثمان سے کر دینا حالانکہ آپ ان کے نفاق سے بخوبی آگاہ تھے (معاذ اللہ) صرف اور صرف آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ رخصت واجازت دی تھی۔ کسی دوسرے مومن کے لیے ایسا کرنا حرام ہے) تو یہ تین جواب ہوئے اس سوال کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کی شادی عثمان سے کیوں کی ان جوابات میں سے ہر ایک جواب بذاتہٖ سائل کی تسلی کے لیے کافی ہے اور دوسرے کسی جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ صواب کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

شیخ مفید کے کلام کی تلخیص۔

۱۔ حضرت زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہا دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں۔

۲۔ بعثت سے قبل ان دونوں کا نکاح عتبہ اور ابوالعاص سے ہوا۔ جو اسلام قبول کرنے پر منقطع ہو گیا۔

۲۔ پھر ان دونوں صاحبزادیوں کا بعثت کے بعد ابوالعاص اور عثمان سے نکاح ہوا۔ جو اہل تشیع کے نزدیک منافق تھے (معاذ اللہ) منافق کے ساتھ ایک مسلمہ عورت کی شادی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کی؟ اس کے تین جوابات ہیں۔

اول۔ یہ دونوں (ابوالعاص، عثمان) بظاہر مسلمان تھے۔ اس لیے ان کے ظاہر کو دیکھ کر شادی کی گئی۔ اگرچہ بعد میں یہ دونوں اسلام سے پھر گئے۔

دوم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا اندرونی نفاق مخفی تھا۔ اس لیے ظاہری مسلمان سمجھ کر ان سے نکاح کر دینا قابل اعتراض نہیں۔

سوم۔ ظاہری اسلام اور باطنی نفاق کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ پھر آپ نے نکاح کر دیا۔ تو ایسا کرنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ جو دوسروں کے لیے ہرگز جائز نہیں۔ جیسا کہ چار سے زائد شادیاں، حق مہر کے بغیر نکاح اور علی الاوام روزے رکھنا وغیرہ۔

لمحۂ فکریہ:۔

قارئین کرام! شیخ مفید کے اندازِ تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں چار تھیں کیونکہ ان میں سے دو (رقیہ اور زینب) کی شادی بعثت سے قبل دو کافروں (ابوالعاص، عتبہ) سے ہوئی۔ اس شادی کی صحت کو ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ اور بعثت کے بعد یہ دونوں ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں رہیں۔ اس نکاح کے درست اور جائز ہونے کے تین جوابات ذکر کئے۔ یہ جوابات ذکر کرنا دراصل اس بنیادی اعتراض سے اٹھنے والے سوالات کا دفاع ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی صاحبزادیوں کی ایسے لوگوں سے شادی کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر شیخ مفید کی تحقیق یہ ہوتی۔ کہ یہ لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں

نہیں۔ تو پھر اس کا واضح اور دو ٹوک جواب یہ ہوتا۔ دیکھو۔ ان کے نکاح کرنے سے حضور کی ذات مورد الزام نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ آپ کی حقیقی بیٹیاں ہی نہیں ہیں۔

• شیخ مفید" کو اگر اضطراب اور پریشانی تھی۔ تو یہ کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اعتراض نہ آئے۔ لیکن نجفی شیعی کو پریشانی یہ لاحق ہوئی۔ کہ یہ دونوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ ہونے پائیں۔ شیخ مفید کو حضرت عثمان سے دشمنی تھی۔ لیکن اس نے اس کے باوجود حضرت رقیہ، اور ام کلثوم کا حضور کی حقیقی بیٹیاں ہونے سے انکار نہیں کیا لیکن نجفی کو تو حضرت عثمان کے علاوہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔ آپ کی حقیقی صاحبزادیوں کی آپ سے نفی کر کے اپنی دشمنی کا اظہار کرنے پر تلا بیٹھا ہے۔ کیا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوں گے؟

مقام حیرت ہے۔ کہ متقدمین شیعہ میں سے کسی کو یہ جرأت نہ پڑی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا انکار کرے۔ لیکن ان کے برعکس نجفی شیعی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ائمہ اہل بیت اور اپنے متقدمین کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ آخر کیوں؟

مکالمہ شیخ طوسی و سید مرتضیٰ

اہل تشیع کے یہ دو نامور مجتہد ہیں۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں اہل تشیع ان کے اقوال کو ترجیح دے دیتے ہیں مثلاً تمام ائمہ اہل بیت نے (بقول شیعہ) قرآن کریم کی "تحریف" کو تسلیم کیا۔ مگر ان دونوں نے اس سے انکار کیا۔ اب بوقت مناظرہ اہل تشیع یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم تحریف قرآن کے معتقد نہیں۔ اور اس کے ثبوت میں ان دونوں کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ بہرحال ان میں سے شیخ مرتضیٰ نے "الشافی"، اور شیخ طوسی نے اس کی شرح "تلخیص الشافی"، تحریر کیں۔ ان دونوں نے

اپنی اپنی تصنیف میں یہ تسلیم کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت زینب اور ام کلثوم آپ کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ لیکن اس مقام پر ایک اعتراض نکالا وہ یہ کہ" اس امر کی نص موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے دل کے خیالات جانتے تھے۔ اس علم کے ہوتے ہوئے پھر آپ نے اپنی ان دو حقیقی بیٹیوں کا عقد ایسے آدمیوں سے کیوں کیا۔ جو باطن میں مسلمان نہ تھے؟"

اس اعتراض کے انہوں نے کئی ایک جواب دیئے۔ جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان دونوں کے نکاح کر دینے سے آپ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں آتا اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

تلخیص الشافی:

فَاِنْ قِیْلَ اِذَا کَانَ جَحْدُ النَّصِّ کُفْرًا عِنْدَ کُمْ وَ الْکَافِرُ عِنْدَ کُمْ لَا یَجُوْزُ اَنْ یَتَقَدَّمَهٗ اِیْمَانٌ وَ لَا اِسْلَامٌ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَالِمٌ بِکُلِّ ذٰلِکَ فَکَیْفَ یَجُوْزُ اَنْ یَنْکِحَ اِبْنَتَهٗ مَنْ یَعْرِفُ مِنْ بَاطِنِهٖ خِلَافَ الْاِیْمَانِ ۔ قُلْنَا قَدْ مَضٰی فِیْمَا تَقَدَّمَ الْکَلَامُ عَلٰی نَظِیْرِ هٰذَا الْمَعْنٰی وَ جُمْلَتُهٗ اَنَّهٗ لَیْسَ کُلُّ مَنْ قَالَ بِالنَّصِّ عَلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یُکَفِّرُ دَافِعَهٗ وَ لَا کُلُّ

مَنْ كَفَرَ دَافِعَهُ يَقُوْلُ بِالْمُوَافَاةِ وَ اَنَّ الْمُوَافِيْ بِالْكُفْرِ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَّتَقَدَّمَ مِنْهُ اِيْمَانٌ وَ مَنْ قَالَ بِالْاَمْرَيْنِ لَا يَمْتَنِعُ اَنْ يُّجَوِّزَ كَوْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ غَيْرَ عَالِمٍ بِحَالِ دَافِعِ النَّصِّ عَلٰى سَبِيْلِ التَّفْصِيْلِ وَ اِذَا عُلِمَ ذٰلِكَ عَلٰى مَا يُجَوِّزُ تَكْفِيْرَهُمْ جُوِّزَ اَنْ يَّتُوْبُوْا كَمَا يَجُوْزُ اَنْ يَّمُوْتُوْا وَلَمْ نَعْلَمْ عَاقِبَتَهُمْ وَلَوْ ثَبَتَ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَعْلَمُ التَّفْصِيْلَ وَالْعَاقِبَةَ وَ كُلَّ شَيْءٍ جَوَّزْنَا اَلَّا يَعْلَمَهُ لَكَانَ مُمْكِنًا اَنْ يَّكُوْنَ تَزْوِيْجُهُ كَانَ قَبْلَ هٰذَا الْعِلْمِ وَلَوْ كَانَ تَقَدَّمَ لَهُ الْعِلْمُ لَمَا زَوَّجَهُ وَ لَيْسَ مَعَنَا فِي الْعِلْمِ اِذَا ثَبَتَ تَارِيْخٌ۔

(تلخیص الشافی تصنیف ابو جعفر طوسی الشیعی جلد ۲ ص ۵۴، ۵۵ فصل فی ابطال امامۃ عثمان۔ مطبوعہ قم ایران۔ طبع جدید۔)

ترجمہ:

اگر اعتراض کیا جائے۔ کہ تم (اہل تشیع) کے نزدیک نص کا انکار کرنا کفر ہے۔ اور کافر کے بارے میں تمہارا (شیعوں کا) عقیدہ یہ ہے۔ کہ کفر سے پہلے اس کے پاس ایمان و اسلام نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اور (تمہارا یہ بھی عقیدہ ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام باتوں سے باخبر تھے۔ (یعنی یہ کہ عثمان غنی اور ابوالعاص بظاہر مسلمان ہوئے ہیں۔ باطن میں کافر ہیں۔) تو پھر ان معتقدات کے ہوتے ہوئے یہ کیونکہ جائز ہو سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی بیٹی کی شادی ایسے آدمی سے کریں۔ جس کے باطن کو آپ جانتے ہیں۔ کہ اس میں ایمان نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

ہم اس کے اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ اس معنی کے مطابق گذشتہ اوراق میں کچھ گفتگو ہو چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر نص کا قائل اس شخص کو جو اس نص کا منکر ہے کافر نہیں سمجھتا۔ اور نہ ہی اس نص کے منکر کے بارے میں موافات (ہر حال میں کافر رہے) کا قائل ہے۔ کیونکہ جو شخص ہر حال میں کافر ہی ہو۔ اس کا پہلے کسی دور میں ایمان دار ہونا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ (کیونکہ وہ بھی ایک حال اور زمانہ ہے۔ جس میں اس کا ایمان تھا حالانکہ فرض یہ کیا گیا کہ وہ ہر حال اور زمانہ میں کافر ہی ہو گا) اور جو شخص ان دونوں عقیدوں کا معتقد ہے۔ (یعنی منکرِ نص کافر ہے (۲) منکر نص ہر حال میں کافر ہے) اس شخص کے نزدیک یہ بات کوئی ناجائز اور منع نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس منکر و مخالف نص کے تفصیلی حالات سے واقف نہ ہوں۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا۔ کہ وہ لوگ جو ان حضرات کی (عثمان غنی اور ابوالعاص) تکفیر

کرتے ہیں۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیاں بیاہ دیں۔ تو یہ بھی جائز ہے۔ کہ ان حضرات نے کفر سے توبہ کر لی ہو۔ جیسا کہ یہ بھی جائز ہے کہ مر جائیں اور ان کا انجام معلوم نہ ہو۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تفصیلی حالات اور ان کے انجام کو بخوبی جانتے تھے۔ اور ہر اس امر سے آگاہ ہوں۔ جس کو ہم نے (علی سبیل تنزل) یہ کہا کہ آپ اس سے لاعلم تھے تو پھر بھی یہ امکان باقی رہتا ہے۔ کہ آپ کا اپنی دونوں بیٹیوں کا ان سے نکاح کرنا اس تفصیلی علم سے قبل ہو۔ اس صورت میں اگر آپ کو تفصیلی علم پہلے سے ہوتا۔ تو ہرگز ہرگز نکاح نہ کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا آلۂ علم نہیں۔ جس کے ذریعہ ہم معلوم کر سکیں۔ کہ آپ کو علم کب ہوا۔ (یعنی عقد کرنے سے پہلے یا اس کے بعد)

تین جواب تین مسئلے۔

دونوں شیعی مجتہدین نے حضرت زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا ابو العاص اور عثمان غنی سے نکاح ہونے کے منکرین کی دلیل کے تین جواب دیئے۔ دلیل یہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت خلافت پر نص موجود ہے۔ اور جو نص کا منکر ہے۔ وہ یا تو کافر ہے۔ یا دائمی کافر ہے۔ لہذا جب عثمان غنی نے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت و امامت کو تسلیم نہ کیا تو نص کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ٹھہرے۔ اس لیے کسی کافر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کا نکاح نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے باطن سے بخوبی آگاہ تھے۔

پہلا جواب۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت (بلافصل) پر نص ہونا اس پر ہی اتفاق نہیں۔ لیکن جو شیعہ نص کے قائل ہیں وہ اس کے منکر و مخالف پر کفر کا فتویٰ لگانے میں متفق نہیں۔ جب (بقول شیعہ) حضرت علی المرتضیٰ کی امامت کی نص پر اجماع نہیں۔ پھر اس پر نص کے قائلین کا منکر نص پر بالاتفاق کفر کا فتویٰ نہیں۔ تو پھر حضرت عثمان غنی اور ابوالعاص رضی اللہ عنہما کو کیسے کافر بالاتفاق کہا جا سکتا ہے۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ آپ نے کافر سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔

دوسرا جواب:۔

جو شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ نص کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ ان کا اس بات پر اتفاق نہیں کہ یہ کافر ایسا کافر ہو۔ کہ کبھی بھی ایمان سے آراستہ نہ ہو اور نہ ہو سکے۔ اس لیے ممکن ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (عثمان، ابوالعاص) سے اپنی بیٹیوں کا عقد کیا تو اس وقت یہ دونوں نص کے منکر نہ ہونے کی بنا پر مسلمان ہی ہوں۔ ایسی حالت میں ان سے عقد کرنے پر حضور کی ذاتِ مقدسہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

تیسرا جواب:۔

جن شیعوں کا یہ مسلک ہے۔ کہ نص کا منکر کافر اور بہر حال کافر ہے۔ تو اس کا جواب یوں بنے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے باطن کا علم از خود نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے تھے۔ یہ علم کب عطا ہوا؟ کیا نکاح پہلے یا علم پہلے تھا؟ تو جب تک عطائے علم کی تاریخ کا علم نہ ہو۔ اور پھر اس تاریخ کا نکاح کی تاریخ سے قبل ہونا ثابت نہ ہو۔ تو پھر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بوقت نکاح آپ کو تفصیلی علم تھا ہی نہیں۔ بعد میں عطا ہوا۔

پہلا مسئلہ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیٹیاں حقیقی تھیں۔ تبھی تو آپ کی ذات والا صفات

پر اُٹھنے والے اعتراضات کا جواب دینے کی زحمت اٹھانا پڑی۔

دوسرا مسئلہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ہمہ وقت ثابت نہیں۔ یعنی ما کان اور مایکون آپ کے احاطۂ علم میں نہیں۔ لیکن اہل تشیع اپنے ائمہ کے لیے ماکان و مایکون تسلیم کرتے ہیں۔ گویا نبی الانبیاء سے ان کے جانشین اور امتی علم میں بڑھ گئے۔

تیسرا مسئلہ:

خلافت وامامت کا منصوص ہونا تمام شیعوں کا متفقہ عقیدہ نہیں۔ اسی لیے اس کا منکر بھی متفقہ طور پر کافر نہیں ہے۔ تقریباً اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین مختلف فیہ مسائل کی جڑ اور بنیاد یہ ہے۔ کہ امام و خلیفہ منصوص ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اس کا منکر کافر ہوتا ہے یا نہیں۔

اگر ان دونوں مجتہدوں کی بات کو ان کے نام پورا تسلیم کر لیں۔ تو بہت سے مسائل میں اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اصرار کیا جائے۔ تو جہاں اور خرابیاں پیدا ہوں گی ان کے ساتھ مسئلہ زیر بحث کے متعلق یہ کہنا پڑے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص اور عثمان کے کفر باطنی پر مطلع ہوتے ہوئے پھر اپنی حقیقی صاحبزادیوں کی ان سے شادی کر دی۔ اور ایسا کہنا بہت بڑی گستاخی اور بے دینی ہوگا۔

لہٰذا درست یہی ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صاحبزادیاں۔ درقیہ۔ ام کلثوم، زینب، فاطمہ) حقیقی صلبی تھیں۔ اور آپ نے ان میں سے دو کی شادی جو ابوالعاص اور عثمان غنی سے کی۔ وہ ازروئے قواعد شرعیہ صحیح اور درست تھی۔

چیلنج:

اہل تشیع کے بزرگ علماء اور مجتہدین (علامہ مامقانی، شیخ مفید، سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی) کے محاکمے اور مکالمے کے ذریعہ ثابت ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سبھی بیٹیاں حقیقی تھیں۔ ان میں ربیبہ یا حالہ اخت خدیجہ کی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کے عقیدہ کو "مکڑی کے جال کی طرح کمزور" کہا۔ نص رسول اور نص ائمہ کے خلاف کہا۔ ان بزرگ شیعہ علماء کے مقابلہ میں ایک گھسے پٹے "مجتہد" کی کیا چل سکتی ہے۔ میں اس موقعہ پر تمام موجودہ شیعہ علماء کو بالعموم اور نجفی شیعی کو بالخصوص یہ چیلنج کرتا ہوں۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت میں سے کسی ایک امام کی طرف سے ایک ہی حدیث جو مسند، مرفوع صحیح یا مشہور ہو اور اس میں صراحت ہو۔ کہ سیدہ زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں تھیں۔ تو تیس ہزار روپے نقد انعام دوں گا۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دوسری دلیل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں (رقیہ، ام کلثوم، زینب) آپ کی ربیبہ (لے پالک) تھیں،

نجفی شیعی نے اس دلیل میں بھی وہی لچر اور فضول طریقہ اختیار کیا۔ جو اس کی طبیعت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ اصل دلیل تو چار سطور میں مکمل ہو جاتی ہے۔ لیکن پانچ چھ صفحات اس جاہل نے اپنے طور پر جو تحریر کئے۔ ان میں زیادہ طور پر سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر نازیبا کلمات ہرگستاخانہ عبارات کی شکل میں اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ کچھ ایسی بھی باتیں لکھیں۔ جن کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ بہرحال اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔

زوجہ عثمان رقیہ نبی کریم کی صلبی بیٹی نہ تھیں۔ کیونکہ رقیہ بنت رسول کے پیدا ہونے کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بینتیس برس تھی۔ لہذا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا عقد عتبہ کے ساتھ چھ برس کی عمر میں ہوا۔ تاریخ یعقوبی جو کہ سنیوں کی معتبر کتاب ہے کے حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت چالیس برس میں کیا۔ اس لیے اس وقت جناب رقیہ کی عمر چھ برس کی بنتی ہے۔

"بس سنی بھائی ہمیں یہ سمجھائیں۔ کہ ہمارے نبی کریم کو کیا مجبوری تھی۔ کہ چھ سال کی کم سن نابالغ بچی ایک کافر کے نکاح میں دے دی۔ شانِ نبوت کی حفاظت اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ رقیہ نامی لڑکی خدیجہ زوجہ نبی کی پالتو تھی۔ اس کی شادی عتبہ کافر کے ساتھ ہوئی۔ اور اسے طلاق کے بعد پھر اس کی شادی جناب عثمان کے ساتھ ہو گئی ... کیونکہ کوئی غیور باپ کم سن بیٹی اپنے دشمن کو نہیں دیتا۔ بس ہمارے نبی کریم کی توہین ہے۔ نبی کریم تو کفار کے مذہب کے مخالف تھے۔ اور کفار آنجناب کے دشمن تھے۔ پس ہمارے نبی کو کیا مجبوری تھی۔ کہ کم سن لڑکیاں دشمنوں کو دیتے رہے۔"

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص۲۰۲،۲۰۱)

جواب:

نجفی شیعی کی اس دلیل کا جواب دینے کی ضرورت تو کوئی نہیں۔ کیونکہ پچھلی دلیل کے جواب میں اس قسم کی باتوں کی پوری وضاحت کر چکا ہوں۔ لیکن پھر بھی قارئین کرام کی تسلی کے لیے چند الفاظ پیش خدمت ہیں۔ نجفی کی دلیل مذکور کی دو بنیادیں ہیں۔

۱۔ اتنی چھوٹی عمر (چھ سال) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی کی کافروں کے ساتھ شادی کرنے کی کیا ضرورت اور مجبوری تھی؟۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کے مخالف تھے۔ اُدھر کفار بھی آپ کے دشمن تھے۔ تو اس دشمنی اور مخالفت کے باوجود آپ نے اپنی بیٹی کی شادی کیسے کرنی مناسب سمجھی؟

دلیل کی یہ دونوں بنیادیں جہالت کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ پہلی بات ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کس کتاب میں کس اصول کے تحت یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ چھ برس کی عمر کی بچی کی شادی کرنا ناجائز ہے۔ اگر نجفی اور اس کے تمام گروہوں کے پاس کوئی دلیل و حوالہ ہو۔ تو پیش کریں۔ ورنہ اپنی من گھڑت شریعت کو کہیں گندی روڑی پر پھینکیں۔ تاکہ کارپوریشن

دالے اٹھا کر اُسے کہیں دور ڈال آئیں ۔ دوسری بنیاد کے بارے میں گوش گذار ہوں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کی شادی عتبہ سے کی ۔ تو ان دنوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی مخالفت نہ تھی ۔ کافر مخالفت کیوں کرتے ۔ کفار تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق وامین کہتے تھے ۔ اور اعلان نبوت سے قبل انہیں آپ سے کسی قسم کی شکایت نہ تھی ۔ آخر مخالفت کی کوئی وجہ بھی ہونی چاہیئے ۔ محض لکھ دینا کہ کافر آپ کی مخالفت کرتے تھے ۔ بغیر دلیل اسے کون تسلیم کرے گا؟ بلکہ اس کے خلاف کے دلائل موجود ہیں ۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما ہوئے ۔ تو آپ کی ولادت باسعادت کی خبر ابولہب نے سُنی ۔ تو خوش کن خبر دینے والی لونڈی ثوبیہ کو اس کی خوشی میں آزاد کر دیا ۔ یہی ثوبیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں بھی بنیں ، جیسا کہ تاریخ یعقوبی کے اندر مذکور ہے ۔

تاریخ یعقوبی :-

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعْدَ مَا بَعَثَهُ اللّٰهُ رَأَيْتُ آبَا لَهَبٍ فِي النَّارِ يَصِيْحُ الْعَطَشَ الْعَطَشَ فَيُسْقٰى فِي نُقْرِ اِبْهَامِهٖ فَقُلْتُ بِمَ هٰذَا؟ فَقَالَ بِعِتْقِيْ ثُوَيْبَةَ لِاَنَّهَا اَرْضَعَتْكَ ۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۹ مولد رسول اللہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)۔

ترجمہ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت مبارکہ کے بعد فرمایا ۔ میں نے ابولہب کو دوزخ کی آگ میں چیختے ہوئے دیکھا ۔ وہ العطش العطش کی

صدائیں بلند کررہا تھا۔ تو اس کو اس کے انگوٹھے میں سے کچھ پینے کو دیا جاتا۔ انہیں نے دریافت کیا۔ یہ کیونکر؟ ابولہب نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں نے آپ کی ولادت کی خوشی کے طور پر اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کردیا تھا۔ اور بعد میں اسی لونڈی نے آپ کو دودھ پلایا۔ اس کی آزادی کی وجہ سے مجھے پانی ملتا ہے۔

قارئین کرام! صاحب تاریخ یعقوبی شیعی نے اپنی تاریخ میں اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کو اعلان نبوت سے قبل کوئی دشمنی نہ تھی۔ ورنہ آپ کا بہت بڑا دشمن کبھی بھی آپ کی ولادت پر ثویبہ نامی لونڈی کو آزاد نہ کرتا۔ جس کی بدولت وہ جہنم میں بھی نفع حاصل کررہا ہے۔

نوٹ:۔

نجفی شیعی کو اہل تشیع نے "حجۃ الاسلام" کی دم لگاکر دمدار شیعہ بنایا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اس لفظ سے ان کی کیا مراد ہے۔ اتنے بڑے کذاب اور مفتری کو یہ لقب کیونکر دیا گیا۔ ہاں ممکن ہے۔ کہ جب ان کے مذہب میں تقیہ کرنا ایک عظیم عبادت ہے۔ جسے بقول ان کے ائمہ حضرات بھی اپناتے رہے۔ تو اس فن میں مہارت تامہ رکھنے والا ان کے نزدیک ایسے لقب سے ملقب ہوتا ہو۔ اس تقیہ باز حجۃ الاسلام نے تاریخ یعقوبی کو سنیوں کی معتبر کتاب لکھا۔ جو بالکل کذب وافتراء ہے۔ کیونکہ انہی کے ایک "ثقۃ المحدثین ناصر الملۃ والدین" شیخ عباس قمی نے صاحب تاریخ یعقوبی احمد بن ابی یعقوب کو "امامی شیعہ" کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الکنٰی والالقاب:۔

احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب بن واضح کاتب ونویسندہ عباسی وشیعہ

امامی است ... تاریخ دارد بنام تاریخ یعقوبی وغیر اینها در سال ۲۸۴ھ وفات نمود۔

(کتاب الکنیٰ والالقاب جلد ۲ ص ۳۵۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر خاندانِ عباسیہ کا کاتب اور منشی تھا۔ اور مذہبًا امامی شیعہ تھا ... اس کی تصنیفات میں سے ایک کا نام "تاریخ یعقوبی" ہے۔ ۲۸۴ھ میں فوت ہوا۔

میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نجفی شیعی کو حق پہچاننے اور پھر اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تبرہ بازیوں کذب وافتراء سے اُسے باز رکھے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تیسری دلیل،

قول مقبول:۔

قرآن پاک سے ثبوت گذر چکا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو کفر و شرک پسند نہیں ہے اسی لیئے ان کو رشتہ دینے سے اللہ نے روکا ہے اور جو چیز خدا کو پسند نہیں ہے۔ وہ ایک عام مومن کو بھی پسند نہیں ہے تو خدا کا نبی تو چونکہ ہر گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ لہذا خدا کی ناپسند چیز کو وہ ہرگز اختیار نہ کرے گا۔

حدیث مذکور نے بتایا کہ جب آپ سے کوئی ایسا شخص رشتہ مانگے۔ جس کے دین کو آپ پسند کرتے ہوں۔ تو اس کو رشتہ دے دینا۔ پس اگر کافر مسلمان سے رشتہ مانگے تو چونکہ مسلمان کو کافر کا دین پسند نہیں ہے۔ لہذا ایک عام مسلمان بھی کافر کو رشتہ دینا گوارہ نہیں کرے گا۔ چونکہ ہمارے نبی کفر مٹانے آئے تھے۔ پس ناممکن ہے۔ کہ حضور پاک نے کسی کافر کے دین کو پسند کیا ہو اور اسے بیٹی کا معاذ اللہ رشتہ دیا ہو۔ خلاصہ اگر

زینب ورقیہ اورام کلثوم ہمارے نبی کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں توان کے نکاح کفار سے نہ ہوتے اور جب قیاس استثنائی میں استثناء نقیض تالی ہو۔ تو نتیجہ بھی نقیض مقدم ہوتا ہے پس چونکہ ان کے نکاح کفار سے ہوئے تھے ۔ لہذا ہمارے نبی کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص۲۰۵)

جواب :-

نجفی شیعی کی یہ دلیل بھی دراصل دلیل اوّل کا ہی ایک رُخ ہے ۔ لہذا اس کے جواب کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔ کیونکہ دلیل اول کا جواب ہی اس کا جواب ہے ۔ آپ اس دلیل کو غور سے پڑھیں ۔ تو وہی بات دہرائی جارہی ہے ۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو رشتہ دینے سے منع فرمایا ہے ۔ تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو کفار کے عقد میں کیونکر دے سکتے ہیں۔

ہاں اس دلیل میں اپنی علمیت کے اظہار کے لیے قیاس استثنائی ۔ استثناء نقیض تالی اور نقیض مقدم وغیرہ الفاظ سے قاری کو مرعوب کرنے کی کوشش کی ۔ لیکن اس بیچارے کو کیا خبر کہ ہمارے مدارس کے سال اوّل کے طلباء جو تیسیر المنطق اور ایساغوجی" پڑھتے ہیں ۔ وہ بھی جانتے ہیں ۔ کہ اس علمیت کی حقیقت کیا ہے ۔ ٹھیک ہے کہ قیاس استثنائی میں اگر استثناء نقیضِ تالی ہو تو نتیجہ مقدم کی نقیض ہوتا ہے ۔ لیکن اس قیاس کو اپنی دلیل کے ساتھ منطبق بھی کرو ۔ تمہیں یہ ثابت کرنا لازم ہے ۔ کہ کفار کو ابتدائے اسلام میں لڑکیوں کے رشتہ دینا حرام تھا ۔ اور یہ تم کبھی بھی ثابت نہیں کرسکتے ۔ خود تمہارے آقائے نعمت واضح الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں کفار سے مسلمانوں کا رشتہ کرنا کرانا جائز تھا ۔ اس کو " ولاتنکحوا المشرکین الخ" آیت سے منسوخ کیا گیا ۔

رہا یہ معاملہ کہ اس دلیل سے آخر نجفی شیعی ثابت کیا کرنا چاہتا ہے ۔ اور اس کا

مقصد اصلی کیا ہے ؟ تو وہ مقصد صرف یہی ہے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ۔ حضرت عثمان غنی سے عقد نہیں ہوا ۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں ۔ کہ ان کے مابین نکاح کا اس آیت مذکورہ (ولا تنکحوا المشرکات الخ) سے کیا تعلق ہے ؟ کیونکہ اس میں ممانعت نکاح مشرکین سے ہے ۔ نہ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے رشتہ کا لین دین نہیں کر سکتا ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عقد فرمایا ۔ تو حضرت عثمان اس وقت مشرف باسلام ہو چکے تھے ۔ جس کا ثبوت ابھی میں نے شیعوں کی ایک معتبر کتاب " انوار نعمانیہ " سے پیش کیا ہے ۔ اس کتاب کے مصنف " نعمت اللہ جزائری شیعی " نے بالکل صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ " حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان سے اس لیے کی ۔ کہ وہ اس وقت مسلمان ہو چکے تھے ۔ اس کے ساتھ ساتھ نعمت اللہ جزائری نے اس نجفی شیعی کی منطق کی بھی تردید کی ۔ وہ یوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام مسلمانوں کی طرح ظاہری شریعت کے مکلف تھے ۔ لہٰذا نجفی کا یہاں نقیض تالی سے مقدم کی نقیض نتیجہ نکالنا بھی باطل اور لغو ٹھہرا ۔ اور اس پر یہ تفریع بٹھانا قطعًا غلط ہے پس چونکہ ان کے نکاح کفار سے ہوئے تھے ۔ لہٰذا وہ ہمارے نبی کی لڑکیاں نہ تھیں " ہم یقین سے کہتے ہیں ۔ کہ جب اس قسم کے دعووں کی بنیاد ہی باطل ہے ۔ تو اس پر جتنی عمارتیں قائم ہوں گی ۔ وہ حقائق کی معمولی ہوا اور تحقیق کے ایک جھونکے سے زمین بوس ہو جائیں گے ۔ اور اس پر لطف یہ کہ " انوار نعمانیہ " نے ہی نجفی شیعی کے دلائل کا بیڑا غرق کر دیا ہے ۔

چوتھی دلیل ،

نجفی شیعی نے اپنی چوتھی دلیل میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی صرف اور صرف ایک ہی شخصیت یعنی حضرت علی المرتضیٰ کے

ساتھ ہی مختص ہے ۔کوئی اور شخص آپ کا داماد نہیں بن سکتا ۔ ہم اس کی دلیل کو من وعن نقل کر دیتے ہیں ۔آپ اسے پڑھ کر خود اندازہ لگا لیں گے ۔کہ اس دلیل کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دامادِ رسول نہ ہونے سے کونسا تعلق ہے ؟ دلیل کے الفاظ درج ذیل ہیں ۔

"نبی کریم نے جناب امیر سے فرمایا تھا ۔کہ آپ کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں ۔ جو کسی ایک کو نصیب نہیں ہوئیں ۔اور نہ ہی مجھے ۔آپ کو میرے جیسا سسر ملا ۔ اور مجھے ایسا شرف نہ ملا ۔آپ کو میری بیٹی جیسی صدیقہ زوجہ ملی ۔لیکن مجھے اس کی مثل (صدیقہ) زوجہ نہ ملی ۔آپ کو حسن وحسین جیسے اپنی صلب سے ملے اور مجھ کو اپنی صلب سے ان کی مثل بیٹے نہ ملے ۔لیکن آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے ہوں ۔

نوٹ :-

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا ۔کہ علی اور مذکور ہونا یہ فضیلت صرف حضرت علی کی ہے ۔کیونکہ لَمۡ یُؤۡتَهُنَّ اَحَدٌ ایسا جملہ ہے ۔جس میں "احدٌ" نکرہ ہے ۔اور سیاق نفی میں عموم کا فائدہ دے رہا ہے ۔ ہمارے نبی نے ایسا کلام فرمایا ہے ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے جیسا سسر کسی کا ہو یہ فضیلت صرف علی بن ابی طالب میں ہے ۔

خلاصہ :

اگر وہ تین لڑکیاں حضور پاک کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں ۔تو یہ فضیلت کہ میں سسر ہوں ۔اسے جناب امیر کے ساتھ حضور پاک خاص نہ کرتے ۔نبی کریم کا مذکورہ فضیلت کو جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے ساتھ خاص کرنا اس بات کا ثبوت ہے ۔کہ وہ تین لڑکیاں آنجناب کی حقیقی اولاد نہ تھی ۔ اور عثمان صاحب کا دامادِ رسول ہونا سفید جھوٹ ہے ۔"

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص۲۷)

جواب :-

اس دلیل میں نجفی شیعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کو صرف حضرت علی المرتضیٰ کے لیے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے تخصیص کا مفہوم نکلتا ہو۔ جن کتابوں میں مذکورہ روایت موجود ہے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ اے علی! جو تین باتیں تمہیں حاصل ہوئیں۔ کسی دوسرے کو نہیں ملیں بلکہ مجھے بھی نہیں ملیں۔ ایک یہ کہ میری صدیقہ جیسی بیٹی تمہیں ملی۔ وہ مجھ سمیت کسی کو بھی ایسی نہ ملی۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان جیسی کسی دوسری عورت کو شان حاصل نہیں۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں ان جیسی کوئی ہے۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹیوں میں کوئی شان میں ان کی ہم سر۔ اتنی بات سے کس کو انکار ہے۔ کہ کوئی عورت بھی حضرت فاطمہ کی شان جیسی نہیں۔ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور بیٹی نہ تھی۔ تو یہ کسی مخبوط الحواس کا مطلب ہی ہو سکتا ہے۔ الفاظ سے ایسا مفہوم ہرگز ثابت نہیں۔

رہی یہ بات کہ نجفی نے کہا۔ ہمارے نبی نے ایسا کلام فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے جیسا کسی کا سُسر ہو۔ یہ فضیلت صرف علی بن ابی طالب کو ہے ''

عربی عبارت کا یہ مفہوم نکالنا سراسر نجفی کی مکاری اور عیاری ہے۔ اور انتہاء درجہ کی جعل سازی ہے۔

نجفی شیعی نے '' ریاض النضرۃ '' کی عبارت کا جو ترجمہ کیا۔ وہ ترجمہ ہرگز درست نہیں۔ کتاب کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ اُوْتِیْتَ صِهْرًا مِثْلِیْ وَلَمْ اُوْتَ اَنَا مِثْلَکَ الخ '' یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے علی! تجھے مجھ سا خسر (سسر) ملا اور ایسا سسر مجھے نہ ملا۔ اس کا آسان مطلب یہی ہے۔

کہ تمہارے سُسر جیسا مجھے سُسر نہ ملا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سُسر وہ ذات ہیں ۔ جو امام الانبیاء اللہ تعالیٰ کے محبوب اور رحمۃ للعالمین ہیں ۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر بیویاں کی ۔ اُن کے باپ میں سے کوئی نبی نہ تھا ۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حقیقت کا بیان فرمایا۔ گویا وہ تین ایسی خصوصیات ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ میں بھی وہ نہیں ہیں ۔

لیکن ان الفاظ کا یہ مطلب و مفہوم نکالنا کہ " حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سُسر تھے ۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تنہا آپ کے داماد تھے ۔ کیونکہ آپ کی ایک ہی بیٹی تھی ۔ اور آپ نے حضرت علی سے ہی اس کا عقد فرمایا " کہاں تک درست ہے ؟ بس اس غلط مفہوم کو لے کر نجفی نے تانا بانا باندھا ۔ جو اُسے ایک مضبوط گھر یا قلعہ دکھائی دیا جبکہ میدانِ تحقیق میں اس کی حیثیت مکڑی کے جال سے بھی کمزور اور ناقص نکلی ۔ اس قسم کی دھوکہ بازیوں اور جعل سازیوں سے اپنے رفقا خوش ہو سکتے ہیں ۔ لیکن بنظر انصاف دیکھنے والے قطعاً اس کو پرکاہ کی حیثیت دینے کو تیار نہ ہوں گے۔ جب ہم نے اس دلیل پر ڈالے گئے پردوں کو اٹھا کر حقیقت کو بے نقاب کر دیا ۔ تو روز روشن کی طرح مسلک اہل سنت ثابت ہو گیا ۔ اور اوہام و تدلیس کے بادل چھٹ جانے پر آسمانِ تحقیق کے ستارے یوں چمکے ۔ کہ شکوک و شبہات کے وادیوں میں رہنے والے ششدر رہ گئے ۔ اور اپنی کذب بیانی اور خود ساختہ روایات پر ماتم کرنے بیٹھ گئے ۔

پانچویں دلیل

قول مقبول کے مصنف نجفی شیعی نے دلیل پنجم میں حضرت رقیہ ، زینب ، ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے متعلق جو یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ۔ کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی حقیقی لڑکیاں نہیں تھیں۔ ہم اس کو من وعن اسی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

اَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ وَرُوِيَ اَنَّهَا نَزَلَتْ حِيْنَ صَاحَ النَّبِيُّ عَلٰى وَلَدِ خَدِيْجَةَ

ترجمہ:۔ یتیم پر قہر نہ کرو" روایت میں آیا ہے۔ کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی۔ جب نبی کریم نے اولادِ خدیجہ کو جھڑکی دی اور بلند آواز سے بلایا۔

نوٹ ۱:

انسانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ مر جائے۔ حیوانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے۔ جس کی ماں مر جائے۔ پرندوں میں یتیم وہ ہوتا ہے۔ جس کے دونوں مر جائیں۔

نوٹ ۲:

زینب و رقیہ اور ام کلثوم ہی مذکورہ روایت میں مراد ہیں۔ ورنہ ان کے علاوہ اور اولادِ خدیجہ کوئی مراد نہیں ہو سکتی۔ اور مذکورہ لڑکیوں کو حضور نے جب جھڑکی دی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ یتیم پر قہر مت کریں۔ اگرچہ لڑکیاں حضور کی صلبی ہوتیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی حضور کی زندگی میں یتیم نہ کہتا۔ کیونکہ یتیم وہ ہے جس کا باپ مر جائے۔ اور ان لڑکیوں کے باپ اگر خود رسول اللہ تھے تو وہ تو زندہ تھے۔ پس یہ لڑکیاں یتیم کیسے بن گئیں۔

نوٹ ۳:

حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ وہ لڑکیاں اگر ہمارے نبی کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو حضور پاک کی زندگی میں یتیم نہ فرماتا۔ اور نیز اُن کے نکاح کافروں کے ساتھ نہ ہوتے۔ کیونکہ باپ کی موجودگی میں بچے یتیم نہیں کہلاتے۔ نیز نبیوں کی بیٹیاں کفار کے نکاح میں نہ آئیں۔

(قول مقبول فی اثبات وحدہ بنت الرسول ص ۲۹۶، ۲۹۵)

جواب :۔

نجفی شیعی نے آیت کریمہ کی تفسیر میں جو جملہ ذکر کیا۔ وہ تفسیر کبیر سے ہے ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی یتیم اولاد کو جھڑکا ۔ تو اس پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی (اَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ) تو مصنف نامنصف نے اس سے یہ ثابت کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدیجہ کی جس یتیم اولاد کو جھڑکا ۔ وہ رقیہ، زینب اور ام کلثوم ہی تھیں ۔ الخ ۔

اس تحریر کے بعد ہم قول مقبول کے مصنف سے پوچھتے ہیں ۔ کہ تفسیر کبیر کی کونسی عبارت سے یہ ترجمہ لیا گیا ۔ کہ سیدہ ام کلثوم زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ کی یتیم بچیاں تھیں۔ بلکہ نجفی کو میری طرف سے کھلی دعوت ہے ۔ کہ وہ ہماری نہ سہی اپنی کتابوں سے ہی سندِ صحیح کے ساتھ کم از کم ایک ہی مرفوع حدیث پیش کر دے ۔ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کے پہلے خاوندوں سے جو اولاد تھی ۔ اس میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم شامل ہیں ۔ اگر ایک حوالہ بھی پیش کر دے ۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ یہ حقیقت ہے ۔ کہ نجفی کیا تمام ذریت یزید اور پوری امت شیعہ یہ ثابت نہ کر سکے گی ۔ کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پہلے خاوندوں کی اولاد میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم تھیں ۔

نجفی کا یہ ثابت کرنا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یتیم اولاد ان تین بیٹیوں پر مشتمل تھی ۔ جو یتیم تھیں ۔ اس کا یہ دعویٰ یوں سمجھئے ۔ کہ پانی میں کسی نے گوز مار دیا ہو ۔ ہم ثابت کرتے ہیں ۔ کہ کتب شیعہ میں اس امر کی واضح نشاندہی ہے ۔ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں سے اولاد یہ تین صاحبزادیاں نہ تھیں ۔ وہ اور اولاد تھی ۔ ملاحظہ ہو ۔

کشف الغمہ :۔

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ دِعَامَةَ قَالَ كَانَتْ خَدِيْجَةُ

قَبْلَ اَنْ یَتَزَوَّجَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ عِنْدَ عَتِیْقِ بْنِ عَائِذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَخْزُوْمٍ یُقَالُ وَلَدَتْ لَہٗ جَارِیَۃً وَھِیَ اُمُّ مُحَمَّدِ بْنِ صَیْفِی الْمَخْزُوْمِیِّ ثُمَّ خَلَفَ عَلَیْھَا بَعْدَ عَتِیْقٍ اَبُوْ ھَالَۃَ ھِنْدُ بْنُ زُرَارَۃَ التَّیْمِیُّ فَوَلَدَتْ لَہٗ ھِنْدَ بْنَ ھِنْدٍ ثُمَّ تَزَوَّجَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ۔

۱۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل ص ۵۱۰، ۵۱۱۔ فی فضائل خدیجہ۔ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

۲۔ مناقب آل ابی طالب جلد اول ص ۱۵۹ فصل فی اقربائہ۔ مطبوعہ قم۔ طبع جدید)

۳۔ بحار الانوار جلد ۱۶ ص ۱۰ بنینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

۴۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۸۰ نور مرتضوی مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید)

ترجمہ: قتادہ بن دعامہ سے روایت ہے۔ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد زوجیت میں آنے سے پہلے عتیق بن عائذ نامی شخص کے نکاح میں تھیں۔ اس سے ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جو محمد بن صیفی المخزومی کی والدہ تھیں۔ پھر عتیق (زوجہ خدیجہ) کے وفات پانے کے بعد ابوہالۃ ہند بن زرارۃ کے عقد میں آئیں۔ جو تیمی تھے۔ تو ان کی زوجیت میں حضرت خدیجہ کے ہاں ایک لڑکا "ھند" پیدا ہوا۔ پھر اس خاوند کے فوت ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خدیجہ کی شادی ہوئی۔

مذکورہ حوالہ جات کتب شیعہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل دو آدمیوں سے عقد ہوا تھا جن میں سے ایک کا نام عتیق اور دوسرے کا نام ھند تھا۔ ان میں سے اول الذکر سے ایک لڑکی اور مؤخر الذکر سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لڑکی محمد بن صیفی کی والدہ بنی۔

بحار الانوار:۔

حَدَّثَهٗ عَنْ اُمِّهٖ هِنْدُ بْنُ اَبِیْ هَالَةَ رَبِیْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاُمُّهٗ خَدِیْجَةُ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۵۸ تاریخ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:۔ سنان نے اپنے باپ سے اور اس نے ھند بن ابی ہالہ سے حدیث بیان کی۔ ھند ابی ھالہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ تھا۔

حضرات آپ نے کتب شیعہ سے معتبر حوالہ جات ملاحظہ فرمائے۔ اگر نجفی شیعی کے بقول حضرت رقیہ، زینب اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں سے ہوتیں۔ تو ان کا کم از کم کسی ایک کتاب میں ثبوت تو ملتا۔ صاحب بحار الانوار ملا باقر مجلسی نے ہند بن ابی ہالہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ربیب کہا۔ اور یہ بھی وضاحت کر دی۔ کہ ان کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ربیب ھند بن ابی ھالہ تھا۔ اگر تینوں بیٹیاں بھی ربیبہ ہوتیں۔ تو ان کا ذکر بھی یہاں ہوتا۔

ان باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی صاحب قول نامقبول نے جو سر توڑ کوشش کی۔ کہ

حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ بلکہ ربیبہ تھیں اور ان ربیبہ لڑکیوں سے عثمان غنی کی شادی ہوئی۔ لہٰذا حضرت عثمان کی اس سے کون سی فضیلت ثابت ہوئی۔ یہ سراسر اس کی ہٹ دھرمی اور خود اپنے مذہب کی کتب معتبرہ سے نادانی اور جہالت کا ثمرہ ہے۔ اگر نظر انصاف سے کام لیتا۔ اور اپنی معتبر کتب سے اس بارے میں تسلی وتشفی چاہتا۔ تو یقیناً اپنے اکابر کی طرح یہی قول کرتا۔ کہ یہ تینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ نہ تھیں۔ بلکہ حقیقی بیٹیاں تھیں۔ اور اس قسم کی ناپاک جسارت نہ کرتا۔ جو اس نے قول نامقبول میں کی ہے۔

خلاصہ کلام :

پانچویں دلیل میں نجفی شیعی نے جو آیت کریمہ "اَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ" کے تحت تفسیر کبیر سے یہ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم یتیم بچیاں تھیں۔ جن کے باپ حضور نہ تھے۔ بلکہ فوت ہو چکے تھے۔ تو اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان کی اپنے ہاں تربیت فرمائی۔ ہمارے پیش کردہ حوالہ جات سے اس دلیل کی حقیقت آپ حضرات پر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو گئی۔ ایک سرسری نظر ڈالنے والا بھی اس امر کو جان جاتا ہے۔ کہ یہ تینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران نیک اختر ان کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ کائنات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کہتی ہے یعنی دو نوروں والے۔ وہ دو نور کون تھے۔ یہی صاحبزادیاں تھیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ انہی کی زوجیت کی نسبت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ "ذوالنورین" کہلائے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

چھٹی دلیل

قول مقبول :۔

اہل سنت کی معتبر کتاب تفسیر غرائب القرآن ص ۵ پ ۴ س نساء آیت نمبر ۲۸۔

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ

پ ۴ س نساء آیت ۲۸ قَوْلُهُ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ بِرَبَائِبِكُمْ كَمَا تَقُولُ بَنَاتُ رَسُولِ اللّٰهِ مِنْ خَدِيجَةَ۔

حاصل مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں جن کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد کوئی شخص ہم بستری کر چکا ہو۔ تو ان عورتوں کی وہ لڑکیاں جو کسی پہلے سے ہوں۔ اس مرد پر حرام ہیں۔ ان سے وہ نکاح نہیں کر سکتا۔ ایسی لڑکیوں کو عربی اصطلاح میں ربیبہ (یعنی پروردہ) کہتے ہیں اور ان پروردہ لڑکیوں کی مثال صاحب تفسیر نے یہ دی ہے۔ کہ جیسے رسول اللہ کی لڑکیاں تھیں خدیجہ سے۔

نوٹ :۔ مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ رقیہ اور اُم کلثوم حضور کی اپنی لڑکیاں نہ تھیں بلکہ پروردہ تھیں۔ کیونکہ اگر یہ حضور کی اپنی لڑکیاں ہوتیں تو وہ آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ کے حکم میں آ چکی تھیں۔ دوبارہ ان کو ربائبکم کے حکم میں ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۱۰-۲۱۱ مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور۔)

جواب :۔

یہ دلیل دراصل مولوی اسماعیل شیعی کی ذکر کردہ ہے۔ جسے موصوف کے جمع کردہ مناظرے بنام "فتوحات شیعہ" میں ناصر حسین نے ذکر کیا ہے۔ اس دلیل کا تفصیلی

جواب ہم دے چکے ہیں جو آگے آ رہا ہے صرف دونوں کے حوالہ میں کچھ فرق ہے۔ مولوی اسماعیل شیعی نے تفسیر کبیر کے حوالہ سے بعینہ یہی الفاظ نقل کئے۔ اور نجفی شیعی نے اسے تفسیر غرائب القرآن کے حوالہ کا ذکر کیا ہے۔ الفاظ دونوں کے یہی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص ڈوب رہا ہو تو اُسے تنکے کا سہارا بھی بہت بڑا سہارا محسوس ہوتا ہے۔ ورنہ تنکے کا سہارا درحقیقت کوئی سہارا نہیں۔ محض اپنے آپ کو تسلی دینے کی خاطر ایک فریب ہے۔ دھوکہ ہے۔ ان دونوں تبرے کے پیاسوں کو کہیں سے پانی نہ مل سکا تو سراب کو پانی سمجھ بیٹھے۔ لیکن جب پیاس بجھانے کے لئے منہ کھولا۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پانی کا نام ونشان تک نہیں۔ پھر قدرتی طور پر گستاخانِ خلفاء ثلاثہ کی پہچان کے لئے اللہ تعالیٰ قدرتی اسباب مہیا فرما دیتا ہے۔ تاکہ اُن کی شناسائی ہو سکے۔

صاحب تفسیر غرائب القرآن اور علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہما کی مثال نا سمجھی کی بنا پر انھوں نے اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہا۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کا اس مثال سے یہ ثابت کرنا ہرگز مقصود نہ تھا اور نہ ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم (بقول نجفی وغیرہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بیٹیاں تھیں۔ بلکہ مثال کے ذکر کرنے کا مقصد ایک نحوی ترکیب اور آیات میں مذکور الفاظ کا صحیح مطلب واضح کرنا تھا۔ کیونکہ ترکیب کے اختلاف سے معانی کا مختلف ہونا لازمی ہے۔ آئیے ذرا تھوڑی سی جھلک اس کی دیکھ لی جائے۔

قرآن حکیم میں محرمات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جریہ ارشاد فرمایا "مِّن نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُم بِهِنَّ" یہ جار مجرور کس کے متعلق کیا جائے۔ اس کے متعلق کے بارے میں دو خیالات تھے۔ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ اس جار مجرور کا تعلق "اُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ" اور "رَبَآئِبُكُمُ" دونوں سے ہے۔ اس تعلق کی بنا پر معنی یہ ہوگا

کہ تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں حرام قرار دی گئیں۔ بشرطیکہ تم نے اپنی بیویوں کو نکاح میں لانے کے بعد اُن سے ہم بستری کر لی ہو۔ اور تم پر تمہاری ربیبہ (لے پالک بچی) بھی حرام کر دی گئی۔ بشرطیکہ اس کی ماں سے نکاح کے بعد تم ہم بستری کر چکے ہو۔ گویا ساس اور ربیبہ سے نکاح ایک ہی شرط کے ساتھ مشروط ہوکر حرمت کا موجب ہے اور اگر وہ شرط نہ پائی جائے۔ تو دونوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

دوسرے طبقہ کا خیال ہے کہ اس جار مجرور کا تعلق صرف "ربائبکم" سے ہے۔ "نسائکم" کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔ جس سے مقصد یہ نکلے گا کہ صرف ربیبہ سے نکاح ناجائز اس صورت میں ہے۔ جب اس کی ماں یعنی اپنی بیوی سے نکاح کے بعد تم ہم بستری کر چکے ہو۔ لیکن ساس کے لیے حرمت اس شرط کے بغیر بھی ہے یعنی ساس کی بچی سے بطور نکاح ہم بستری ہوئی ہو۔ یا صرف نکاح ہی منعقد ہوا۔ دونوں صورتوں میں حرام ہے کہ ساس سے عقد کیا جائے۔

ان دونوں مفسرین کرام نے اس بحث کو ذکر کرتے ہوئے دونوں احتمالات میں سے جس احتمال کو راجح قرار دیا۔ اس کی تائید دلائل میں بیان کی۔ ایک دلیل یہ بیان فرمائی کہ اگر اس کا تعلق دونوں کے ساتھ کیا جائے تو اس سے لازم آئیگا کہ ایک مشترکہ لفظ کو بیک وقت دو مستقل معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور ایسا کرنا قواعد کے خلاف ہے۔

دوسری دلیل یہ پیش فرمائی کہ جب "مِنْ نِسَائِکُمْ" کو "اُمَّھَاتُ نِسَائِکُمْ" سے متعلق کیا جائے۔ تو اس صورت میں حرف "مِن" بیانیہ بنتا ہے۔ اور اگر "رَبَائِبُکُمْ" سے تعلق جوڑا جائے تو پھر "مِنْ" ابتدائے غایت کے لئے ہوگا۔ گویا "مِنْ" بیک مرتبہ دو مختلف معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ ایک حقیقی معنی اور دوسرا مجازی لہٰذا قواعد کی رُو سے حقیقت اور مجاز دونوں بیک وقت مقصود نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں تعلقات کے وقت "مِنْ" کے ابتدائے غایت والے معنی کو شامل کے

ذریعہ واضح کرنے کے لئے وہ الفاظ ذکر کیے گئے۔ جنہیں نجفی وغیرہ نے بطور دلیل لے لیا۔ یعنی "من" ابتدائے غائیت کی مثال یہ ہے۔ "کما تقول بنات الرسول من خدیجۃ" اس وضاحتی مثال کے ذکر کرنے کے بعد صاحب غرائب القرآن نے تشریح کرتے ہوئے لکھا۔

تفسیر غرائب القرآن:-

لِاَنَّ مِنْ مَعَ الْاَوَّلِ الْبَیَانِ وَمَعْنَاهَا مَعَ الثَّانِیَةِ اِبْتِدَاءُ الْغَایَةِ وَاِسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ الْمُشْتَرِكِ فِیْ مَفْهُوْمَیْهِ مَعًا غَیْرُ جَائِزٍ۔

(تفسیر غرائب القرآن جزء خامس ص۱)

ترجمہ:۔ اسلئے کہ پہلی صورت میں (جبکہ اس جار مجرور کو امہات نساکم سے متعلق کیا جائے) حرف "من" بیانیہ بنتا ہے اور دوسری صورت میں یہی حرف ابتدائے غائیت کیلئے ہوگا اور خرابی یہ ہوگی کہ ایک مشترک لفظ کو بیک وقت دو مختلف معنی لیے استعمال کرنا پڑے گا۔ اور یہ جائز نہیں ہوگا۔

لیکن نجفی شیعی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق مذکورہ تفاسیر سے عبارت نقل کرتے وقت بددیانتی کا مظاہرہ کیا اور پوری عبارت نقل نہ کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر مکمل عبارت نقل کر دی گئی تو میری من گھڑت شریعت کون مانے گا۔ اور میری علمیت کی داد دے گا۔ بس جتنا مقصد تھا وہ الفاظ نقل کر دیئے اور اس سے یہ ثابت کر دکھایا کہ ان دونوں مفسرین اہل سنت کے نزدیک بھی یہ لڑکیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں بلکہ ربیبہ تھیں۔ تبھی مثال دے کر ان کا ربیبہ ہونا ثابت کیا۔

برایں عقل و دانش بباید گریست۔

ساتویں دلیل

قول مقبول:۔

نجفی شیعی نے اس دلیل میں تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۵۹ سورۃ الرعد کی عربی عبارت کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میرے امر کو پہنچانے کی کوشش کر اور سستی نہ کر۔ میرے امر کو سن اور اس کی اطاعت کر۔ اے کنواری بتول کے بیٹے میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور میں نے تجھے اور تیری ماں (مریم) کو عالمین کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنایا۔

پس میری ہی عبادت کر۔ اور مجھ پر ہی بھروسہ کر۔ اور کتاب کو مضبوطی سے پکڑ۔ جناب عیسیٰ نے عرض کی کس کتاب کو حکم ہوا کہ انجیل کو اور اس کی اپنی امت کے لئے تفسیر کر۔ اور انھیں خبر پہنچا دے۔ کہ تحقیق میں ہی معبود برحق ہوں۔ حی اور قیوم ہوں۔ ہر چیز کا خالق ہوں۔ اور ہمیشہ رہنے والا ہوں۔ جسے زوال نہیں۔ (اپنی امت سے کہہ دو) ایمان لائیں اللہ اور اس کے رسول پر۔ وہ رسول جو نبی امی ہے۔ جو آخری زمانہ میں آئے گا۔ اس کی تصدیق کرو اور پیروی کرو۔ وہ اونٹ، زرہ، ڈنڈے اور تاج والا ہے کشادہ آنکھ والا ہے۔ ملے ہوئے ابروؤں والا ہے۔ چادر والا ہے۔ اس کی نسل خدیجہ خاتون سے ہوگی جو برکت والی ہے۔ اے عیسیٰ! خدیجہ کے لئے جنت میں گھر ہے۔ ایسے موتیوں سے بنا ہوا جن میں سوراخ نہیں ہوگا۔ اور اس میں سونے کی ملاوٹ ہوگی۔ اس گھر میں نہ تکلیف اور نہ تھکاوٹ نہیں ہوگی۔ اس خدیجہ کی ایک ہی بیٹی ہے جس کا نام فاطمہ ہے۔ اور اس فاطمہ کے دو بیٹے ہونگے۔ ایک حسن اور دوسرا حسین اور وہ دونوں شہید ہونگے۔ (قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول صفحہ ۲۱۲-۲۱۳)۔

جواب:-

نجفی شیعی نے تفسیر درمنثور سے جو اتنا طویل اقتباس نقل کیا۔ اس میں سے اس کے مطلب کی عبارت صرف یہ ہے کہ "خدیجہ کی ایک بیٹی ہے جو فاطمہ نامی ہو گی اور اس فاطمہ سے دو بیٹے حسن و حسین ہونگے"

قارئین کرام! میں درمنثور کی اصل عربی عبارت اور اس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ جس سے آپ پر یہ بات بخوبی واضح ہو جائیگی کہ نجفی شیعی نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے کس قدر دھوکا دہی سے کام لیا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

لَهَا بِنْتٌ يَعْنِيْ فَاطِمَةُ وَلَهَا ابْنَانِ فَيُسْتَشْهَدُوْنَ يَعْنِيْ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ۔

ترجمہ:۔ اس خدیجہ کی ایک بیٹی فاطمہ نامی ہو گی جس کے دو بیٹے حسن اور حسین کے نام والے ہوں گے اور یہ دونوں شہید ہوں گے۔

عربی عبارت اور ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد آپ سوچیں کہ کس لفظ کا یہ ترجمہ نجفی شیعی نے کیا۔ "خدیجہ کی صرف ایک بیٹی ہو گی۔ یہ "صرف" کا معنی کس لفظ سے لیا گیا ہے۔ اس کی وضاحت ہونی چاہیے۔ اگر عربی قواعد کے پیش نظر لفظ "لہا" کے مقدم آنے کی وجہ سے تخصیص ہوئی (جو یقیناً نجفی کے ذہن میں ہو گی) تو ہم پوچھتے ہیں۔ یہی لفظ "لہا ابنان" میں بھی مقدم ذکر کیا گیا ہے۔ پھر یہاں بھی تخصیص کا فائدہ ہوگا۔ اور معنی یوں بنے گا کہ اس فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صرف دو بیٹے حسن اور حسین ہوں گے۔ یعنی جس طرح تخصیص کرتے ہوئے حضرت خدیجہ کی صرف ایک ہی بیٹی ہوئی، دوسری کوئی نہیں۔ اسی طرح حضرت فاطمہ کے بھی صرف دو لڑکے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ کیا یہ حقیقت ہے؟ اگر واقعی نجفی کی طرح اہل بیت کے ساتھ بغض و عناد ہوگا تو یہ ثابت ہو جائیگا۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں

یہی دو صاحبزادے نہ تھے بلکہ اُم کلثوم اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا دونوں بھی ان کی صاحبزادیاں تھیں۔ کتب شیعہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ سیدہ خاتون جنت کے ہاں حسنین کریمین کا ایک بھائی محسن بھی پیدا ہوا تھا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کے صرف دو بیٹوں کے سوا باقی تمام اولاد کو نجفی نے نکال دیا۔ آخر کیوں ؟ صرف اسی لئے کہ چند جاہل شیعہ اس کی اس تحریر کو پڑھ کر خوش ہو جائیں اور شاباش دیں کہ ہمارے علامہ اور وکیل نے دیکھو سنیوں کی کتابوں سے ثابت کر دکھایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی صرف ایک ہی تھی باقی ربیبہ تھیں۔ لیکن ذرا ہوش و خرد والے جانتے ہیں کہ اس دلیل میں کتنی پختگی ہے اور اس کو کس طرح توڑ موڑ کر پیش کیا گیا۔

ایک اور غور طلب امر ہے کہ لفظ " ولدت بنت یعنی فاطمہ " کے الفاظ سے ایک مفہوم جو بالکل ظاہر ہے یہ ہی نکلتا ہے کہ اس خدیجہ کی ایک بیٹی فاطمہ نامی ہوگی۔ اس میں بیٹی کی نسبت سیدہ خدیجہ کی طرف کی گئی یہ نہیں کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ خدیجہ کے بطن سے صرف ایک لڑکی ہی پیدا ہوگی۔ تو اس مفہوم کو سامنے رکھ کر ان تین بیٹیوں کا سرے سے انکار لازم آتا ہے۔ جن کے حقیقی یا ربیبہ ہونے کی نجفی نے بحث شروع کر رکھی ہے۔ جب خدیجہ کی ایک ہی بیٹی ہوئی تو تین بیٹیاں کسی اور کی ہونگی۔ اب وہ کون عورت ہے کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم کو جس کی بیٹیاں قرار دیا جائے۔ کتب شیعہ بھی خاموش ہیں اور کتب اہل سنت میں کچھ سراغ نہیں ملتا۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں تخصیص اور حصر مراد نہیں۔ صرف ایک بیٹی کا تذکرہ مقصود ہے اور اس کے دو صاحبزادوں کی نشاندہی مطلوب ہے۔ نہ کہ ان کے علاوہ دوسروں کی نفی مقصود۔

آٹھویں دلیل

قول مقبول :۔

ا۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تفسیر درمنثور صفحہ ۲۹۴ پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۳۰۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب سیرت حلبیہ صفحہ ۴۶ ج ۱ ذکر تزویج۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ عَنِ ابْنِ مَرْدَوِيْهِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مَعْنٰى اَنْفَسِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنَا اَنْفَسُكُمْ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَّحَسَبًا لَيْسَ فِيَّ وَلَا اٰبَائِيْ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ سِفَاحٌ كُلُّهَا نِكَاحٌ۔

ترجمہ:۔ راوی کہتا ہے کہ حضور نے اس آیت کو تلاوت فرمایا کہ تحقیق تمہارے پاس آیا ہے رسول "من انفسکم" حضرت علی بن ابی طالب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ انفسکم کا کیا معنیٰ ہے۔ تو حضور پاک نے فرمایا کہ میں تم میں زیادہ نفیس ہوں از روئے نسب کے اور داماد کے اور حسب کے۔ مجھ میں اور میرے آباؤ اجداد میں آدم سے لیکر مجھ تک سب نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ کوئی غلط نکاح نہیں ہے۔

نوٹ:۔ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی نے اس بات پر فخر کیا ہے کہ میرے داماد جیسا کسی کا داماد نہیں ہے اور فخریہ تب درست ہے کہ وہ تین لڑکیاں جو کفار سے بیاہی گئی تھیں۔ حضور پاک کی حقیقی لڑکیاں نہ ہوں۔ اگر ان کو حقیقی مان لیا جائے۔ تو ان کے نکاح تو کفار کیساتھ بھی ہوئے ہیں اور کافر داماد ملنے پر تو ایک عام آدمی بھی فخر نہیں کرتا۔

(قول مقبول صفحہ ۲۱۵-۲۱۶)

:۔ اس دلیل کا خلاصہ صرف دو الفاظ میں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی بن ابی طالب کو جتا یا یہ فرمانا "اَنَا اَنْفَسُکُمْ نَسَبًا وَّ صِہْرًا " یعنی میں تم سب میں سے نسب اور دامادگی کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہوں۔ یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ جو داماد مجھے ملے ایسے کسی اور کو میسر کہاں؟۔ اس جملہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر فخر کیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ جو میرے داماد ہیں۔ ان جیسا تم میں سے کسی کا داماد نہیں۔ لیکن نجفی شیعی نے اس کا جو معنی کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے علاوہ آپ کا کوئی داماد نہیں۔ یہ مفہوم کن الفاظ کا ہے؟ ذرا اس کی وضاحت ہو جاتی تو بہتر تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اور ان جیسا کسی دوسرے کو داماد نہیں ملا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ ہمیں اس کا اقرار ہے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہماری آنکھوں کے نور ہیں اور ان کے بہت سے فضائل و کمالات ہیں جن پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد صرف علی رضی اللہ عنہ تھے، ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ خود شیعہ بھی اسے نہیں مانتے۔ آگے چل کر اس کا حوالہ ذکر کروں گا۔ تو جس طرح حضرت علی المرتضیٰ دامادِ رسول ہیں۔ اسی طرح ابو العاص کو بھی دامادیٔ رسول کا شرف حاصل ہے جن کا نام سننا شیعہ گوارا نہ کرے گا۔ حالانکہ کتب شیعہ میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میری فوتیدگی کے بعد میری بھانجی "امامہ بنت زینب بنت رسول" سے شادی کر لینا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

منتخب التواریخ:۔

> حضرت فاطمۃ الزہراء بحضرت امیر المومنین (ع) وصیت فرمود کہ بعد از وفات من امامہ دختر خواہرم را تزویج فرما۔

(منتخب التواریخ صفحہ ۴۴ باب اول فصل پنجم در ذکر اولاد امجاد آنحضرت مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری بھانجی "امامہ" سے شادی کرنا۔

لہٰذا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داماد ہونے پر فخر فرمایا۔ اسی طرح آپ نے ابوالعاص کے داماد ہونے پر بھی فخر فرمایا۔ اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس کو بھی شیعہ کتب نے ذکر کیا۔

نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں جب محصور تھے۔ تو ابوالعاص رات کے وقت اونٹوں پر گندم لاد کر شعب ابی طالب میں چار سال تک بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہے جس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کے حق میں یوں خوشی اور فخر کا اظہار فرمایا۔

بحار الانوار:۔

وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لَقَدْ صَاهَرَنَا اَبُوالْعَاصِ فَاَحْمَدْنَا صِهْرَهٗ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۳ باب دخوله الشعب الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ داماد ہوئے ہمارے ابوالعاص۔ پس انکی دامادی کا رشتہ ہمارے لئے بہت زیادہ قابلِ تعریف ہے۔

الحاصل:۔

قارئین و ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ نجفی شیعی کے طریقۂ استدلال میں

کتنی جان ہے۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بیٹیاں ثابت کر سکے۔ لیکن جس دلیل کا بھی اس نے سہارا لینا چاہا۔ ہم نے اس دلیل کو اُلٹا اس کے خلاف جاتے دیکھا۔ نجفی نے کمال مکاری اور عیاری سے ثابت کرنا چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد صرف حضرت علی ہی تھے کیونکہ بقول اس کے آپ کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ لیکن انہی کی کتابوں سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خاتون جنت کے علاوہ اور صاحبزادیاں بھی تھیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے بغیر آپ کے اور داماد بھی تھے۔ اور جس طرح آپ نے حضرت علی کے داماد ہونے پر فخر و انبساط فرمایا۔ اسی طرح ابو العاص کی دامادی کو بھی قابلِ فخر و تعریف کہا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نویں دلیل

نجفی شیعی نے "صواعق محترمہ" سے ایک اقتباس پیش کیا۔ اور اس سے بھی یہی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صرف اور صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے علاوہ آپ کی کوئی اور بیٹی نہ تھی۔ "صواعق محترمہ" کا ترجمہ یوں لکھا۔

قول مقبول :۔

جب حضرت علی کو معاویہ کا ایک فخریہ خط پہنچا تو جناب علی نے اپنے ایک غلام سے فرمایا کہ اس خط کا جواب لکھو۔ پھر آنجناب نے یہ لکھوایا۔ کہ محمد مصطفےٰ اللہ کے نبی ہیں اور میرے بھائی اور خسر ہیں۔ اور حمزہ شہیدوں کا سردار میرا چچا ہے۔ اور جعفر جو صبح و شام

فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتا ہے میرا ماں جایا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کی بیٹی میرے دل کا سکون اور میری زوجہ ہے۔ اس کا خون اور گوشت میرے خون اور گوشت سے ملا ہوا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کے دو نواسے ان کی بیٹی سے میرے بیٹے ہیں۔ تم میں سے کون ہے جس کو شرف سے ایسا حصہ ملا ہو جیسا کہ مجھے ملا ہے۔ میں تم تمام سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کر گیا۔ اس وقت میں بچہ تھا۔ اور سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا۔

(قول مقبول ص ۲۱۷-۲۱۸)

جواب:۔

نجفی کی مذکورہ دلیل کو پڑھ کر آدمی سر تھام کر بیٹھ جاتا ہے۔ یا اللہ! اس عبارت سے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی ایک ہی تھی۔ اور باقی تین ربیبہ تھیں۔ جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دامادِ مصطفیٰ اور آپ کے بھائی ہونے کا معاملہ ہے۔ کون ہے وہ جو اس سے منکر ہے؟ اسی طرح حضرت حمزہ کے سید الشہداء اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت علی کے دل کا سکون ہونا کون اس کو نہیں مانتا۔ یہ تمام باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے واقعی باعث فخر ہیں لیکن کوئی نجفی خبطی سے پوچھے۔ خدارا بتلاؤ۔ کہ اس عبارت میں کون سا وہ جملہ ہے۔ کہ جس کے معنی یہ ہیں۔ "کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے سوا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی داماد نہیں ہے"

اگر نجفی اور اس کے خیر خواہ یہ کہیں۔ کہ اَيُّكُمْ لَهٗ سَهْمٌ كَسَهْمِيْ ، (تم میں سے وہ کون ہے۔ کہ جو بزرگی و فخر کے اعتبار سے مجھ جیسا حصہ رکھتا ہو) کا جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ تو ان سے پوچھا جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں کس کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں؟ جواب یہی ہوگا کہ اس کے مخاطب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ یہ خط انہیں ہی

لکھا گیا تھا۔ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء و احباب جو اس وقت ملک شام میں تھے۔ ان تمام میں کوئی بھی ایک فرد ایسا نہ تھا۔ جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داماد ہو۔ دامادیٔ مصطفیٰ کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان تمام سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اس لئے خط میں حضرت علی نے جو کچھ لکھا۔ بالکل حق تھا۔

ہاں نجفی کی یہ دلیل اس وقت شاید کام دے جاتی۔ جب اس کلام کے مخاطب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کار ہوتے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے۔ تم میں سے کون ایسا ہے۔ جسے میری طرح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف و اعزاز ملا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پہ ناز و فخر ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ وہ سیدہ خاتون جنت کے خاوند ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ان کے عقد میں تھی۔ تو یہی امر سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بھی باعثِ فخر ہے۔ بلکہ زیادہ باعث ناز۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے عقد میں دیں۔ اسی مرتبہ و شان امتیازی کے باعث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمانۂ رسالت میں ہی "ذوالنورین" کے لقب سے ملقب ہو گئے۔ اس امر کی تصدیق ایک شیعہ مورخ نے بھی کی۔ منتخب التواریخ کے مصنف محمد ہاشم خراسانی نے لکھا۔

منتخب التواریخ:۔

واما مخدرہ مکرمہ ام کلثوم اسم شریفش آمنہ بود و بعد از جناب رقیہ بعثمان تزویج شد ولذا عثمان را "ذوالنورین" میگویند۔

(منتخب التواریخ ص۱۵ فصل پنجم در ذکر اولاد امجاد آنحضرت مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ:۔ بہر حال قابلِ احترام بی بی "ام کلثوم" جن کا اسم گرامی آمنہ تھا۔ حضرت رقیہ
رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سیدنا حضرت عثمان غنی کے عقد میں آئیں
اسی بناء پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے
ان کے عقد میں آئیں) انہیں "ذوالنورین" کہتے ہیں (یعنی دو نوروں والا)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام
ذوالنورین کیوں کہتے تھے۔ اس شیعہ مورخ نے اس کی وجہ یہی بیان کی۔ کہ چونکہ ان
کی زوجیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں (رقیہ اور ام کلثوم) یکے
بعد دیگرے آئیں۔ یہی وہ دو صاحبزادیاں ہیں کہ جن کا نجفی کو قلق ہے کہ یہ اور ان کے
علاوہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دو صاحبزادیاں نہ تھیں
اگر نجفی کی اس بات میں کوئی صداقت ہوتی تو صحابہ کرام جو واقعات وحالات کا مشاہدہ
کرنے والے تھے۔ وہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے کہ رقیہ اور ام کلثوم حضور صلی اللہ علیہ
کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کیوں کہتے۔
معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اس حقیقت سے بالکل آشنا تھے کہ حضرت عثمان کے عقد میں آنیوالی
دو مستورات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ یہی حقیقی صاحبزادیاں حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی ہمشیرگان ہونے کی وجہ سے امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما
کے خالائیں قرار پائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے خالہ ہونے پر ناز فرمایا۔
اہلِ تشیع کی معتبر کتاب کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

ذبح عظیم:۔

آنحضرت نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ کہ ایہا الناس یہ حسین وہ

ہے جو باعتبار اپنے نانا اور اپنی نانی کے سب لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا نانا تو رسولِ خدا اور نانی جناب خدیجہ ہے۔ جو تمام ملت اسلامیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں۔ اور یہ وہ حسین ہے جو اپنی خالہ اور ماموں کے اعتبار سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے ماموں تو قاسم، عبداللہ اور ابراہیم ہیں اور خالہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ اور حسین وہ ہے کہ جو اپنی پھوپھی اور چچا کی طرف سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے چچا تو جعفر اور عقیل ہیں۔ اور پھوپھی حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا الخ۔

(ذبح عظیم مصنفہ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ص ۲۴ مطبوعہ لاہور)۔

آپ نے اس عبارت سے یہ ملاحظہ فرمایا کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ناز تھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سسر تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی زوجہ مقدسہ تھیں۔ جناب جعفر طیار رضی اللہ عنہ ان کے چچا تھے۔ اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ناز تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم ان کی خالائیں ہیں۔ اگر یہ تینوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ربیبہ ہوتیں۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نہ یہ ہمشیرگان ہوتیں۔ اور نہ ہی پھر حسنین کریمین کی خالائیں ہوتیں۔

دسویں دلیل

صاحب قول نامقبول نے اس دلیل کا عنوان ان الفاظ سے باندھا ہے۔ "داماد رسول ہونے کو تمام علماء نے مولیٰ علی کے فضائل و القاب میں شمار کیا ہے" اس عنوان کے بعد تقریباً دو ورق پر مشتمل تحریر میں جو کچھ لکھا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے علی! تیرا مرتبہ میرے نزدیک وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ امتیازی شان ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں آئیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقتِ مباہلہ حضرت علی کو بھی شریک فرماکر اِن کی شان بیان کر دی۔"

ان دونوں باتوں کے ثبوت کے طور پر نجفی شیعی نے "القول المہم" اور "شرح فقہ اکبر" کی عربی عبارت کا ترجمہ پیش کیا ہے

قول مقبول :۔

حضرت علی انہی کا لقب مرتضیٰ ہے۔ نبی کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شوہر ہیں۔ نبی پاک کے چچا کے بیٹے ہیں۔ اور بلند درجہ کے عالم ہیں اور بڑے بڑے صحابہ نے مشکلات میں حضرت علی سے پوچھا۔

نوٹ :۔ حضرت علی علیہ السلام کے وہ فضائل ہیں جن کی گواہی دشمن بھی دیتے ہیں۔ اور فضیلت ہر آئی بھی وہی ہے جس کی گواہی دشمن دیتے ہیں۔ جناب امیر کی فضیلت یہ ہے کہ داماد رسول ہیں۔ اس کی گواہی اپنے اور پرائے موافق اور مخالف سب دیتے ہیں اور جناب عثمان کی کسی فضیلت کی گواہی کسی مخالف نے نہیں دی۔

(قول مقبول ص ۲۲۵-۲۲۶)۔

جواب :۔ نجفی کا دعویٰ آپ نے پڑھا۔ یعنی یہ کہ "درج ذیل دلیلوں کی روشنی میں عثمان کا دامادِ رسول ہونا سفید جھوٹ ہے۔" اور اس دعویٰ کے ثبوت کے طور پر جس دلیل کو اس کی زبانی قول نامقبول سے ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس کا مندرجہ دعویٰ کے ثابت کرنے میں کہاں تک تعلق ہے۔ اس میں کون سا ایسا جملہ ہے کہ جس کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا سکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل نہ تھا۔ دلیل کے اندر جو نجفی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب ذکر

کئے۔ اس سے کون سا اُس تیر مارا۔ کیونکہ ان فضائل و مناقب کے متعلق ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کمالات سے نوازا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل و کمالات کے ہم کب منکر ہیں لیکن اس اقرار کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل بھی ہیں۔ جن میں کوئی دوسرا ان کے ہم پلّہ اور برابر نہیں۔ ان مخصوص فضائل میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ان کے عقد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہ اعزاز کسی دوسرے کو نہ مل سکا۔ اور نہ تا قیامت اس کے حصول کا امکان باقی ہے۔ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیائے اکرام اور رسولانِ عظام کے امتیوں میں سے کسی امتی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔

اس کے علاوہ بیعت رضوان کے مبارک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام موجود صحابہ کرام سے بیعت لی۔ تو اس وقت ہر صحابی نے اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر رکھ کر بیعت کی۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی تھی کہ جن کی طرف سے بیعت کے لئے حضور علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت لی۔ یہ بھی ان مخصوص فضائل میں سے ایک ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ ہوا۔

(دیکھئے ناسخ التواریخ حیاتِ رسول حصہ دوم)

جنگِ تبوک کی تیاری کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جس قدر مالی تعاون کیا کسی صحابی نے اتنی مقدار میں تعاون نہیں کیا۔ خود شیعہ لوگ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اس عظیم مالی خدمت و تعاون کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں فرمایا۔

لَا يَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَا لِ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا۔ (تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲، صفحہ ۲۰۳ اور ناسخ التواریخ حیاتِ رسول حصہ سوم) یعنی آج کے

بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کوئی عمل بھی نقصان نہ دے سکے گا۔ بلکہ اسی کتاب میں یہاں یہ تک لکھا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کے عالم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے ان الفاظ کے ساتھ اللہ سے دعا مانگی۔ اَللّٰھُمَّ اِرْضَ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّیْ رَاضٍ عَنْہُ۔ اے اللہ! میں تو عثمان سے راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ غزوہ تبوک میں مالی تعاون کرنے کے صلہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو حضرت عثمان کو مقام عطا ہوا۔ اور جن اعزازات سے آپ نے انہیں نوازا۔ اس خصوصیت میں بھی ان کے ساتھ کوئی دوسرا صحابی شریک نہیں۔ بہرحال مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام کو مختلف مخصوص فضائل ومناقب سے نوازا۔ ہم اس کے قطعاً منکر نہیں۔ لیکن ہم اس بات کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخصوص فضیلت قطعاً ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف صرف حضرت علی کو ہی حاصل ہوا۔ بلکہ خود اہلِ تشیع بھی اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہیں۔ صرف نجفی جیسلی اور اس جیسے چند سر پھرے ہی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا بیٹھے ہیں۔

مذکورہ دلیل سے کوئی بھی صاحب انصاف وہ نتیجہ نہ نکال سکے گا۔ جسے موضوع قرار دے کر یہ اس کی تائید میں نجفی نے اِدھر اُدھر کی قلابازیاں کھائیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گیارھویں دلیل

صاحب قول نامقبول نے بھی پچھلی دلیل کی طرح اس دلیل کا بھی ایک عنوان باندھا۔ وہ لکھتا ہے۔ وہ فاطمۃ الزہرا کا شوہر ہونا حضرت علی کا وہ شرف ہے۔ جس کے بارے میں ابن عمر اور حضرت عمر کو بڑی رشک تھی،، اس کے بعد نجفی مذکور نے اہل سنت

کی ایک عربی کتاب "صواعق محرقہ" کا ترجمہ یوں لکھا۔

قول مقبول :۔

حضرت عمر کہتے تھے۔ کہ حضرت علی کو تین خصلتیں ایسی عطا ہوئیں۔ مجھے ان میں سے اگر ایک بھی حاصل ہو جاتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ پوچھا گیا کہ وہ کون سی فضیلتیں ؟ حضرت عمر نے کہا پہلی فضیلت ان کی یہ ہے کہ ان کی شادی رسول اللہ کی بیٹی سے ہوئی۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ وہ مسجد میں اس طرح آجا سکتے تھے جو میرے لئے جائز نہ تھا اور تیسری فضیلت یہ کہ خیبر کے دن انہیں پرچم اسلام ملا۔

(قول مقبول ص ۲۲۷-۲۲۸)

:۔ صواعق محرقہ کے ترجمہ سے نجفی نے یہ ثابت کیا۔ کہ حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس بات کا رشک تھا کہ کاش ہمیں بھی یہ شرف حاصل ہوتا۔ جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر کو زوجیت میں لانے سے حاصل ہوا۔ تو اس پر اعتراض کیسا ؟ اور اس حسرت کے اظہار میں ان دونوں حضرات نے آخر کونسی غلطی کی۔ جو نجفی کے لئے قابلِ نفرت بن گئی۔ اگر صرف حسرت کرنا قابل اعتراض ہے۔ تو پھر نجفی ہی بتائے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہے گا کیونکہ آپ نے بھی ایک موقعہ پر حسرت کا اظہار فرمایا۔ جسے کتب شیعہ میں ذکر بھی کیا گیا۔ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ :۔

اَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِیْ اُعْطِیَ عَلِیٌّ وَلَمْ اُشَارِکْہُ فِیْھَا فَاِنَّہٗ اُعْطِیَ شُجَاعَۃً وَلَمْ اُعْطَ مِثْلَہٗ

وَ اُعْطِیَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءَ زَوْجَةً وَ لَمْ اُعْطَ مِثْلَهَا وَ اُعْطِیَ وَلَدَیْهِ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ وَلَمْ اُعْطَ مِثْلَهُمَا عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔

(انوار نعمانیہ جلد اول ص۲۱ نور نبوی مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ:۔ تین وہ خوبیاں جو حضرت علی المرتضیٰ کو عطا کی گئیں۔ میں بھی ان میں اس کا شریک نہیں۔ انہیں شجاعت اتنی دی گئی کہ مجھے ویسی نہ دی گئی۔ انہیں بطور بیوی فاطمۃ الزہرا ملیں۔ مجھے ان جیسی زوجہ نہ عطا ہوئی۔ انہیں دو لڑکے حسن و حسین دیے گئے۔ مجھے ایسے نہ ملے۔

ناظرین کرام! آپ نے دلیل پڑھی۔ دعویٰ دیکھا۔ کہیں اس دلیل میں کوئی ایسی سطر آپ کو نظر آئی ہو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی صرف ایک ہی تھی۔ یعنی خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور باقی تین بیٹیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں۔ نجفی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میں دلائل سے ثابت کروں گا کہ جناب رقیہ، زینب اور کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں لیکن اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے اس دلیل کو کہیں دور تک بھی نام و نشان نہیں۔ بہرحال اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ اس نام نہاد "حجۃ الاسلام" کو بے تکی باتوں میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ شاید اسی قسم کی موضوع سے کوسوں دور باتوں کے صلہ میں اس کو یہ لقب ملا ہو اور ایسی ہی من گھڑت باتوں کی وجہ سے یہ "وکیل" ہو گیا ہو۔

بارھویں دلیل

نجفی نے اس بارھویں دلیل کا بھی عنوان باندھا۔ "نبی کریم نے اپنے داماد حضرت علی کی تعریف فرمائی"۔ پھر اس عنوان کے تحت اہل سنت و جماعت کی کتاب "المناقب

خوارزمی" صـ۲۴۳ کی عبارت نقل کی۔

قول مقبول :۔

زَوَّجَهُ رَسُوْلُ ابْنَتَهُ فَاطِمَةَ وَقَالَ لَهَا زَوَّجْتُكِ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

ترجمہ:۔ نبی کریم نے حضرت علی کو اپنی بیٹی فاطمہ کا رشتہ دیا۔ اور بیٹی سے کہا میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا اور آخرت میں لوگوں کا سردار ہے۔

(قول مقبول صـ۲۳۱)

جواب :۔ گزشتہ دلائل کی طرح اس دلیل میں نفس موضوع سے دُور تک کا تعلق نہیں۔ اس دلیل ضلیل کے دوران بھی نجفی خبطی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق بہت سی واہی تباہی بکیں اور تبرو بازی پر اتر آیا۔ آپ خود اس دلیل کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اس میں کونسی وہ عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہو۔ "کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی کوئی نہیں تھی"

"مناقب خوارزمی" کے حوالہ سے جو صاحب قول نامقبول نے تحریر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے فرمایا۔ میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا و آخرت میں لوگوں کا سردار ہے۔ تو اس بات سے نجفی کو کیا فائدہ۔ اس امر کا اگر کوئی منکر ہوتا۔ تو اس کے سامنے یہ فضیلت بیان کرنا زیب بھی دیتا۔ ہم بحمد اللہ اس فضیلت کے قائل ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس وصف کا کوئی سُنّی منکر نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا آخر موضوع سے کیا تعلق ہے؟۔

ہاں ایک بات ضرور قابل توجہ ہے۔ کہ نجفی کی مذکورہ عبارت کے متعلق کتب شیعہ میں مذکور ہے۔ کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ آہ و بکا کی اور حضور صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ابا جان! آپ نے میرا عقد ایک ایسے آدمی سے کیا۔ جو فقیر ہے۔ تو اس آہ و بکا اور فقر کے طعنہ کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دختر نیک اختر کو فرمایا۔

بحار الانوار:

إِذْ دَخَلَتْ فَاطِمَةُ وَهِيَ تَبْكِي فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهَا وَقَالَ مَا يُبْكِيكِ لَا أَبْكَى اللّٰهُ عَيْنَيْكِ يَا حَوْرِيَّة قَالَتْ مَرَرْتُ عَلَى مَلَاءٍ مِنْ نِسَاءِ قُرَيْشٍ وَهُنَّ مُخْضَبَاتٌ فَلَمَّا نَظَرْنَ إِلَيَّ وَقَعُوا فِيَّ وَفِي ابْنِ عَمِّي فَقَالَ وَمَا سَمِعْتِ مِنْهُنَّ قَالَتْ قُلْنَ كَانَ قَدْ عَزَّ عَلَى مُحَمَّدٍ أَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهُ مِنْ رَجُلٍ فَقِيرٍ قُرَيْشٍ وَأَقَلِّهِمْ مَالاً فَقَالَ لَهَا وَاللّٰهِ يَا بُنَيَّةُ مَا زَوَّجْتُكِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ زَوَّجَكِ مِنْ عَلِيٍّ۔

(بحار الانوار جلد ۴۳ ص ۱۵۰ تاریخ سیدۃ النساء فاطمۃ زہرا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اچانک اندر آئیں۔ اور وہ رو رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سر پر رکھ کر پوچھا۔ رونے کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تجھے خوش و خرم رکھے۔ جناب فاطمہ نے کہا۔ قریشی عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے میرا گزر ہوا۔ تو مجھے دیکھ کر میرے اور میرے خاوند (چچیرے بھائی) کے متعلق کچھ کہنے لگیں۔ آپ نے پوچھا تم نے ان سے کیا سنا۔ بولیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک غریب فقیر قریشی سے کر دیا ہے۔ اور اس کے

پاس مال و دولت کچھ بھی نہیں۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا۔ بیٹی! تیری شادی اُس سے میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

نجفی نے یہ حوالہ جو ذکر کیا۔ تو اس سے یہ ثابت ہونا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی ایک ہی ہے۔ بہت دُور کی بات ہے۔ لیکن بظاہر فضیلت بیان کرنے کے رنگ میں جس طریقہ سے یہ فضیلت بیان کی گئی۔ دیکھا جائے تو اس میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اہانت ہے۔ ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں۔ اے اللہ! ان شیعوں کو راہ راست کی ہدایت عطا فرما۔

تیرھویں دلیل

اس دلیل کا صاحب قولِ نامقبول نے عنوان یوں باندھا "جناب فاطمہ بچپن کی خدمات بارگاہِ رسالت میں" اس عنوان کے بعد صحیح البخاری کے باب الجہاد ص۴۲ کی عبارت کا ترجمہ یوں لکھا۔

قولِ مقبول:

راوی کہتا ہے۔ کہ نبی پاک کعبہ کے سائے میں نماز پڑھتے تھے۔ اور مکہ میں کسی جگہ کچھ اونٹ نحر کئے گئے تھے۔ ابوجہل اور کچھ اور لوگوں نے کچھ آدمی بھیجے اور وہاں سے کچھ گندگی اور غلاظت منگوائی اور اس گندگی کو حضور پر ڈال دیا۔ پس جناب فاطمہ آئیں۔ اور اس گندگی کو حضور پاک سے ہٹایا۔ حضور پاک نے بددعا فرمائی کہ خدایا قریش کو اپنی گرفت لے لے خصوصاً ابوجہل، عتبہ اور شیبہ۔ نیز ان چند لوگوں کے نام لئے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے ان تمام لوگوں کو جنہیں حضور نے بددعا دی تھی۔ دیکھا کہ ان کے مُردے بدر کے کنوئیں میں پڑے تھے۔ (قول مقبول ص۲۳۳-۲۳۴)

نجفی نے اس دلیل سے یہ ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی گئی غلاظت یا ازشوں کی اوجھری دُور کرنے والی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ اگر ان کے علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور حقیقی بیٹی ہوتی۔ تو وہ بھی آپ کی اسی طرح ہمدرد ہوتی۔ اور آپ کے جسم اقدس سے غلاظت دُور کرتی۔ لہٰذا صرف حضرت فاطمۃ الزہرا کے اس فعل سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہی حقیقی بیٹی تھیں۔

جواب:۔ آپ حضرات اندازہ فرمائیں۔ کہ حضرت خاتون جنت کی ہمدردی اور غلاظت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے دُور کرنا کیا اس سے وہ بات ثابت ہو جاتی ہے۔ جو نجفی خبطی نے ثابت کرنا چاہی۔ یہ تو ایسے ہی ہوا۔ کہ کوئی شخص کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے غلاظت حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی دُور کر سکتے تھے۔ لیکن نہیں کی۔ تو کیا اس وجہ سے یہ کہنا درست ہوگا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی رشتہ نہ تھا۔ ورنہ وہ ضرور ہمدردی کرتے۔ کیا دعویٰ کیا اور کیسی دلیل جڑی؟ واہ رے واہ "حجۃ الاسلام" کی حجتیں اور حماقتیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو آل بیت النبی سے نکالنے کے لئے بیچارے خبطی کو کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے۔ لیکن بدنامی اور روسیاہی کے سوا کچھ میسر نہ آیا۔

چودھویں دلیل

نجفی شیعی نے اس دلیل سے پہلے بھی "جناب فاطمۃ الزہرا کی جنگ اُحد میں نبی کریمؐ سے ہمدردیاں" عنوان باندھا ہے اور پھر صحیح البخاری کے باب الجہاد سے ہی ایک حدیث کا ترجمہ لکھ دیا۔

قول مقبول:۔
راوی کہتا ہے کہ جنگ احد میں نبی کریم کا چہرہ زخمی ہو گیا اور ایک دانت ٹوٹ گیا۔

اور حضور کے سر پر خود ٹوٹ گیا۔ جناب فاطمہ بنت رسول اور حضور کے زخم کو دھوتی۔ اور حضرت علی ڈھال میں پانی بھر کر (ان کے زخم پر) ڈالتے تھے۔ جب بی بی نے دیکھا کہ خون نہیں رک رہا تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا جب وہ راکھ ہوگئی تو اس کو زخم پر لگایا پس خون رک گیا۔

(قول مقبول ص ۲۳۷)

نجفی شیعی نے اس حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے ہی غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھویا۔ حالانکہ اس غزوہ میں حضرت عائشہ بھی حاضر تھیں۔ لیکن خاتون جنت کے مرہم پٹی اور زخم کے دھونے کے وقت حضرت عائشہ غیر حاضر تھیں۔ ان کی غیر حاضری سے یہ ثابت ہوا کہ جس طرح اس غزوہ میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھاگ کھڑے ہوئے تھے عائشہ صدیقہ بھی موقعہ پا کر بھاگ نکلی تھیں (معاذ اللہ) اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمدردی ہوتی۔ تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتیں۔ اسی طرح اگر ام کلثوم زوجہ عثمان غنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی ہوتیں۔ تو وہ یقیناً حضرت خاتون جنت کے ساتھ مرہم پٹی کرنے میں شرکت کرتیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ام کلثوم وغیرہ حضور کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔

جواب: حیرانی کی بات ہے کہ نجفی خبطی نے یہ کلیہ اور قاعدہ کہاں سے حاصل کیا کہ ایک شخص کی اولاد میں سے اگر کوئی ایک فرد کسی مجبوری کے وقت اس کے کام آتا ہے۔ اور دوسرے غیر حاضر ہوں۔ تو غیر حاضر تمام کے تمام اولاد ہی نہ رہیں۔ بلکہ اجنبی قرار پائیں۔ کہاں ہے یہ ضابطہ؟ کس کتاب میں اس کا ذکر ہے آخر کوئی نہ کوئی تو ثبوت چاہیئے۔

ایک باپ کی اولاد اپنے والدین کے مختلف کاموں میں ہاتھ بٹاتی ہے کسی کام

کے وقت کوئی حاضر ہوتا ہے دوسرا نہیں۔ اور کسی دوسرے موقعہ پر کوئی اور اس کام کو سرانجام دیتا ہے۔ ایسا ہونا عام مشاہدہ ہے۔ تو اگر اس قاعدہ اور ضابطہ کو پیش نظر رکھا جائے۔ جو نجفی شیعی کی اختراع ہے تو پھر کسی شخص کی کوئی بھی حقیقی اولاد باقی نہ رہے۔ آخر کبھی نہ کبھی ہر ایک غیر حاضر ہو ہی جاتا ہے۔ ہاں اگر بوقت موجودگی صرف بچہ بڑھ کر اپنے والدین کی خدمت کرے تو وہ لائق تحسین ہوتا ہے۔ اور دوسرے کو بھی ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نے فلاں وقت اپنے والدین کی خدمت میں سستی برتی۔

الحاصل :-

اگر نجفی شیعی وغیرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کی صاحبزادیوں کی شان میں گستاخی ہی کرنی تھی۔ تو اُسے یہ ثابت کرنا چاہیئے تھا۔ کہ ابوجہل وغیرہ کفار کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر گندگی پھینکی گئی۔ تو ام کلثوم، رقیہ اور زینب نے باوجود وہاں موجود ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خدمت نہ کی۔ اور کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار نہ کیا۔ اور غزوہ اُحد میں موجود ہوتے ہوئے ان لڑکیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کی مرہم پٹی وغیرہ نہ کی۔ لیکن اتنی بات بھی ثابت نہ کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ تینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ آخر اس میں کیا ربط ہے اور اپنے دعویٰ کے ساتھ ان دلائل کا کیا تعلق ہے؟

صاحب قول نامقبول کے پیش کردہ چودہ دلائل بمعہ ان کے دندان شکن جوابات آپ حضرات نے ملاحظہ فرمائے۔ اس بحث کے آخر میں ہر اہلِ نظر قاری دناظرے میری التماس ہے کہ آپ نے دعویٰ جات اور انکے دلائل بھی دیکھیے اور میری طرف سے ذکر کئے گئے جوابات پر بھی نظر ڈالی۔ ان تمام باتوں کے بعد میں امید رکھتا ہوں کہ حق و باطل کے امتیاز کرنے میں آپکو کوئی دقت پیش نہ آئیگی۔ اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے اور باطل سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)

خاتمہ فصل

"فتوحات شیعہ" شیعوں کی وہ کتاب ہے جس میں مولوی محمد اسماعیل شیعہ کے مناظروں کی روئیداد نقل کی گئی ہے۔ اس میں ایک مناظرہ کی کاروائی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل شیعہ کا بناتِ رسولؐ کے موضوع پر جب مولوی دوست محمد قریشی کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ تو مولوی محمد اسماعیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں بیٹیوں کو اہلِ سنّت کی تین کتب سے ربیبہ ثابت کر دیا اور مولوی دوست محمد قریشی کو خاموش کر دیا۔ اسی طرح اسی فتوحاتِ شیعہ کے ص ۱۹۸ پر بنات رسولؐ کے موضوع پر ایک مناظرہ کے بارے میں (جو مولوی احمد علی مرزائی کے ساتھ ہوا۔) لکھا ہے کہ اس میں بھی انہی تین کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے گئے۔ مزید یہ بھی کہ تفسیر نیشاپوری میں آیت "وَرَبَائِبُكُمُ اللّٰتِیْ" کے تحت صاف مذکور ہے کہ "كَبَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ خَدِيْجَةَ" یعنی ربیبہ بیٹیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھیں "فتوحاتِ شیعہ" کی عبارت یہ ہے۔

فتوحاتِ شیعہ :-

مبلغ اعظم (مولوی محمد اسماعیل شیعہ) نے ان لڑکیوں کا ربیبہ ہونا کتب اہل سنت یعنی سیرت ابن ہشام جلد چہارم ص۲۹۳ تفسیر نیشاپوری جلد پنجم ص۹ تفسیر کبیر جلد ہشتم ص۴۲ وغیرہ سے پیش کر کے مولوی دوست محمد کے جذباتی بیانوں کو ختم کر دیا۔ مبلغ اعظم نے فرمایا مولانا! آپ ان علماء اہل سنت پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں جنہوں نے کہا کہ یہ بیٹیاں۔ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہروں سے تھیں اور آپ کی تربیت میں آگئیں یعنی نبی علیہ السلام کی ربیبہ بیٹیاں تھیں، اس لیے اگر آپ نے رقیہ اور ام کلثوم کا عثمان غنی سے عقد کیا ہے تو اس سے

جو الفاظ پیش کئے کہ "کبنات رسول اللہ من خدیجۃ"، یہ ایک علمی اور گہری بحث ہے جو نام نہاد مبلغ اعظم کی سمجھ شریف میں آنے والی نہیں ہے۔ مجمعوں میں ناچ کود کر عوام کو خوش کر لینا ایک الگ بات ہے اور علماء حق کے سامنے بات کرنا چیزے دیگر۔

مذکورہ حوالہ جات قارئین کرام کے سامنے رکھیں گے، ان کا مفصل مفہوم و مطلب بیان کریں گے اور بتائیں گے کہ ان حوالوں کا بناتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ چونکہ یہ بحث وضاحت طلب اور کسی قدر طویل بھی ہے۔ اس لیئے پہلے ہم آپ کو سیرتِ ابن ہشام کی عبارت دکھاتے ہیں۔ پس آپ پر واضح ہو جائے گا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے اس عبارت میں کس قدر فراڈ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ سیرت ابن ہشام کی بناتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق عبارت ملاحظہ ہو۔

سیرۃ ابن ہشام:۔

وَقَالَ الزُّبَيْرُ وَلَدَتْ لِعَتِيْقٍ جَارِيَةً اِسْمُهَا هِنْدٌ وَّ وَلَدَتْ لِهِنْدٍ اَبِيْ هَالَةَ ابْنًا اِسْمُهُ هِنْدٌ اَيْضًا مَاتَ بِالطَّاعُوْنِ طَاعُوْنِ الْبَصْرَةِ وَكَانَ قَدْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ نَحْوٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا فَشَغَلَ النَّاسَ بِجَنَائِزِهِمْ عَنْ جَنَازَتِهٖ فَلَمْ يُوْجَدْ مَنْ يَّحْمِلُهَا فَصَاحَتْ نَادِيَةٌ وَّا هِنْدَ بْنَ هِنْدَاهُ وَرَبِيْبَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَلَمْ تَبْقَ جَنَازَةٌ اِلَّا تُرِكَتْ وَ احْتُمِلَتْ جَنَازَتُهٗ عَلٰى اَطْرَافِ

الْاَصَابِع اِعْظَامًا لِرَبِيْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهُ الدُّوْلَابِيْ وَلِخُدَيْجَةَ مِنْ اَبِيْ هَالَةَ ابْنَانِ غَيْرُ هٰذَا اِسْمُ اَحَدِهِمَا الطَّاهِرُ وَاِسْمُ الْاٰخَرِ هَالَةُ....

......ذُكِرَ اَنَّ خُدَيْجَةَ وَلَدَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَدَهٗ كُلَّهٗ اِلَّا اِبْرَاهِيْمَ فَاِنَّهٗ مِنْ مَارِيَةَ.

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد اول ص۱۲۳ فصل فی تزویجہ علیہ السلام خدیجۃ رضی اللہ عنہا۔ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان)

ترجمہ:۔

زبیر نے کہا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے آپؓ کے پہلے خاوند عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام ہند تھا اور آپؓ کے بطن شریف سے آپ کے دوسرے خاوند ہند ابی ہالہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام بھی ہند تھا۔ جو طاعون کی بیماری سے بصرہ میں فوت ہو گیا۔ اس دن ستر ہزار افراد فوت ہوئے۔ لوگ ان کے جنازہ میں مصروف ہو گئے کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو اس (ہند) کو اٹھاتا۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے چیخ کر کہا وا ہنداہ [illegible] آپؓ نے بچہ [illegible] و ھند بن ھند [illegible] بیت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

ہند کے جنازے کو اٹھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب کی تعظیم
کرتے ہوئے اس کو وہ لائی نے ذکر کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے
ابو ہالہ کے اس نام کے علاوہ دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام طاہر اور
دوسرے کا ہالہ تھا۔ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تمام اولاد
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی سوائے حضرت ابراہیم
رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے
پیدا ہوئے۔

ناظرین کرام! آپ نے سیرت ابن ہشام کی اصل عربی عبارت اور اس کا
اردو ترجمہ دیکھ لیا۔ اس میں حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ
عنہن کا نام تک موجود نہیں چہ جائیکہ ان کے ربیبہ ہونے کا ذکر ہو۔ حوالہ مذکورہ میں
ہند ابی ہالہ کے ایک بیٹے کا نام ہند ذکر ہوا جس کے فوت ہونے پر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ
رضی اللہ عنہا نے وَاهِنْدَ ابْنَ هِنْدٍ کہا۔ اور یہ کہ "رَبِيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" فرمایا صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ربیب
مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے ہند بن ہند کو فرمایا ہے۔ یہاں سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام
کی صاحبزادیوں کا ربیبہ ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟

اسی حوالہ میں آپ نے پڑھ لیا کہ سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن شریف
سے ہوئی۔ مولوی اسماعیل صاحب کو چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
صاحبزادیوں کا ربیبہ ہونا ثابت کرتے۔ حالانکہ سیرت ابن ہشام کی محولہ بالا عبارت
سے صرف ہند بن ہند ابی ہالہ کا ربیب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ہم نے
تین ۳ سے زائد شیعہ کی کتب معتبرہ سے حضرت زینب، حضرت رقیہ اور

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں ہونا ثابت کیا ہے۔

دیکھا آپ نے کہ اس نام نہاد محب اہل بیت اور بزعم خویش مبلغ اعظم نے کس قدر دھوکے اور فریب سے کام لیا ہے؟ اور آل رسول سے کس درجہ دشمنی کا اظہار کیا ہے؟ اگر آپ غور فرمائیں گے تو اس حقیقت کو پائیں گے کہ یہ لوگ رسول و آل رسول کے محب نہیں رہے دشمن ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے ساتھ دشمنی، آپ کی ازواج کے ساتھ عداوت، آپ کے صحابہ کے ساتھ بغض و عناد، کتاب اللہ کی تحریف کا اعتقاد، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے صرف بارہ اماموں کا اقرار، باقی سب سے انکار، یہ شیعہ فرقہ کی خصوصیات ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری سے مولوی اسماعیل صاحب کے حوالجات کی حقیقت۔

ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ ایک دقیق علمی بحث ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب کے بس کا روگ نہیں۔ ہمارے خیال میں مولوی صاحب ان عبارات کو سمجھ ہی نہیں سکے اور اگر سمجھے ہیں تو تجاہل و دھوکہ و فریب سے کام لیا ہے۔ اس کی قرار واقعی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لیے ہم تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری کے دونوں حوالوں کو نقل کرتے ہیں واضح ہو جائے گا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے کس قدر علمی دیانت کا خون کیا ہے ملاحظہ ہو۔

تفسیر کبیر:۔

لِاَنَّ عَلٰی هٰذَا التَّقْدِیْرِ یَصِیْرُ نَظْمُ الْاٰیَةِ هٰکَذَا وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِکُمُ اللَّاتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَیَکُوْنُ الْمُرَادُ بِکَلِمَةِ "مِنْ" هٰهُنَا التَّمْیِیْزَ ثُمَّ یَقُوْلُ وَرَبَآئِبُکُمُ اللَّاتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِنْ نِسَآئِکُمُ اللَّاتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَیَکُوْنُ الْمُرَادُ بِکَلِمَةِ "مِنْ" هٰهُنَا ابْتِدَآءَ الْغَایَةِ کَمَا یَقُوْلُ بَنَاتُ الرَّسُوْلِ مِنْ خَدِیْجَةَ فَیَلْزَمُ اسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ الْمُشْتَرَکِ فِیْ کِلَا مَفْهُوْمَیْهِ وَاِنَّهٗ غَیْرُ جَائِزٍ۔

(تفسیر کبیر جلد دہم ص۳۲ مطبوعہ مطبعة البہیة المصریہ سن طباعت ۱۳۵۷ ہجریہ)

ترجمہ:۔ اس تقدیر پر آیت کی عبارت یوں ہو گی "وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِکُمُ اللَّاتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" (یعنی حرام ہیں تم پر تمہاری ان بیویوں کی مائیں جن سے تم نے جماع کیا ہے) پس اس تقدیر پر کلمہ "مِنْ" تمیز کے لیے ہوا۔ پھر کہے "وَرَبَآئِبُکُمُ اللَّاتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِنْ نِسَآئِکُمُ اللَّاتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" (یعنی تمہاری پروردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں وہ حرام ہیں جو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم نے دخول کیا) تو اس تقدیر پر کلمہ "مِنْ" ابتدائے غایت کے لیے ہوا۔

جیسے کہ ابتدائے غائت کے لیے ہے اس عبارت میں کلمہ مَن کا معنی اس جملہ میں دو بَنَاتُ الرَّسُوْلِ مِنْ خُدَیْجَۃَ، (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔) پس لازم آئے گا استعمال کرنا لفظ (مِن) کا جو دو مفہوموں (تمیز اور ابتدائے غائت) میں مشترک ہے اور یہ ناجائز ہے۔

تفسیر نیشاپوری :۔

اَمَّا اشْتِرَاطُ الدُّخُوْلِ بِاُمِّهَا فَلِقَوْلِهٖ مِنْ نِسَآئِكُمُ اللّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ بِرَبَآئِبِكُمْ كَمَا تَقُوْلُ بَنَاتُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُدَيْجَةَ .... وَاَيْضًا عَوْدُ الشَّرْطِ اِلَى الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى وَحْدَهَا بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ وَكَذَا عَوْدُهٗ اِلَيْهِمَا مَعًا لِاَنَّ مَعْنٰى مِنْ مَعَ الْاُوْلَى الْبَيَانُ وَمَعْنَاهَا مَعَ الثَّانِيَةِ اِبْتِدَآءُ الْغَايَةِ وَاسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ الْمُشْتَرَكِ فِيْ مَفْهُوْمَيْهِ غَيْرُ جَائِزٍ۔

(تفسیر نیشاپوری جلد پنجم صفحہ ۱۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ربیبہ لڑکیوں کے حرام ہونے کے لیے ان کی ماؤں سے دخول کی شرط لگانا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہے "مِنْ نِسَآئِكُمْ

"اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" اس میں "مِنْ" ابتدائے غایت کے لیے ہے
اور اس کا تعلق "وَرَبَائِبُكُمْ" سے ہے۔ جیسے تو کہے "بَنَاتُ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَدِيجَةَ" یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں اور شرط
کا پہلے جملہ "اُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ" کی طرف لوٹنا بالاجماع باطل ہے
اور اسی طرح شرط کا دونوں جملوں کی طرف بیک وقت لوٹنا بھی کیونکہ
پہلے جملے میں "مِنْ" بیان کے لیے ہے اور دوسرے "وَرَبَائِبُكُمْ"
میں ابتدائے غایت کے لیے اور لفظ مشترک کا استعمال بیک وقت
دونوں معنوں میں ناجائز ہے۔

تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری کی عبارات کا اصل

پس منظر

آیت:۔

أُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي
حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ
بِهِنَّ۔

(پ ۴ آخری رکوع)

ترجمہ: حرام کی گئیں تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری وہ پروردہ
لڑکیاں جو تمہاری گودیں میں ان تمہاری بیویوں سے کہ جن سے تم
نے جماع کیا ہے۔

اس آیت میں عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک یہ ہے کہ جن عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جائے ان کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ۔ ان عورتوں کی مائیں نکاح کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں۔ لیکن پروردہ لڑکیاں تب حرام ہوتی ہیں جبکہ ان کی ماؤں کے ساتھ جماع بھی کیا ہو اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ فرماتے ہیں کہ بیویوں کی مائیں اور ان کی پروردہ لڑکیاں اس وقت حرام ہوتی ہیں جبکہ بیویوں کے ساتھ جماع کیا ہو۔ صرف نکاح سے حرام نہیں ہوتیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عام صحابہ پاک "من نسائکم اللاتی دخلتم بھن" کو صرف "وربائبکم" کے لیے قید اور شرط بناتے ہیں اور "وامھات نسائکم" کو الگ اور مستقل جملہ سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض صحابہ کرام "من نسائکم اللاتی دخلتم بھن" کو جیسے "وربائبکم اللاتی" کے لیے قید اور شرط مانتے ہیں ایسے ہی "وامھات نسائکم" کے لیے بھی قید و شرط بناتے ہیں۔

امام رازی صاحب تفسیر کبیر اور امام نظام الدین صاحب تفسیر نیشاپوری رحمہما اللہ تعالیٰ عام صحابہ کی طرف سے دلائل نقل کرتے ہوئے بعض صحابہ کو بطور الزام جواب دے رہے ہیں کہ اگر "من نسائکم اللاتی دخلتم بھن" کو "وامھات نسائکم" اور "وربائبکم اللاتی" دونوں کے لیے قید اور شرط بنایا جائے تو آیت مذکورہ کی تقدیر یوں ہو جائے گی جیسا کہ آپ نے دونوں تفسیروں کی عبارت سے ملاحظہ فرمایا۔

قلہذا امام فخر الدین رازی اور علامہ نظام الدین نیشاپوری نے ثابت کیا ہے کہ اگر اس قید کو مذکورہ دونوں جملوں کے لیے قید اور شرط بنایا جائے تو لازم آئے گا کہ ایک مشترک لفظ "من" دو مختلف معنوں میں بیک وقت استعمال ہو جو کہ ناجائز ہے حقیقت یہ ہے کہ امام رازی اور علامہ نیشاپوری رحمہما اللہ دربنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مِنْ خُدَيْجَةَ ،، کے الفاظ اس جگہ اس لیے لائے ہیں کہ ثابت ہو جائے کہ وَرَبَائِبُكُمُ اللاَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمْ ،، میں حرف ،، مِنْ ،، ابتدائے غایت کے لیے ہے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا ربیبہ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ اسی لیے ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ مبلغ صاحب ان عبارات کا مفہوم نہیں سمجھ سکے اور اگر مفہوم و معنی سمجھ کر پھر ،، بَنَاتُ الرَّسُوْلِ مِنْ خُدَيْجَةَ ،، کے الفاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کا ربیبہ ہونا ثابت کیا ہے تو یہ مکر و فریب اور جھوٹ کی بہترین مثال ہے۔ ایسے لوگوں سے دین و دانش کی توقع عبث ہے۔

نوٹ :-

مولوی محمد اسماعیل نے تفسیر نیشاپوری کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔

،، چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں آیت ،، وَرَبَائِبُكُمُ اللاَّتِي ،، کے تحت صاف لکھا ہے کہ ،، كَبَنَاتِ رَسُوْلِ اللهِ مِنْ خُدَيْجَةَ ،، کہ ربیبہ ایسی بیٹیاں ہوتی ہیں جیسے رسول اللہ کی ربیبہ بیٹیاں جناب خدیجہ سے ،،

(فتوحاتِ شیعہ ص ۱۹۸)

دیکھ لیا آپ حضرات نے کہ مولوی اسماعیل صاحب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو ربیبہ ثابت کرنے کے لیے اس عبارت میں ،، بَنَاتُ رَسُوْلِ اللهِ ،، کے الفاظ پر حرف ،، کاف ،، (جو تشبیہ کے لیے ہوتا ہے) کو زیادہ کر کے یوں لکھا ہے۔ ،، كَبَنَاتِ رَسُوْلِ اللهِ ،، تاکہ ثابت ہو کہ ربیبہ لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ربیبہ لڑکیاں۔ مولوی اسماعیل نے بدترین خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے حرف ،، ک ،، اپنی گرہ سے لگا لیا تاکہ اپنا اُلّو سیدھا کر سکیں۔ لیکن بھول گئے کہ کاٹھ کی ہنڈیا تا بکے ؟

ہم اہل انصاف حضرات کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں کہ تفسیر کبیر اور تفسیر نیشا پوری ایسی کتابیں نہیں جن سے دنیائے علم ناواقف ہو۔ یہ کتابیں ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں اور دنیا کی تقریباً ہر دینی لائبریری میں موجود ہیں مولوی اسماعیل صاحب تو اپنی ڈفلی بجاتے بجاتے اگلی دنیا کو سدھارے مولوی اسماعیل کی تمام ذریت کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کوئی مجتہد مذکورہ تفاسیر سے لفظ "دو بنات" پر حرف تشبیہ (ک) دکھا دے تو ہم پچاس ہزار روپیہ نقد انعام پیش کریں گے۔ مگر ہمارا دعوٰے ہے کہ کوئی شیعہ ذاکر، مولوی یا مجتہد ایسا لفظ ہرگز نہیں دکھا سکے گا۔

بناتِ رسول کے ربیبہ ہونے کا دعویٰ معتبر آئمہ

مذہب شیعہ کی نظر میں

(۱) انوار نعمانیہ :-

اِخْتَلَفَ اَصْحَابُنَا فِي اَنَّ رُقَيَّةَ وَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ هَلْ هُمَا رَبِيْبَتَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْ ابْنَتَاهُ وَالْحَالُ عِنْدَنَا لَا يَتَفَاوَتُ لِاَنَّ عُثْمَانَ فِي زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ كَانَ مُظْهِرًا لِلْاِسْلَامِ وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يُرِيْدُ تَالِيْفَ قُلُوْبِهِمْ وَدُخُوْلَ الْاِسْلَامِ اِلَيْهَا فَكَانَ يُلَاطِفُهُمْ بِاَنْوَاعِ اللَّطَائِفِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْمُنَاكَحَاتِ وَغَيْرِهَا۔

(الانوار النعمانیہ جلد اول ص ۳۶۶ نور فی مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ: اس بارے میں ہمارے اصحاب (شیعہ) کا اختلاف ہے کہ آیا رقیہ اور ام کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ لڑکیاں تھیں یا حقیقی اور نسبی صاحبزادیاں۔ اور درحقیقت اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام کا اظہار کرنے والے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی تالیف قلوب چاہتے تھے۔ اور دلوں میں اسلام داخل کرنا چاہتے تھے۔ پس آپ مختلف انواع کے مالی تحائف اور تکلفات وغیرہ سے ان کی مدارات فرماتے تھے۔

(۲) حیات القلوب:

جمعی از علمائے خاصہ و عامہ را اعتقاد آنست کہ رقیہ و ام کلثوم دختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر کہ پیش از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ و حضرت ایشاں را تربیت کردہ بود و دختر حقیقی آں جناب نبودند و بعضے گفتہ اند کہ دختران ہالہ خواہر خدیجہ بودہ اند و بر نفی این دو قول روایات معتبرہ دلالت می کنند۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۷۷۵ باب
پنجاہ و یکم در ذکر اولاد امجاد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ: علمائے خاصہ و عامہ کی ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ سیدہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دوسرے خاوند سے بیٹیاں تھیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تربیت فرمائی (حقیقی بیٹیاں نہ تھیں) بعض نے کہا ہے کہ وہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔ مگر صحیح روایات ان اقوال کی صریح تردید کرتی ہیں۔

الحاصل:

پچھلے اوراق کی مفصل تحریروں سے مسئلہ کی شکل ظاہر و واضح ہو گئی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ جن میں سے تین کا انکار کر کے شیعوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیت پر بڑی گستاخی کی ہے۔ جو در حقیقت بغض حضرت عثمان رض جیسے جرم کا شاخسانہ ہے۔ اللہ شیعہ فرقہ کو ہدایت عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

بیان

از

پیر طریقت راہبر شریعت واقف اسرار حقیقت قبلہ سیدی و سندی حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ، ضلع گوجرانوالہ

*

اگر شیعہ فرقہ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حبدار نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ من گھڑت بات منسوب کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا مجھے گالی دیا کرو کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

چنانچہ ان کی مشہور کتاب نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔

اَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِیْ فَاِنَّہٗ لِیْ زَکٰوۃٌ وَلَکُمْ نِجَاۃٌ

یعنی تمہیں اجازت ہے کہ مجھے گالی دیا کرو۔ کیونکہ یہ میرے لیے زکوٰت اور تمہارے لیے دوزخ سے نجات ہے۔

پتہ چلا شیعہ فرقہ محب علی نہیں دشمن علی ہے۔ اگر علی رضی اللہ عنہ سے سچی محبت رکھنے

والا گروہ ہے تو وہ اہل سنت کا ہے جن کی کتب میں یہ حدیث موجود ہے کہ النظر الی وجہ علی عبادۃ علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔

پھر شیعہ فرقہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنا چاہتے تھے تو لوگوں نے ان کے گلے میں رسی ڈال لی کھینچ کرلے آئے اس طرح سے ابو بکر صدیق کی بیعت کروائی چنانچہ ان کی کتابوں میں ہے۔

جلاء العیون:

پس کافراں ریسمانی در گردن امیر المؤمنین انداختند وبسوئے مسجد کشیدند۔

(حوالہ کے لیے دیکھئے۔)

(۱۔ جلاء العیون جلد اول ص ۲۱۹)

(۲۔ حملہ حیدری ص ۲۸۲)

(۳۔ رجال کشی ص ۱۴ وغیرہ)

ترجمہ:

یعنی لوگوں نے حضرت امیر المؤمنین کے گلے میں رسی ڈال لی اور کھینچ کر مسجد میں لے گئے۔

میں سید ہوں اور کوئی غیرت مند شخص اپنے خاندانی بزرگوں کی توہین برداشت نہیں کرسکتا۔ تو کیسے ممکن ہے کہ شیعہ فرقہ حضرت علی کو بزدل کہے ڈرپوک بتلائے اور ان کے گلے میں رسی ڈال کر بازاروں میں گھمائے اور سید اسے برداشت کر جائیں اس لیے ہمیں شیعہ فرقہ سے نفرت ہے اور اہل سنت کا عقیدہ محبوب ہے جن کا ایمان ہے کہ

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

جبکہ شیعوں کا یہ کہنا ہی جھوٹ ہے کہ حضرت علی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے اور یہ کہ انہوں نے اپنی جان کے ڈر سے بزدلی سے بیعت کی تھی۔ کیونکہ ان کی اپنی کتاب ناسخ التواریخ میں ہے۔

فمشیت عند ذلک الی ابی بکر و بایعته و نهضت فی تلک الاحداث فتولی ابوبکر تلک الامور وسدد ویسر وقارب فصحبته مناصحاً واطعته فیما اطاع الله فیه جاهداً۔

(ناسخ التواریخ حالات حضرت علی رض
جلد ۳ ص ۲۲۲)

ترجمہ:
میں خود چل کر حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر لی اس کے بعد میں نے تمام مصائب وحوادث میں اس کی مدد کی۔
سیدنا حضرت علی شہنشاہ ولایت، مظہر العجائب والغرائب کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ اور آپ کے بچوں، بھتیجوں، بھانجوں اور چند خادموں نے میدان کربلا میں یزید کی بیعت قبول نہ کی۔ اور شہادت قبول کر لی۔
یہ کس طرح ممکن ہے کہ شیر خدا کے صاحبزادے نے تو بیعت نہ کی اور شیر خدا نے بیعت قبول کر لی۔ یہ شہنشاہ ولایت پر محض ایک الزام ہے۔ خدا کا خوف کرو اور ہوش کرو۔
سید محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ
بروز جمعۃ المبارک ۲۹ شعبان ۱۴۰۶ھ